شہزادہ قاسمؑ کی مہندی



علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب.



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان





۷۸۶
۱۱۰-۹۲
یا صاحب الزماں ادرکنی

DvD Version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد سندھ پاکستان

شہزادۂ قاسمؑ کی مہندی

علامہ ڈاکٹر سید ضمیر اختر نقوی



نام کتاب : شہزادہ قاسمؑ کی مہندی

تالیف : علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

اشاعت : ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : ریحان احمد

قیمت : =/Rs. 500

ناشر : مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11

کراچی۔ فون 0213-4612868

0300-2778856

﴿ کتاب ملنے کا پتہ ﴾

مرکزِ علومِ اسلامیہ

I-4 نعمان ٹیرس، فیز-III، گلشنِ اقبال، بلاک-11

کراچی۔ فون:0213-4612868

website: www.allamazameerakhtar.com

......اِن آنکھوں نے کیا کیا دیکھا

میرے ذہن میں حضرت علیؑ کا یہ قول گردش کر رہا ہے کہ ''جس شخص پر احسان کرو اُس کے شر سے بچو'' پہلے یہ قول کئی جگہ پڑھا اور سنا لیکن اِس قول کی تشریح صحیح معنوں میں سمجھ نہیں آئی کہ جس شخص پر احسان کیا جائے کیا وہ بھی احسان کرنے والے کو اپنے شر کا نشانہ بنا سکتا ہے؟۔ لیکن سانحۂ جامعہ سبطین کے بعد یہ قول پوری طرح میری سمجھ میں آ گیا کہ علامہ صاحب پر حملہ کرنے والے وہی لوگ تھے کہ جس قوم پر علامہ صاحب کے لاتعداد احسانات ہیں، سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ علامہ صاحب نے اپنی مجالس کے ذریعے اِس قوم پر علم کے دریا بہا دیئے ہیں نا صرف یہ کہ اپنی مجالس کے ذریعے محمدؐ و آلِ محمدؐ سے متعلق غلط روایات کا مکمل اور مدلّل جواب دیا بلکہ اپنی تحقیقی کاوشوں سے حقائق کے نئے باب بھی وا کیئے۔ علومِ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی ہر صنف میں خواہ وہ مرثیہ ہو، سلام ہو، نوحہ ہو، تفسیر ہو یا آئمہ کی سوانح حیات اتنا کام کر دیا ہے کہ جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں۔ پھر یہ کون سے شیعہ تھے کہ جنہوں نے علامہ صاحب پر برسرِ منبر حملہ کیا، دراصل یہ علامہ صاحب پر حملہ نہیں کیا گیا بلکہ ایک پوری فکر پر حملہ کیا گیا ہے۔

تقریباً چار سال قبل، کراچی کے امام بارگاہوں میں ایک پمفلٹ تقسیم ہوا تھا جسے شکاگو کی کسی انجمن نے شائع کیا تھا۔ اس پمفلٹ میں امریکن سی آئی اے کے ایک افسر کی خود نوشت کا اقتباس تھا۔ اس نے لکھا تھا کہ ہم نے مختلف ممالک میں اپنے ایجنٹ بھیجے تا کہ وہ ملتِ جعفریہ پر تحقیق کر کے اصل نکتہ سامنے لائیں۔ ہمارے ایجنٹوں نے اپنے اپنے انداز میں تحقیق کی مگر ایک ہی بات سامنے آئی کہ شیعیانِ علیؑ میں اجتماعیت ہے اور اس کی وجہ فرشِ عزا ہے اگر اس سے دُور کر دیا جائے تو یہ قوم کبھی سر نہیں اٹھا سکے گی۔

اب اس سانحہ میں یہ دونوں عوامل کارفرما تھے یعنی علامہ صاحب کی تحقیقی اور علمی

کاوشوں کی روک تھام اور شیعوں کی اجتماعیت پر ایسی ضرب کہ وہ منتشر ہو جائیں، سب سے اہم بات جو اس سانحہ میں سامنے آئی وہ یہ کہ اس سارے واقعے میں جو لوگ استعمال ہوئے اُن کا تعلق کسی اور فرقے سے نہیں تھا بلکہ وہ بھی شیعہ ہی تھے۔

قابلِ غور امر یہ ہے کہ وہ کونسے شیعہ ہیں جو امام بارگاہ پر حملہ کر کے منبر پر چڑھ دوڑے، منبر کے دونوں جانب لگے علمِ حضرتِ عباسؑ کو شہید کیا، فرشِ عزا کو پامال کیا، نوجوانوں کے ساتھ ساتھ بچوں اور بزرگوں کو تشدد کا نشانہ بنایا، نہ صرف گھونسوں، لاتوں سے مومنین کو ظلم کا نشانہ بنایا بلکہ اُن پر پتھروں کی بارش بھی کی گئی، ۱۴ ر صفر جو کہ شہادتِ حضرتِ سکینہؑ سے منسوب ہے اُس دن کا بھی خیال نہ کرتے ہوئے خواتین کی بے حرمتی کی گئی اور اُنہیں بھی اپنے ظلم سے بچ کر نہ جانے دیا، کیا یہ تمام واقعہ محمدؐ وآلِ محمدؐ کی تعلیمات کے منافی نہیں! رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ خواتین کا اتنا احترام فرماتے تھے کہ کافروں کے مقابلے میں لشکر بھیجتے وقت تاکید فرمادیا کرتے تھے کہ خبردار کسی بچے یا عورت پر حملہ آور نہ ہونا اور اُن کے معاملے میں عفو و درگزر سے کام لینا اور اُنہیں معاف کر دینا۔ وہاں کافر عورتوں اور بچوں تک کے معاملے میں اِس قدر تاکید تھی جبکہ جامعہ سبطین میں سیدانیوں کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جو بیان سے باہر ہے۔

ایک ایسی قوم کہ جس کے سامنے آئمہؑ کی حیات کا ہر ہر پہلو ہو اور وہ اپنی زندگیوں کو آئمہؑ کی حیاتِ طیبہ پر استوار کرنے کے بجائے ظلم و تشدد کا مظاہرہ کر کے دوسرے فرقوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ کیوں تم لوگ ہمیں مہذّب کہتے ہو؟ ہمارا اصل روپ تو یہ ہے جو اب تمہارے سامنے آیا ہے۔ یہاں یہ بات کہنا انتہائی ضروری ہے جس طرح ہندوستان کے شیعہ مدرسوں میں زیرِ تعلیم طالبعلم علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی کتب کا مطالعہ کرتے ہیں اِسی طرح اگر پاکستان کے شیعہ مدرسوں کے طالبعلم علامہ صاحب کی کتب کا مطالعہ کریں تو اِس طرح کے واقعات کی روک تھام ممکن ہے کیونکہ میرے نزدیک یہ حادثہ کسی حد تک کم علمی و جہالت کا شاخسانہ ہے۔ (ادارہ مرکزِ علومِ اسلامیہ، کراچی)

فہرستِ ابواب

باب ……۳ ……………………………………… ۵۰تا۹۴

مہندی کی زیارت کیوں نکلتی ہے؟

مہندی کے جلوس کی تاریخ

باب ......۴ .... ۹۵ تا ۱۰۷

لکھنؤ کی تین مشہور مہندیاں

باب ......۵ .... ۱۰۸ تا ۱۴۷

کربلا میں حضرت قاسمؑ کی شادی ہوئی تھی؟

نوحے درحالِ حضرتِ قاسمؑ

علّامہ سیّد ضمیر اختر نقوی:

ساتویں مجلس

شہزادۂ قاسمؑ کی مہندی

امام بارگاہِ جامعہ سبطین گلشن اقبال کراچی میں عشرۂ محرم ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء کی ساتویں محرّم کو یہ تقریر ہزاروں کے مجمعے میں کی گئی۔ مجمعے نے اس تقریر کی پُر زور تائید کی اور تحسین و آفرین کے نعرے بلند کئے۔
یہ مجلسیں ''حق و باطل کی پہچان'' کے موضوع پر ہوئی تھیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

تمام تعریفیں اللہ کے لئے درود و سلام محمدؐ و آلِ محمدؐ کے لئے

۱۴۲۹ھ ہجری کے عشرۂ محرّم کی امام بارگاہ جامعہ سبطین میں ساتویں تقریر آپ حضرات سماعت فرما رہے ہیں۔ آج ساتویں محرّم ہے۔ ''حق اور باطل کی پہچان'' اس موضوع پر ہم گفتگو کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ ذکرِ اللہ، ذکرِ حسینؑ، ذکرِ آلِ محمدؐ یہ سب کچھ بہت اولیٰ ہے اور کربلا سے ہم نے یہی بات سیکھی ہے کہ ذکرِ اللہ کی کیا عظمت ہے اور اگر اُس کا اثر نہ ہو تو پھر جینے کا فائدہ۔ دیکھئے ابنِ زیاد نے اپنے دربار میں کہا تھا حضرت زینبؑ سے کہ اللہ نے تمہیں ذلیل کیا رسوا کیا اور تمہارا پورا گھر قتل ہو گیا۔ حضرت زینبؑ نے اُس کا جواب دیا۔ آپ نے خطبے کو حمد سے شروع کیا کہ قابل

تعریف ہے وہ ذات جس نے ہمیں عزت دی تو یہ ہم جو سب کچھ سنتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ کتنی مصیبتیں پڑیں۔اب کربلا سے بڑی مصیبتیں تو کسی پر نہیں پڑیں گی اور حضرتِ زینبؑ سے زیادہ بے کس مجبور دنیا میں کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔اب ایسا ہوگا ہی نہیں کہ حضرت زینبؑ والی مظلومیت کسی کو مل جائے اور اُس میں بھی وہ شکرِ خدا کر رہی ہیں۔اور بار بار اللہ ہی کا ذکر کر رہی ہیں۔یہ ایک ایسا نکتہ ہے کہ جس کو پوری ملتِ اسلامیہ سمجھ لیتی تو آج جانے کہاں یہ سارے مسلمان ہوتے، کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے واقعات جیسے پشاور میں ابھی جلوس عزا پر حملہ ہوا تو اس کا افسوس تو ہمیں ہے دکھ ہے تعزیت ہے کہ غم میں غم ہے۔یہ احساس دوسروں کو دلائیں جو لوگ یہ احساس کر رہے ہیں ہمارا مجمع تو ماشا اللہ نارمل ہے اور پہلے دن سے نارمل ہے حالانکہ افواہیں پھیلائی جاتی ہیں اور حالات ملک کے بہر حال کئی سال سے خراب ہیں اور اُس میں کوئی فرق بھی نہیں پڑ رہا ہے تو ہمیں اپنی جگہ پر مضبوط ہونا چاہیئے۔ہر حال میں شکرِ الٰہی کرنا چاہیئے اور یہ بات میں کہتا ہوں کہ بھائی یہاں رہنے کیلیئے کوئی نہیں آیا۔اس دنیا میں ٹھہرنے کے لئے کوئی نہیں آیا۔آئے ہیں سب جانے کے لیئے مسافر ہیں لیکن ایک وقت مقرر ہے اور اُس وقت تک ہم کو یہاں پر رہنا ہے پھر ایک اور دنیا ہے۔مزے دار بات یہ ہے کہ وہاں بھی دنیا کئی طریقے کی ہے ایک تو بالکل آگ اور جہنم ہے تکلیف دِہ دنیا ہے اور ایک بہت آرام دِہ ہے اور پھر وہاں پہنچنے کے بعد یہاں نہیں آنا ہے بار بار نہیں آنا ہے۔اس لئے کہ یہ دنیا رہے گی نہیں زمین ہی نہیں رہے گی تو یہاں پھر کون آئے گا لیکن بہر حال ابھی ایک وقتی مزا ہے یہاں رہنے کا اور وہ مزا جو ہے تو ہر ایک یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم ذرا اچھا وقت یہاں گزار لیں حالانکہ کوئی بھی اچھا وقت نہیں گزار رہا۔سب خراب وقت گزار رہے ہیں۔اچھا وقت وہی

گزار رہا ہے کہ جو آلِ محمدؐ کے کہنے پر چل رہا ہے جو سیرتِ آلِ محمدؐ پر عمل کر رہا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ مجلسِ عزا سے زیادہ اچھا کہیں دنیا میں کوئی اتنا اچھا وقت نہیں گزار رہا ہے کوئی اچھا وقت نہیں گزار رہا ویسے اچھا وقت یہ ہے کہ آپ چاہے گھر میں لیٹ جایئے ڈر کے نہ آیئے مجلس میں کہیں اور چلے جایئے گھر سے نہ نکلیں کہیں اور بیٹھ جائیں سات پردوں میں چلے جائیں اس سے اچھی پائیدار جگہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ سب ایک دوسرے سے کہہ رہے ہیں کہ مضبوط رہیئے مضبوط رہیئے اس سے اچھا تھا کہ انڈیا سے لڑائی ہو رہی ہوتی تو وہ زیادہ مزیدار چیز ہے کہ بھئی سائرن ہو رہے ہوتے بلیک آؤٹ ہوتا اب خوامخواہ کا بلیک آؤٹ بھی ہوتا ہے روزانہ جنگ بھی نہیں ہو رہی اور بلیک آؤٹ بھی روز ہوتا ہے اور انڈیا کوئی بم بھی نہیں گرا رہا ہے حالانکہ بم بھی پھٹ رہے ہیں تو صورتِ حال تو بالکل ایسی ہے جیسے انڈیا سے لڑائی ہو رہی ہو۔ اب رنگ بدل گیا ہے لڑائی کا میں سمجھتا ہوں وہ زیادہ مزیدار تھا بھارت سے تو دوستی ہوگئی اب لڑائی ہوگی نہیں اب مُلک کے اندر لڑائی شروع ہوگئی اور مُلک کے اندر بھی یہ نہیں پتہ کون کس سے لڑ رہا ہے ابھی تک پتہ ہی نہیں چلا بالکل نہیں معلوم ہو پایا ہے بہر حال تو یہ سارے حالات واقعات ہیں بچپن سے یہاں تک یہ عمر گزر گئی یہی سب کچھ دیکھتے دیکھتے ہمارے ایک دوست ہیں شیخ ممتاز حسین لاہور میں رہتے ہیں انھوں نے بہت اچھا جملہ کہا کہ کسی نے کہا بھئی اس دفعہ محرّم میں بڑی ٹینشن ہے دو سال پہلے کی بات ہے تو وہ کہنے لگے بھائی جب سے پیدا ہوئے ہیں ہوش سنبھالا ہے مجلس میں جانے لگا۔ ہر سال اسی طرح سنا ہے، آپ کہہ رہے ہیں اب کے بڑی ٹینشن ہے تو وہ کب محرّم آیا تھا پاکستان میں کہ کسی نے کہا کہ اب کی ٹینشن نہیں ہے ابھی تک تو ایسا کوئی سال آیا نہیں یہ تو امریکہ میں جا کر کہہ سکتے ہیں لندن میں جا کے کہہ سکتے ہیں

ہندوستان میں جا کے کہہ سکتے ہیں ہاں کیا پُر امن محرّم ہے بس یہ واحد ملک ہے کہ جہاں یہ آپ خطرناک حالات میں محرّم کر رہے ہیں اور اس طرح مشکل عزاداری کر رہے ہیں یہ ہنگامی حالت کہیں نہیں ہے کسی بھی مُلک کی عزاداری دیکھئے یعنی کویت کا محرّم میں نے دیکھا کویت کا محرّم سڑکوں پر کھڑے ہوئے لوگ آرام سے باہر تک فرش بچھے ہوئے ہیں بارش بھی ہو رہی ہے خیمے لگا دیئے گئے بیٹھے ہیں امام باڑے میں جگہ نہیں ہے ساڑھے چار سو امام باڑے بھرے ہوئے ہیں کویت میں یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھوڑے تھوڑے فاصلے پر مجلس ہو رہی ہے عربیوں کی بھی ہندوستانیوں کی بھی ایرانیوں کی بھی ایک دھوم دھام ہے لندن میں بھی دیکھا محرّم امریکہ میں بھی دیکھا محرّم یہ عالم امریکہ میں بھی دیکھا ہے، نیویارک میں امام باڑہ بھر گیا باہر پولیس نے تمام انتظام کیا اب بارش ہو رہی ہے بارش میں ایسے فرش گورنمنٹ نے دیئے جو دیکھنے میں تو لگتا ہے کہ گھاس ہے اور وہ اس طرح بچھتے ہیں کہ اُس کے نیچے سے پانی بہتا رہتا ہے اور فرش پر بیٹھے رہتے ہیں عجیب عجیب انتظام ہیں مولا کے، کہاں کس طرح عزاداروں کے لئے پورا انتظام ہے لندن میں برف گر رہی ہے محرّم ہو رہا ہے اور نہ معلوم کہاں کہاں کے محرّم دیکھے اور بچپن سے دیکھے جوانی تک ہندوستان کے محرّم دیکھے جو کیف وہاں تھا تو وہ یاد آتا ہے تو کہتے ہیں کہ بھئی آپ اتنا کیوں ذکر کرتے ہیں لکھنؤ کا کیا کریں۔ ایسا لگتا تھا جنّت میں تھے اور محرّم تھا۔ اب یہ دیکھئے سات محرّم آتی تھی لکھنؤ میں تو شام سے شربت پر نیازیں شروع ہو جاتی تھیں کیونکہ آج کربلا میں پانی بند ہوا۔ پیاسوں کو ایک قطرہ پانی نہیں دیا صبح سے سات تاریخ سے جگہ جگہ دودھ کے شربت گھروں میں بنائے جاتے تھے لوگ رو رہے ہیں شہزادہ علی اصغرؑ کی نذر ہو رہی ہے، جنابِ سکینہؑ کی نذر ہو رہی ہے گھر گھر میں

حضرتِ قاسمؑ کی مجلسیں ہورہی ہیں یہ بچپن سے جوانی تک لکھنؤ میں دیکھا۔ لکھنؤ میں ساتویں محرّم کو بڑی دھوم ہوتی تھی تین بڑے مہندی کے جلوس نکلا کرتے تھے اور سرِشام یعنی کہ مغرب سے تیاری ہوتی تھی تو میر واجد علی داروغہ تھے میر واجد علی مرزا دبیؔر کے شاگرد بھی تھے مرثیے بھی کہتے تھے۔ بادشاہ کے یہاں داروغہ تھے تو اُن کے انتقال کو ڈیڑھ دو سو برس ہوچکے تھے جب ہم نے اُن کا مہندی کا جلوس دیکھا یعنی ایک آدمی کو دنیا سے گئے ڈیڑھ سو برس ہوگئے اور اُسی شان سے اُس کا جلوس نکل رہا ہے کیسی بات ہے ذرا آپ سوچئے کہ کیا ہے یہ غمِ حسینؑ کہ اُنھیں کے نام سے اب تک یہ مہندی کا جلوس مشہور ہے دیکھئے ایک بھائی نے ہمارے نام لیا محلّے کا کہ گولہ گنج میں محلّہ گولہ گنج لکھنؤ میں بڑا شاندار امام باڑہ بنا ہوا ہے، امام باڑے کا نام ہے امام باڑہَ میر واجد علی اُس امام باڑے میں ہم نے مجلس پڑھی ہے دن کے وقت سردیوں میں دوپہر کی مجلس پڑھی تھی ہلکی ہلکی دھوپ تھی بڑا اچھا لگ رہا تھا۔ امام باڑے میں بڑا سا صحن ہے فوارہ لگا ہوا درخت لگے ہوئے اہلِ لکھنؤ نے ہر امام باڑے کو جنّت بنایا ہوا ہے جہاں بھی آپ چلے جائیں کہتا ہوں میں جوانوں سے کہ کبھی لکھنؤ جائیں اور دیکھ کر آئیں امام باڑوں کی شان کہ یہاں امام حسینؑ کتنے اچھے طریقے سے رکھے گئے ہیں، ہندوستان میں تو تقریباً یہ سمجھئے کہ ڈیڑھ دو میل کے فاصلے سے ایک امام باڑہ ہے۔ افضل محل کے امام باڑے کے فٹ پاتھ اتنے چوڑے چوڑے ہیں کہ جیسے آپ سمجھئے کہ ہمارا پورا یہ صحن اتنے چوڑے فٹ پاتھ ہیں وکٹوریہ اسٹریٹ نخّاس، تو فٹ پاتھ پر مہندی کا انتظام ہوتا تھا شام سے لوگ بس دیکھتے تھے کہ کیا تیاریاں ہیں اُس میں تقریباً پندرہ یا سولہ یا بیس چالیس پچاس کے قریب اونٹ ہوتے تھے ہر اونٹ پر ایک علم اور آگے آگے ہاتھی ہوتے تھے اُس کے بعد اونٹ ہوتے تھے اور ہاتھیوں پر

ماہی اور مراتب۔ ماہی کہتے ہیں مچھلی کو مراتب کہتے ہیں سورج کو، بڑا سا ایک سونے کا سورج ہوتا ہے اور وہ نصب ہوتا ہے چھڑ کے اوپر جیسے علم کا پنجہ اور ایک مچھلی ہوتی ہے سونے کی جب پہلے ایران کے بادشاہ اور ہندوستان کے بادشاہوں کا جلوس نکلتا تھا تو اُس کو ماہی مراتب بھی کہتے تھے پہلے مچھلی آتی تھی سورج آتا تھا تو لوگ سمجھ جاتے تھے کہ بادشاہ آرہا ہے، اب بادشاہ نہ رہے ماہی مراتب نہ رہے لیکن حسینؑ کا ماہی مراتب اب تک باقی ہے۔ وہی شاہانہ استقبال سب سے آگے روشن چوکی ہوتی تھی تخت ہوتا تھا تقریباً کوئی پچیس تیس آدمی تخت کو اٹھائے ہوتے تھے اور اُس پہ شہنائی نواز بیٹھے ہوتے تھے اور اُس کو اتنا خوبصورت سجاتے تھے کہ اُس پر سبز رنگ کے مخملی در بنے ہوتے تھے اور اُس کے اوپر خوبصورت زردوزی کا کام بنا ہوتا تھا، کارچوب کا بہترین کام چاندی کے تاروں سے سونے کے تاروں سے نقش ونگار بنے ہوتے تھے اور اُس میں جب تک ہمارے بچپن میں تو بسم اللہ خاں جو کہ بنارس میں انتقال کر گئے اور مومن تھے عزادار تھے۔ اور ساری زندگی بنارس میں رہے تو انڈیا والوں نے اپنا سب سے بڑا ایوارڈ جو ہندوستان کا کہلاتا ہے پدم بھوشن وہ اُن کو دیا تھا۔ اُس کے بعد جب وہ بوڑھے ہوگئے تو پھر اُن کے شاگردوں میں یہ سلسلہ آیا اور وہ شہنائی میں مسلسل ایک نوحہ ختم کر کے دوسرا نوحہ پڑھتے جاتے تھے اور مہندی پڑھتے تھے پھر دیگر مشہور اُس دور کے نوحے پڑھے جاتے تھے، اُس سے یہ ہوتا تھا کہ اتنا سوگوار ہوجاتا تھا ماحول نوحوں کی وجہ سے جلوس کے آس پاس میں ماتم شروع ہوجاتا تھا پھر وہ شان کہ یہ ہمارے مولا کی شان ہے۔ وہ ہاتھی وہ گھوڑے بڑھتے جاتے اور پھر پرچم نواز آنا شروع ہوتے یہ میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اس لئے بتا رہا ہوں میں نے رام پور کی مہندی نہیں دیکھی اس کے پچاس گنا زیادہ شاندار ہوتی تھی اور تفصیل

اگر ہم آپ کو سنائیں تو تقریر طویل ہو جائے گی، میری دو کتابیں حضرت قاسمؑ پر چھپ گئی ہیں تیسری کتاب کا نام ہے ''شہزادہ قاسمؑ کی مہندی'' وہ بھی پانچ چھ سو صفحے کی کتاب ہے۔ اُس میں مَیں نے رام پور کے جلوس کی پوری تفصیل بیان کی ہے کتنے سپاہی جلوس دیکھتے چلتے تھے آپ کو سمجھا دیں اس جلوس کا نقشہ کاغذ پر بنا کر دیا جاتا تھا اُس پہ نقشہ بنا ہوتا تھا اور اُس میں لکھا ہوا ہوتا تھا۔ اتنے آدمی اس کے بعد اتنے آدمی اس کے اتنے پرچم نواز اتنے ہاتھی اتنے گھوڑے اتنے بینڈ اتنے باجے یہ سب کچھ اس پہ لکھا ہوا ہوتا تھا تو اب تک پورا ریکارڈ موجود ہے۔ بھرت پور کی مہندی کے جلوس کا بھی نقشہ موجود ہے پہر سر کا بھی موجود ہے۔ راجستھان کے راجے مہاراجے سب ہندو تھے یہ پانچ بستیاں تھیں اور سب جگہ ہندو راجے مہاراجے تھے اور اِن کے اپنے جلوس مہندی کے عاشور کے تعزیوں کے نہایت شان سے برآمد ہوتے تھے، ہندوستان کا کوئی صوبہ کوئی شہر ہو وہ ہندو ہو یا سُنّی ہو کوئی نواب ہو راجہ ہو مہاراجہ ہو جلوس سب کے یہاں نکلتا تھا۔ محرّم سب کے یہاں ہوتا تھا، مجلسیں سب کے یہاں ہوتی تھیں۔ ایسا نہیں تھا کوئی شہر سونا رہ جائے سب عزاداری کرتے ہیں آج بھی کرتے ہیں اور اُسی شان سے کرتے ہیں کوئی کمی نہیں ہے محرّم میں کوئی فرق ہو جائے کہ آپ زیادہ کر رہے ہیں وہ کم نہیں۔ بڑھ بڑھ کے بڑھ بڑھ کے کر رہے ہیں امام حسینؑ کے بہت سارے معجزات میں سے یہ ایک معجزہ ہے، اور پھر اُس کے بعد جب پرچم نواز گزر جاتے تھے تو کوئی رنگ ایسا نہیں تھا جس کے پرچم نہ ہوں سو دو سو پرچم سُرخ پھر سبز پھر زرد اس طرح جب سارے پرچم گزر جاتے تو سب سے آخر میں سوزخوان مرثیہ پڑھ رہے ہوتے تھے میر انیسؔ کا میر مونسؔ کا اور وہ مخصوص سات تاریخ کے مرثیے تھے جو پڑھے جاتے تھے اُن کے ساتھ پورا مجمع چل رہا ہوتا تھا پھر سب سے آخر میں

مہندی آتی تھی۔ مہندی جو ہے وہ شادی کی یادگار ہے، جسے مہندی کہتے ہیں وہ ایک کشتی نما محمل ہوتی تھی جیسے آپ دیکھئے انتیس کا چاند ہوتا ہے تو اس شکل کی بنتی تھی وہ اُس کو تختِ رواں کہتے تھے وہ کاغذ اور تیلیوں سے جیسے تعزیہ بنتا ہے اس طرح وہ ہلال نما بنائی جاتی تھی اور وہ اتنی بڑی ہوتی تھی اُس دیوار سے یہاں تک اُس کو تقریباً دس بیس آدمی اٹھائے ہوتے تھے اور اُس میں پردے پڑے ہوتے تھے تو اُسے کہتے تھے تختِ رواں یعنی یہ جسے مہندی کہتے ہیں ہلال نما ہوتی ہے دراصل ایران میں دستور یہ تھا کہ جب کوئی شہزادہ مرجاتا تھا تو تختِ رواں میں وہ چاند نما جو چیز بنی ہوتی ہے اُس میں شہزادے کا جنازہ اُٹھتا تھا عام طریقے سے جنازہ نہیں اٹھاتے تھے تو چونکہ حضرت قاسمؑ شہزادے تھے اس لئے اُن کے جنازے کی یہ شبیہ بنائی گئی ہے تو وہ کشتی نما مہندی سب سے آخر میں آتی ہے اور اُس کے بعد شمعیں روشن ہیں ماحول میں سوگواری کی فضا قائم ہوجاتی تھی اور بڑی بڑی کشتیوں میں مہندی رکھی ہوئی ہے اس طرح یہ جلوس گزرتا تھا سو طریقے کے اُس میں بینڈ باجے ہوتے اور ایسی دھوم نگاہوں میں پھر رہی ہے مہندی کا یہ جلوس تقریباً سات ساڑھے سات بجے نکل جاتا تھا، پھر اُس کے بعد تقریباً سمجھیں کہ بارہ بجے حسین آباد لکھنؤ کی مہندی اُٹھتی تھی، محمد علی شاہ نے خواب میں مہندی دیکھی تھی اُن کو دنیا سے گئے ہوئے ڈیڑھ دو سو برس ہوچکے تھے جب ہم نے اُن کی مہندی دیکھی تو وہ مہندی دریا کے کنارے چلتی تھی تو پوری مہندی کا عکس دریا میں نظر آرہا ہوتا تھا۔ ایسا لگتا تھا شمعیں دریا میں جل رہی ہیں۔ مہندی آصف الدولہ کے امام باڑے سے نکل کر حسین آباد کے امام باڑے میں جاتی تھی ہم گولہ گنج کی مہندی کا جلوس دیکھ کر پھر بارہ بجے اُدھر پہنچتے تھے کہ حسین آباد کی مہندی کی زیارت کرنا ہے ابھی وہ مہندی ختم نہیں ہوتی تھی کہ دو بجے رات کو ایک مہندی کا جلوس برآمد

ہوتا تھا، ناصر الملت مولانا ناصر حسین صاحب اعلی اللہ مقامہٗ کے محلّے سے اُن کے گھر کے پیچھے سے یہ مہندی برآمد ہوتی تھی اب اس میں نہ کوئی بینڈ نہ باجا نہ پرچم نہ ہاتھی نہ گھوڑے یہ شاہی مہندی نہیں تھی یہ عوامی مہندی تھی۔ اس کا کمال یہ تھا کہ اس میں کشمیری لوگ مہندی کا نوحہ پڑھتے تھے اور اس کے بانی کشمیری تھے یہ مہندی جو دو بجے رات کو نکلتی تھی جنھوں نے پہلی بار یہ مہندی لکھی جو پڑھی جاتی تھی جو ابھی پڑھی جائیگی اُن کا نام میر احسان علی احسان تھا وہ اس مہندی کے بانی تھے اور اُنہی کی مہندی اب تک پڑھی جارہی ہے سب پڑھتے ہیں۔ ''رن میں بیوہ حسنؑ کی پکاری، میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی'' یہ میر احسان کی لکھی ہوئی مہندی کو دو ڈھائی سو سال ہو گئے اس کو میں نے اپنی حضرتِ قاسمؑ والی کتاب پہلی جلد میں یہ پوری مہندی مکمل چھاپ دی ہے تو یہ ایسی مہندی لکھی کہ میں آپ کو کیا بتاؤں کیا بتاؤں کہ سناٹا ایک دم دو بجے رات کو اور آدھی رات گزر چکی ہے اور پھر اس کو پڑھتے ہوئے تمام نوجوان اُس میں ایک اُن کا جو بزرگ تھا پڑھنے والوں میں تو وہ اُس کی عمر جو میں نے دیکھی ۱۹۷۶ء تک یعنی جب تک میں انڈیا جاتا رہا ہوں یہاں سے مجلسیں پڑھنے تو جب میں ۱۹۷۶ء میں گیا تقریباً دس برس پندرہ برس کے بعد اس وقت وہ بزرگ اسّی پچاسی کا تھا تو وہ پڑھتا نہیں تھا مہندی سب لڑکے پڑھتے تھے لیکن وہ جب مصرعہ شروع ہو رہا ہوتا تھا مثلاً۔ ''کس نے کہا تھا کہ رن کو جاؤ'' تو اب یہ ''کس نے کہا تھا'' پہلے ایک دم سناٹا ہو جاتا اور مصرع پڑھنے سے پہلے وہ بس اتنا کہتا۔ ''ہائے کس نے کہا تھا''۔ اُس کی جو ''ہائے'' تھی اُس سے اتنی رِقّت ہوتی تھی کہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا اور جب مہندی کا آدھا راستہ طے ہو جاتا تو وہیں سے پھر مہندی کے پیچھے ایک جھولا آتا تھا اور بس پھر وہ ماحول ماتم میں بدل جاتا تھا میر احسان علی کی لوری شروع ہوتی تھی۔ ''سو میرے

اصغرؑ لوری دوں، آمیرے اصغر لوری دوں''۔اب لوری شروع ہو جاتی تین ساڑھے تین بجے چار بجے اور اس طرح صبح ہوتے ہوتے جلوس پھر وہیں واپس آتا جہاں سے نکلتا تھا یہ میں نے آپ کو ایک شہر کی کہانی سنائی۔ایک شہر کی کہانی سنائی ورنہ اگر سب جگہ کی مہندی سناؤں مثلاً بلگرام کی مہندی کا انداز، بلگرام میں بڑے بڑے ڈنکے ہوتے تھے اتنے بڑے بڑے اگر آپ سیہون گئے ہیں وہاں رکھے ہوئے آپ نے دیکھے ہوں گے تو محرّم کی سات کو صبح سے میدان میں وہ ڈنکے بجتے تھے اور جیسے جیسے ڈنکے بجتے جاتے مومنین اپنے گھروں سے نکلتے آتے اور اُس میدان میں جمع ہوتے تھے۔جب سب جمع ہو جاتے تو سوز شروع ہوتا تھا۔''قاسمؑ بنڑا باندھے سہرا سیس کٹاون جاوت ہے''تو وہاں قیامت ہو جاتی تھی یہ بھی میں نے دوسری جلد میں اس کا حال لکھا ہے۔ یہ مہندی شروع ہوتی تھی دن بھر مہندی کے جلوس نکلتے تھے۔بلگرام جو ہے لکھنؤ کے پاس کچھ دور پر ہے یہ سب اپنی جگہ پر یہ سب شیعہ جلوس اور مہندیاں ہیں۔اہلِ سنّت میں کوئی ایسا سُنّی نہیں ہے کہ جو سات تاریخ کو مہندی نہ نکالے اور سب سے بڑی مہندی اہلِ سنّت کی اجمیر میں معین الدین چشتی اجمیری کے مزار پر نکلتی ہے اور جس وقت مہندی آتی ہے اُن کے مزار پر تو اجمیر میں جگہ نہیں ہوتی لوگ ٹوٹے پڑ رہے ہوتے ہیں جب اُن کے روضے میں حضرت قاسمؑ کی مہندی داخل ہوتی ہے تمام صوفیا گدی نشین اُس مہندی میں حاضر ہوتے ہیں اسی طرح نظام الدین اولیا دہلی میں اُن کے یہاں مہندی آتی ہے یعنی جتنے بھی صوفیا ہیں سب کی وصیتیں ہیں کہ سات تاریخ کو اب یہ ساڑے سات سو سال ہو چکے نظام الدین اولیا اور معین الدین چشتی اجمیری کو اور مہندی کو بھی ساڑھے سات سو سال ہو چکے نکلتے ہوئے۔

لاہور کے تکیہ مراثیاں کے امام باڑے میں کئی برس عشرہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔

ساتویں محرّم کو بہت غم انگیز ماحول میں مہندی برآمد ہوتی ہے۔ ناظم حسین مرحوم لاہور کے بہترین سوز خوان مہندی کے آگے جب یہ سوز پڑھتے تھے:۔

قاسمؑ بنڑا باندھے سہرا سیس کٹاون جاوت ہے
دلھن دُکھیا بیٹھی تخت پہ نیناں نیر بہاوت ہے

بے پناہ گریہ ہوتا تھا۔ لاہور کے حضرات مہندی کے سجانے میں بہت اہتمام کرتے ہیں۔ تقریباً دس بارہ برس امام باڑۂ خیمۂ سادات لاہور میں عشرہ پڑھا وہاں بھی ساتویں محرم کو مہندی برآمد ہوتی ہے اور یہ سلسلہ آج بھی قائم ہے۔ کراچی میں کھارادر کے بڑے امام باڑے میں ہمیشہ ساتویں محرم کو مہندی نکلتی ہے اور آگ کا ماتم ہوتا ہے جس میں عزادار قاسمؑ دولھا، قاسمؑ دولھا کا ماتم کرتے ہیں۔

اب آج کوئی پاکستان میں احمق اور نادان یہ کہے مہندی کیا ہے یہ تو کوئی آج کی چیز نہیں ہے اب دیکھئے یہ چار پانچ دن سے خواتین کے ٹیلی فون آرہے ہیں کچھ لوگ خواتین کو بہکا رہے ہیں کہ مہندی نہیں نکالو۔ ارے بھئی ایک دو کی بات آپ سنتے کیوں ہیں اور آپ سنتی کیوں ہیں بس کہہ دو مہندی سے تبلیغ ہوتی ہے اس لیئے مہندی کا جلوس بند نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ اتنی قدیم چیزیں ہو چکی ہیں کہ اس میں کوئی ترمیم نہیں ہوسکتی بند نہیں ہوسکتیں اس کو روکا نہیں جاسکتا۔ اس میں اعتراض کیا ہے یہ میں تمہید میں کہہ چکا اعتراض کیا ہے کیا عیب کیا نظر آتا ہے نقصان کیا ہے اب سوال میں قائم کررہا ہوں۔ اگر کسی کے پاس دلیل ہے تو میری اس تقریر کے بعد کوئی مجھے خط لکھ کے پہنچا دے کہ نقصانات کیا ہیں عیب کیا ہے خوبیاں ہم بتائے دیتے ہیں۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں مرادیں آچکی ہیں اگر کسی کی شادی نہیں ہوتی ہے تو منّت سے مہندی پہ شادی ہوتی ہے اولاد نہیں ہوتی شہزادہ قاسمؑ

اولاد بھی عطا کرتے ہیں، رزق کی کمی ہے۔ رزق ملتا ہے تین دعائیں تو برسہا برس سے لوگوں کی قبول مقبول ہوتے دیکھی ہیں یہ ہے فائدہ، نقصان کیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ اصل میں اپنے آپ کو نمایاں کرنے کیلئے یہ ایک نمرود کی مثال ہے جو مغرور زیادہ ہوتا ہے وہ یہ سب کرتا ہے۔ یہ سب بند کرو یہ ہٹادو یہ ختم کردو جیسے پچھلے سال متقی جعفری کے یہاں کی مہندی بند کی گئی جو لوگ شریک ہورہے تھے وہاں انھیں احتجاج کرنا چاہیئے تھا کہ بھئی ہر سال مہندی نکلتی ہے کسی وجہ سے بند کی گئی اچھا ایک اگر متقی جعفری کے یہاں کی مہندی بند ہوگئی تو پوری دنیا میں جہاں جہاں نکل رہی ہے مہندی بند ہو جائیگی، ایک سے کیا آپ اپنا نقصان کر کے بیٹھ گئے ساری دنیا نقصان کرلے گی یہ بات ہوئی تو بند ہونے کا تو سوال ہی نہیں اس میں اور ترقی انشااللہ ہوگی۔ ایران میں بھی ہے عراق میں بھی اور عراق میں تو خیمہ گاہِ حسینی بنا ہوا ہے اُس میں خصوصی طور سے یہ جتنی بڑی آپ کی مسجد ہے اتنا بڑا ایک حجرہ بنا ہوا ہے جسے حجلۂ عروسی قاسمؑ کہتے ہیں ہم دیکھ کے آئے ہیں جن لوگوں نے زیارت کی ہے کب سے بنا ہوا ہے کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں عقدِ قاسمؑ ہوا کون سا ایسا عالم مجتہد ہے ایران عراق کا جو وہاں نہیں گیا اور وہاں خصوصی طور پر یہ مشہور ہے جس کے اولاد نہیں ہوتی تو اس حجلۂ عروسی میں آ کے بڑے بڑے علماء نے دعا کی ہے اور اُن کے لئے ناممکن بات ممکن ہوگئی اور اولاد ہوئی یہ سب تاریخی باتیں ہیں۔ اب اُس پہ اور بحث بڑھی کہ مقصد کیا ہے مہندی کا تو مقصد ہر چیز کا علمی طور سے آپ پتہ لگائیں عوام میں نہ پوچھتے پھریں عوام میں ہراس نہ پھیلائیں، آپ کتابیں پڑھیں اور علماء کے پاس بیٹھیں تو کل آپ پوچھیں عَلَمِ حضرت عباسؑ کا مقصد کیا ہے، تابوت کا مقصد کیا ہے، ذوالجناح کا مقصد کیا ہے، مقصد تو بہت ہیں۔ آپ کو اتنی عقل ہے کہ آپ یہ باتیں

سمجھ سکیں۔ اللہ اتنی عقل بھی دے ہم جب سمجھائیں تو یہ باتیں آپ کی سمجھ میں بھی آجائیں، بجائے اس کے کہ ہم سمجھانے بیٹھ جائیں ہماری عادت تو یہ ہے کہ پوچھنا شروع کرتے ہیں حجرِاسود کا مقصد کیا ہے فائدہ اُس پتھر کا، فائدہ مقامِ ابراہیمی کا، فائدہ میزاب کا، فائدہ حطیم کا، فائدہ ارے چھوڑیئے کعبہ کا کوئی فائدہ اب تک تو میرے سمجھ میں آیا نہیں کہ کیا فائدہ ہوا اور امت کو اُس سے کیا فائدہ پہنچا۔ مسجدِ نبوی سے فائدہ تو فائدے تلاش کر رہے ہیں آپ۔ ہر چیز میں کوئی نہ کوئی فائدہ ہے جب ہی اللہ نے رکھا ہے۔ اب وہ فائدے گنوائے جائیں تو پھر عشرے پڑھے جائیں۔ حجرِ اسود کا فائدہ، چومنے کے لیئے ٹوٹے پڑ رہے ہیں کیا مطلب فرشتے کیا نمبر بڑھائیں گے کہ اس نے بہت سارے بوسے دیئے ہیں کیا مطلب ہے کیا پیار ہے حجرِ اسود سے پتھر سے کیا محبت ہے لوگ دل سے محبت نہیں کرتے تو پتھر کیا ہے اور کوئی ایسے کہ بھائی کسی عظیم ہستی سے وہ متعلق ہو وہ بھی ایسا نہیں ہے۔ اب روایتیں ہیں تو روایتیں تو علمِ حضرت عباسؑ کے لئے بھی ہیں۔ روایتیں تو تابوت کے لئے بھی ہیں، روایتیں مہندی کیلئے بھی ہیں، تو جب روایت پر آپ آگئے۔ تو پھر روایتی انداز سے رہیئے، یہ سوالات کاہے کے لئے ہیں۔ ہم تو یہ پوچھ رہے ہیں کہ اس پتھر کا کیا فائدہ ہے اور یہ پتھر کہاں سے آیا اور اس کی اہمیت کیا ہے۔ کاہے کیلئے حجرِ اسود چوما جا رہا ہے آپ کہیں گے روایت ہے تو پھر مہندی کی بھی روایت ہے۔ جب وہاں روایت شروع ہو رہی ہے کہ کہاں سے آیا۔ ارے بھئی کسی پیغمبر کی انگوٹھی میں لگا ہوتا اب اتنا بڑا پتھر تو نہ ہی کوئی اپنی انگوٹھی میں لگا کے بیٹھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر آدمؑ کے پاس تھا بھی تو آدمؑ اس سے کیا کام لیتے تھے میرے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک پتھر کا ٹکڑا انبیاء کے کس کام آیا نہیں چپ نہ بیٹھیں آپ حیران و پریشان نہ ہوں بس ایسے ہی لگا ہوا ہے۔ بس ہم

دیکھتے آرہے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کروڑھا حاجی یہ نہیں جانتے کہ حجرِ اسود کیا ہے بس سب چوم رہے ہیں ہم بھی چوم رہے ہیں۔ تو اب سوالات نہ کرو مہندی نکلے گی بس سب نکال رہے ہیں تم بھی نکالو زیارت کرو، گریہ کرو، ماتم کرو، بوسے دو، احترام کرو، خانۂ کعبہ میں جو دروازہ ہے۔ یہ وہی دروازہ ہے جو حضرتِ ابراہیمؑ کے دور میں لگا تھا یا حضورؐ کے دور میں لگا تھا۔ دروازے بدلتے رہتے ہیں اُس دور میں سونے کا دروازہ نہیں تھا جیسا اب لگا ہے تو دروازے بدل رہے ہیں تو اب وہ دروازہ تو نہیں رہا جو ابراہیمؑ کے دور میں تھا یہ سعودی حکومت کا لگایا ہوا ہے اُسے بھی چوم رہے ہیں۔ بھئی میں ایک لکڑی کا دروازہ بنا کے لے جاؤں اور کعبہ میں لگوادوں اُسے بھی چوم رہے ہیں میرے بنوائے دروازے کا بھی احترام کیا جائے گا اس لیئے کہ کعبے میں لگا ہوا ہے۔ کعبے کے غلاف الگ الگ ملکوں میں بن رہے ہیں۔ دوسرے مُلکوں سے آرہے ہیں وہ چڑھائے جارہے ہیں سب اُسے چوم رہے ہیں یعنی درزیوں کے سیئے ہوئے غلاف بازار کا خریدا مخمل اور مسلمان چوم رہے ہیں آنکھوں سے لگارہے ہیں نہیں صاحب نسبت ہوگئی ارے بھائی نسبت ہی کی تو بات ہو رہی ہے کیونکہ مہندی کو شہزادۂ قاسمؑ سے نسبت ہے اب کیوں ہے یہ نہیں پوچھنا ہے۔ بس یہ کہ حق ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۸۱)

حق ہمیشہ باقی رہے گا باطل مٹنے کیلئے ہے سورۂ بنی اسرائیل آیت اکیاسی تو اب کیا اللہ نے پہچان بتائی اللہ نے بتایا کہ باطل کو مٹتے رہنا ہے اور حق کو باقی رہنا ہے میں نے آپ کو بتادیا صدیوں سے مہندی اُٹھ رہی ہے اس کے معنی حق ہے اگر خدانخواستہ یہ غلط ہوتی تو مٹ چکی ہوتی۔ دیکھئے پھر بات کو سمجھئے اللہ کہہ رہا ہے کہ حق جَآءَ الْحَقُّ۔ حق باقی رہنے کیلئے ہے یعنی اُسے کوئی باقی نہیں رکھ رہا "اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا"

تو باطل جو ہے وہ مٹنے کیلئے ہے کوئی مٹا نہیں رہا۔ بھئی اللہ نے معیار بتایا کہ بس باطل مٹتا جاتا ہے مٹتا جاتا ہے۔ ایک عمل ہے اور حق روشن ہوتا جاتا ہے روشن ہوتا جاتا ہے ایک عمل ہے کوئی مدد نہیں کر رہا تو عزاداری نہ کوئی روک رہا ہے نہ بنا رہا ہے وہ بڑھتی جا رہی ہے۔ حق ہے حق ہے اور دشمن جو ہیں یزیدی مٹتے جا رہے ہیں، مٹتے جا رہے ہیں، مٹتے جا رہے ہیں۔ (نعرۂ حیدری) ...... پورے قرآن میں دوسو چوبیس جگہ حق کا لفظ آیا اور باطل کا لفظ سترہ مرتبہ اور تقریباً چودہ بار لفظِ حقّا تو حق پر تشدید لگ گئی ''حقّا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؑ'' یہ حقّا کا لفظ قرآن میں چودہ مقامات پر ہے وہیں سے اُٹھا کے لایا گیا ہے ''حقّا کہ بنائے لا اِلٰہ است حسینؑ''۔ تو بھئی یہ بنائے " لاالٰـہ " ہے مہندی نہیں ہے۔ اس کا نام آپ مہندی کیوں لیتے ہیں۔ یہ علم یہ تابوت یہ تعزیہ ذوالجناح یہ الگ الگ بچوں کو پہچنوانے کے لئے نام ہیں ورنہ سب کو ملا کر کیا کہتے ہیں۔ حقّا کہ بنائے " لَاالٰہ " ایک ہے " لَااِلٰہ "۔ اُس کی جو بنیاد ہے وہ یہ چیزیں ہیں یہ ہیں تو " لَااِلٰـہ " ورنہ نہیں ہے۔ مہندی کیا ہے حقّا کہ بنائے " لَااِلٰـہ " مہندی بنا ہے بنا۔ اب اگر محقق بننے کا کسی کو شوق ہے۔ بھئی شادی ہوئی تھی کہ نہیں ہوئی۔ ارے نہ ہو مہندی اپنی جگہ ہے جواز اور دلیل ہر بات میں ہاں یہی تو کہا گیا یعنی جو کربلا میں نہیں ہوا وہ کرتے ہیں ارے بھئی تابوت کا کیا مطلب ہے چونکہ جنازے نہیں اٹھے اس لئے اُٹھ رہے ہیں چونکہ علم گر گیا اس لئے اُٹھ رہے ہیں چونکہ مہندی نہیں نکلی اس لئے نکل رہی ہے۔ یہ ہے فلسفہ جو نہیں ہوا وہ کرنا ہے کہ ماؤں کی حسرتیں تھیں اب آج کی مائیں وہ رسم پوری کریں اور بیٹے مہندی اُٹھائیں مائیں سجائیں بیٹے اٹھائیں یہ رتبہ کوئی کم ہے۔ سمجھیں اسے یہ رتبہ کوئی کم ہے کہ ایک ماں آج کی اٹھی اور کہنے لگی بیٹا اگر اُمِّ فروہؑ مہندی لے کر جاتیں دُلھن کے گھر تو مہندی

کی کیا شان ہوتی، ایسا ہوا نہیں تو اب تاسّیِ اُمِّ فرّوہ میں ماں نے بھی مہندی سجادی بیٹے سے کہا نکالو لے جاؤ۔ دنیا کو بتاؤ قاسمؑ کی مہندی ہے اس میں بدعت کیا غلط کیا اُس ماں کا رتبہ کتنا عظیم ہو گیا اور وہ بیٹے کتنے خوش نصیب ہیں جو قاسمؑ کے بھائی کی طرح بھائی کی مہندی لئے جا رہے ہیں یہ رتبوں کی بلندیاں ہیں مہندی نہ دیکھو عزاداروں کو دیکھو۔ پورے تمام عالَم میں جہاں جہاں عزاداری ہو رہی ہے کہیں اگر کسی نے مہندی پہ تقریر کی ہو بتایئے گا کیسٹ محفوظ ہو رہا ہے اب یہ سب کے کام آئے گا۔ امریکہ لندن جہاں سے اعتراض اٹھے۔ آپ جواب نہ دینے بیٹھئے گا صحیح غلط گفتگو کی ضرورت نہیں ہے بس یہ کہو کہ یہ سی ڈی دیکھو ضمیر اختر نقوی کی لے لیجئے گا ''قاسمؑ کی مہندی'' اور تحفے میں دے دیجئے گا کمپیوٹر میں انٹرنیٹ میں ڈال لیجئے گا۔ ''قاسمؑ کی مہندی'' یہ لو جواب یہ لو جواب اور عورتوں کی جو مجلس پڑھنے والیاں ہیں اگر وہ یہ مخالفت کر رہی ہیں تو اُن کو کیا حق ہے۔ جب وہ تحقیق کی منزل تک نہیں پہنچیں تو ایک دو جملے سن کر بات نہ کریں یا تو میری کتابیں پڑھیں یا میری تقریر سنیں۔ اُن کو یہ مسئلہ سمجھا بھی نہیں سکتا اس لئے کہ اتنی گہری نظر نہیں ہے سننے میں آیا وہ بیٹھے ہیں حسن صغیر کے بیٹے علی نے بتایا کہ کسی ذاکر نے کہا کہ یہ فاطمہ کبریٰؑ کی شادی تو حسنِ مثنیٰ سے ہوئی تھی قاسم سے نہیں ہوئی تھی یہ کیا بات ہوئی ارے بھائی حسینؑ کے تین بیٹے تھے تینوں کا نام علیؑ تھا۔ حضرت سیّدِ سجادؑ علی ابن الحسینؑ، علی اکبر علی ابن الحسینؑ، علی اصغر علی ابن الحسینؑ، تینوں بیٹے علی ابن الحسینؑ ہیں، اکبر، اصغر تو مورخ کی پریشانی ہے۔ کبھی امام حسینؑ یہ نہیں کہتے تھے کہ اکبر ہیں یہ اصغر ہیں۔ امام حسینؑ سب کو یہی کہہ کر پکارتے تھے علی۔ علیؑ علیؑ امام حسینؑ کو صرف علیؑ کہنا ہے۔ اکبر اصغر نہیں کہنا ہے۔ یہ تو ہم کہہ رہے ہیں تو اسی طرح حسینؑ کے ہر بیٹے کا نام علیؑ ہے کسی نے کہا علیؑ

کہاہاں اپنے باپ سے محبت اِسی طرح ماں سے محبت اور یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ حسینؑ کو ماں سے زیادہ محبت تھی یاباپ سے اس لئے ہر بیٹی کا نام فاطمہؑ رکھا۔ کبرٰاتو آپ نے نام کا حصہ بنایا صغرٰاتو آپ نے نام کا جُزو بنایا صغرٰاتو آپ نے نامِ فاطمہؑ کے ساتھ کہا حسینؑ ہر بیٹی کو کہتے تھے فاطمہؑ فاطمہؑ۔ بھئی کبرا صغرا کی بحث تو آپ کررہے ہیں۔ تو ایک فاطمہ حسنِ مثنیٰؑ کی زوجہ ہیں اب اُس کے علاوہ اور فاطمہؑ ایک مدینے میں فاطمہؑ ہیں تو امام حسین علیہ السّلام کی تقریباً چھ بیٹیاں تھیں تو یہ کیا بحث کہ کون تھیں یعنی حسنِ مثنیٰؑ کی جو زوجہ ہیں آپ صرف اُنھیں کو تسلیم کیوں کررہے ہیں امام حسینؑ کی دیگر بیٹیوں کے نام بھی فاطمہؑ ہیں، کتاب پڑھئے پتہ لگائیے۔ دیکھئے امام حسن علیہ السّلام کے اٹھارہ بیٹے ہیں گھر میں شادیاں ہورہی ہیں۔ جو شادی کے لائق تھے دونوں بھائی برابر کے ہیں کوئی فرق نہیں ہے کہ آگے پیچھے شادی ہوئی ہے۔ اولادیں بھی برابر کی ہیں۔ بھئی حسنِ مثنیٰؑ امام حسنؑ کے بیٹے کربلا میں چوبیس برس کے ہیں حسینؑ کے فرزند زین العابدین بھی چوبیس برس کے ہیں حسنؑ کی بیٹی فاطمہؑ زین العابدین کی زوجہ ہیں اور حسینؑ کی بیٹی فاطمہؑ حسنِ مثنیٰؑ کی زوجہ ہیں۔

اب سن لیجئے امام حسینؑ کی چھ بیٹیاں ہیں اور سب کا نام فاطمہؑ ہے ایک بیٹی حسنِ مثنیٰؑ کی زوجہ ہیں چھ بیٹیوں میں ایک بیٹی کا نام زینبؑ بنتِ الحسینؑ، ایک بیٹی کا نام اُمّ کلثومؑ، ایک بیٹی کا نام سکینہؑ، ایک بیٹی کا نام رقیّہؑ، یہ ہیں ساری بیٹیاں۔ ان کو ملانا نہیں ہے یعنی سب فاطمہؑ کہی جائیں گی اور شیخ صدوق نے لکھا کہ جو لوگ کہہ رہے ہیں کہ صاحب حسنِ مثنیٰؑ کی زوجہ فاطمہؑ تو صاف روایت ہے شیخ صدوق کی چھپی ہوئی کتاب ''امالی'' میں پڑھ لیجئے یہ کہ جن کو فاطمہ بنتِ الحسینؑ لکھا شیخ صدوق نے وہ کہتے ہیں کہ دربار میں فاطمہ کبرٰا روایت کرتی ہیں کہ جب میری طرف اشارہ ہوا تو

میں نے ڈر کی وجہ سے اپنے سے بڑی بہن کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا اس کے معنی ہیں جو فاطمہؑ مشہور ہیں جنھیں آپ فاطمہ کبرٰیؑ کہہ رہے ہیں اُن سے بڑی بھی ایک بہن موجود ہیں اور دو جگہ شیخ صدوق نے جنابِ کلثوم بنت الحسینؑ کا ذکر کیا۔ تو اتنی تحقیق کہاں ہوئی ہے کہ سب کے نام یاد ہو جائیں کتابیں اُٹھا کے دیکھئے۔ اب ظاہر ہے کہ اُن بیٹیوں کی شادیاں بھی کہیں نہ کہیں ہوئی ہوں گی، امام حسینؑ کی چھ بیٹیوں میں دو بیٹیاں کمسن معصوم ہیں جنابِ سکینہؑ اور جنابِ رقیہؑ لیکن چار بیٹیوں میں تین فاطمہؑ ہیں ایک فاطمہؑ بنت الحسینؑ جن کو اُمّ عبداللہؑ بھی کہتے ہیں یہ حضرت حسنِ مثنیٰؑ کی زوجہ ہیں۔ دوسری فاطمہؑ کبرا اور تیسری فاطمہؑ صغرا، چوتھی بیٹی زینبؑ بنت الحسینؑ اور پانچویں بیٹی اُمّ کلثومؑ بنت الحسینؑ اس طرح چھ کے بجائے سات بیٹیاں ثابت ہیں اور سکینہؑ اور رقیہؑ کو ایک ہی بیٹی کے دو نام تسلیم کریں تو چھ بیٹیاں مستند طریقے سے ثابت ہیں۔

اُن بیٹیوں میں سے کسی ایک کا عقد حضرتِ قاسمؑ کے ساتھ ہو سکتا ہے اِس مسئلے کو اتنا کاہے کے لیئے اچھالا جائے اس میں کیا حیرت کی بات ہے شادی ہوئی ہوگی اچھا رہ گیا شادی سے متعلق کہ بھئی یہ مہندی جو ہے دراصل مسئلہ یہ ہے کہ کربلا میں ہر شے کو شامل ہونا تھا تا کہ اُسے شکوہ نہ ہو حسینؑ سے اذن لیا ہے ہر شے نے پانی نے کہا آؤں حسینؑ نے کہا ٹھہر جا لیکن قیامت تک عزاداری میں رہے گا، سبیل کی شکل میں، مٹی نے کہا آؤں حسینؑ نے کہا نہیں ٹھہر جا، اس وقت مدد نہیں برداشت لیکن خاکِ شفا بنا دوں گا۔ ہوا نے کہا آؤں حسینؑ نے کہا نہیں ٹھہر جا، لیکن ہوا کے ذریعے ماتم مجلس پہنچاتی رہنا پیغمبر بن جا اے ہوا۔ آگ نے کہا آؤں کہا ابھی نہیں جب عزادار تجھ پہ چلیں تب آنا۔ تو ہر ایک نے اذن لیا کہ حسینؑ میں آپ کے ساتھ نسبت میں عزت دار بن جاؤں۔ گلاب کے پھول نے کہا آؤں، حسینؑ نے کہا ہاں بلندی

ملے گی تجھے تابوت علم تعزیئے میں تجھے سر پر رکھیں گے، شمع نے کہا میں آؤں حسینؑ نے کہا ایسی زندگی دوں گا اتنے بڑے بڑے بلب جل جائیں گے لیکن تو ہمیشہ روشن رہے گی روشنیوں کے شہر میں تجھے روشن کیا جائے گا۔ یہ شمع کو عزت حسینؑ سے ملی، خوشبوؤں نے کہا آئیں حسینؑ نے کہا آؤ لوبان، اگر حسینؑ نے کہا آؤ عزاداری میں شامل ہو جاؤ، چاندی نے کہا آؤں، حسینؑ نے کہا آجاؤ پنجہ بن جا تانبے نے گلٹ نے پیتل نے سونے نے جواہرات نے ہر شے چاہتی تھی عزاداری میں شامل ہو جائیں۔ ہر درخت نے پکارا ہر پہاڑ نے پکارا ہر مٹی نے پکارا ہر زمین نے پکارا، چاند نے پکارا، سورج نے ستاروں نے، آسمان نے، فرشتوں نے، جنوں نے، حسینؑ اپنی عزاداری میں سب کو بلاتے گئے آپ کیا چاہتے ہیں کہ بس آپ رہیں اور کوئی نہ رہے، ایسے میں مہندی نے آواز دی میں آؤں۔ (نعرۂ حیدری) مہندی نے یہ کہا کہ چاہے مٹی آئے یا پانی آئے یا ہوا آئے اے آقا حسینؑ مجھ کو ایک شرف حاصل ہے، حسینؑ نے کہا کیا؟ مہندی نے کہا میں دونوں بھائیوں کی یادگار ہوں۔ میں سرخ بھی ہوں میں سبز بھی ہوں، میں حسنؑ کی بھی ہوں میں حسینؑ کی بھی ہوں میں حسنیؑ بھی ہوں حسینیؑ بھی ہوں اور میر انیس نے کہا۔

دنیا میں ایک شجر ہے جس کو نہیں ہے چین
ظاہر غمِ حسن ہے تو باطن غمِ حسینؑ

ظاہر میں مہندی سبز ہے حسنؑ کی ماتم دار ہے۔ اب جو اندر سے سرخی نکلی تو حسینؑ کی ماتم دار بنی۔ رنگ چڑھا شہادت کا اور خوشبو ایسی کہ حسنیؑ بھی حسینیؑ بھی کیونکہ قاسمؑ کے رنگ سے منسوب ہوگئی اس لئے پاکیزہ ہوگئی۔ اب دیکھئے پاکیزہ ایسے ہوگئی کہ ہاتھوں میں لگانے کے بعد خواتین اُس کو سیراتی ہیں پھینکتی نہیں ہیں مہندی کو نہایت پاکیزہ تصور کیا

جاتا ہے۔مہندی کی رسم عرب، عراق اور ایران میں بھی پائی جاتی ہے۔آپ عراق چلے جائیں کوئی روضہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں مہندی کے چھاپے نظر نہ آتے ہوں۔امام حسینؑ، حضرت عباسؑ، حضرت حُر کے روضے پر عراق کی عورتیں ہاتھ میں مہندی لگا کر آتیں ہیں اور دیوار پر چھاپے لگاتی ہیں۔کہتی ہیں یہ ہماری منّت ہے، اب کوئی عراق میں جا کے سارے عوام کو روک لے۔وہاں تو روضۂ حُر پر حضرتِ حُر تک کی مہندی نکلتی ہے کسی کو کیا پتہ اب یہ مہندی صرف شادی کا سمبل نہیں رہی یہ عزاداری کا سمبل بن گئی تو یہ بیکس شادی کیوں یاد آتی ہے یہ مہندی یہ بتاتی ہے جلوس میں آ کر کہ تم سلامت تمہاری اولاد سلامت تمہارے گھروں میں مہندیاں باقی رہیں۔ایک گھر تھا وہ اُجڑ گیا تو میں اُس گھر کے ساتھ ہوں جو اجڑ گیا جہاں مہندی نہیں ہوئی تمہارے گھر کی آبادی اس سے رہے گی پاکیزگی بڑھ گئی اور ابھی آپ پڑھیں گے میری کتاب ''شہزادہ قاسمؑ کی مہندی'' میں کہ شیخ صدوق نے ہی امام جعفر صادق علیہ السّلام سے حدیث لکھی ہے کہ مومنہ عورت کو کبھی اپنے ہاتھ خالی نہیں رکھنا چاہئے ہیں ہمیشہ مہندی لگا کر رکھنا چاہیئے آگے کا جملہ ہے چاہے وہ اسّی برس کی بڑھیا کیوں نہ ہو حضورؐ کی حدیث ہے امام صادقؑ نے سنائی ہے شیخ صدوق نے ''امالی'' میں لکھی ہے کتاب چھپی ہوئی ہے خرید کے پڑھ لو۔حدیث اُس میں موجود ہے اب رہ گیا صاحب عرب میں مہندی نہیں تھی مشہور عربی کتاب ''مناقبِ شہر آشوب'' یہ کتاب بھی چھپی ہوئی موجود ہے مولانا ظفر حسن صاحب نے اُس کا ترجمہ کیا ہے۔اب اُس میں سے سناتا ہوں کہ جب کربلا میں خیام لٹے اُس میں جو سامان لُٹا تھا اُس میں مہندی بھی تھی اور جب لشکرِ یزید کی عورتوں نے وہ مہندی لگائی تو اُن کو سفید داغ کوڑھ ہو گیا۔مہندی خیام میں موجود تھی کوئی کہے عرب میں نہیں ہوتی۔دو روایتیں میں نے سنا دیں ہزار برس پرانے راوی کی تو بات سنا دی میں نے۔اور یہ شیعوں کی مستند

کتابیں ہیں اُس میں روایت ہے۔ اب کسی کو دیکھنا ہے تو کتاب کو پڑھ کر کے دیکھ لے بات تو ہے مطالعہ کی بات تو ہے پڑھنے کی۔ تقریر ختم ہوئی۔ کیا ہے مہندی سب سے مشہور خطیب شیعوں کے ذاکر جعفر شوستری جنھوں نے ایران عراق میں مجلسیں ایجاد کیں مجلسوں کی کتابوں میں انھوں نے جملہ لکھا ہے کہ نہ ہو مہندی کربلا میں لیکن قاسمؑ کے ہاتھ میں مہندی لگی اور وہ لہو کی مہندی تھی سہرا بندھا خون کی دھاروں کا سہرا تھا نجم آفندی نے کہا ہندی نوحے میں۔

پریم نگر کا پنتھی قاسمؑ موت سے بیاہ رچائے گیا
ہنسی خوشی کا جانا ٹھہرا دولھا بن کے آئے گیا

نجم آفندی کا مشہور نوحہ ہے۔ اور پھر جعفر شوستری کہتے ہیں کہ دُلھن کے ہاتھوں میں کنگن نہیں تھے اور مہندی نہیں تھی۔ دُلھن کے ہاتھ میں کنگن تھے۔ لیکن رسیوں کے کنگن تھے اور جب کلائی کا خون ہتھیلی تک آیا تو دُلھن کے ہاتھ میں مہندی بھی لگ گئی یہ تو مودّت کی باتیں ہیں۔ ارے بھائی یہ کربلا کو سمجھنے اور سمجھانے کی باتیں ہیں جس کے دل میں پیار محبت مودّت کا جوش ہوگا جہاں ممتا ہوگی ہونی چاہئے۔ ان باتوں کو سمجھنے کیلئے خواتین ہیں۔ مائیں ہیں جو اچھی طرح سے سمجھیں گی، اگر اُن کو اُمِّ فروہ سے محبت ہے تو یہ کہ قاسمؑ کو حسینؑ نے جانے نہیں دیا بار بار کہتے تھے تم میرے بھائی کی نشانی ہو قاسمؑ میں تمہیں کیسے جانے دوں تو یہ ماں کا استقلال تھا کہ خیمے سے آواز آئی بیوہ کا ہدیہ ہے حسینؑ رد نہ کیجئے قاسمؑ کو جانے دیجئے اور جس طرح قاسمؑ نے اجازت لی چچا کے گلے میں دونوں باہیں ڈال دیں۔ بہت پیار کرتے تھے قاسمؑ چچا سے بہت راج دلارے تھے چونکہ تین برس کی عمر میں یتیم ہو گئے تھے حسینؑ نے بڑا خیال رکھا اور علی اکبرؑ کی طرح قاسمؑ کو چاہا اور جب اجازت نہ ملی قاسمؑ سر کو جھکائے خیمے میں جا کے بیٹھ گئے ماں نے کہا بیٹا

تمہارے بابا حسنؑ نے دنیا سے جاتے وقت ایک تعویذ تمہارے بازو پر باندھا تھا اور کہا تھا جب بلا و مصیبت کا دن آئے تو اسے کھول کر پڑھ لینا قاسمؑ وہ پڑھو باپ کا وصیت نامہ پڑھا اُس میں لکھا تھا قاسمؑ ہم کربلا میں نہیں ہوں گے جب میرے بھائی حسینؑ پر دشمنوں کی یلغار ہوگی اگر میں ہوتا تو حسینؑ پر سے جان فدا کرتا۔ قاسمؑ اپنی جان حسینؑ پر فدا کردو۔ تحریر کو پڑھتے ہی خوش ہو گئے چہرہ کھل گیا حسینؑ کے پاس آئے کہا چچا یہ دیکھئے بابا کی تحریر۔ حسینؑ نے بھائی کی تحریر کو دیکھا آنکھوں سے لگایا سر پہ رکھا بوسہ دیا تحریر کو دیکھ کر رونے لگے۔ تو کہا قاسمؑ بھائی نے تمہیں ایک وصیت کی تھی اور ایک ہم سے وصیت کی تھی ایک بار خیمے میں آئے کہا وہ لباس لاؤ جو میرے بھائی حسنؑ کا لباس تھا۔ جنابِ زینبؑ نے لاکر لباس دیا امام حسینؑ نے کہا ارادہ یہ ہے کہ ہم قاسمؑ کا عقد کریں اور بے اختیار سر پہ عمامہ باندھ کر تحت الحنک کو سر کے اوپر لٹکا دیا لیکن ہائے جہان میں کسی کی ایسی شادی نہیں ہوئی حسینؑ نے تو گریبان پھاڑ دیا۔ قاسمؑ کا گریبان پھٹ گیا ارے یہی قاسمؑ کی بارات ہے یہی دولھا بن کے گھوڑے پہ چڑھے ہیں موت سے بیاہ ہے قاسمؑ کا ارے یہ تو جہاد ہے یہ دین کی خدمت ہے۔ زینبؑ نے کہا گریبان کیوں پھاڑ دیا کہا زینبؑ تاکہ اشقیا دیکھ لیں بچہ یتیم ہے میرے بچّے پہ رحم کریں۔ حسینؑ کا انتظام یہ اور انوارِ شہادت کتاب مقتل میں یہ جملے لکھے ہیں کہ واحد شہید قاسمؑ ہیں جن پر چاروں طرف سے تیر تو چلے لیکن پتھروں سے بھی مارا گیا اتنے پتھر چلے کہ چودہ برس کا بچہ زخموں سے چُور چُور ہوگیا۔ ہائے پتھر مارے جا رہے ہیں۔ لو ہوگئی تقریر تم جیو تم سلامت رہو تمہارے گھر آباد رہیں تمہارے بیٹوں کی شادیاں ہوں سہرے بندھیں مہندی نکلے قاسمؑ کے صدقے میں لیکن جب بیٹے کو دولھا بنانا تو قاسمؑ کو نہ بھولنا اُمِّ فروہؑ کو یاد کرنا کہ اُن کا بیٹا دولھا بنا کس طرح میدان میں گیا کچھ دیر کے بعد آواز آئی چچا

آپ پر سلام حسینؑ کو غیظ آیا کہا عباسؑ میرا قاسمؑ گھوڑے سے گر گیا دونوں بھائی چلے مگر یہاں گھوڑے سواروں نے قاسمؑ کو زندگی میں پامال کر دیا۔ اِدھر کے گھوڑے اُدھر دوڑائے جا رہے تھے اور قاسمؑ کی آواز آ رہی تھی۔ چچا بچایئے چچا بچایئے ارے حسینؑ گھوڑے سے اُترے اور کہا قاسمؑ مجھ پر بہت شاق ہے کہ تم چچا کو پکارو اور وہ تمہاری مدد کو نہ آ سکے۔

میر انیس کہتے ہیں:-

بھا گڑ میں خوں سے رن کی زمیں لال ہوگئی
دولھا کی لاش گھوڑوں سے پامال ہوگئی



باب ۔۔۔۔۔۔۱

عرب میں مہندی لگانے کی رسم

عورت کو ہاتھ میں مہندی لگا کر رکھنا چاہیئے :

علّامہ شیخ صدوق بن بابویہ قمی ''امالی'' میں لکھتے ہیں:۔

حَدَّثنَا مُحَمَّدُ بنُ مَوسیٰ بنِ المُتَوَکِلِ قَالَ حَدَّثنا مُحَمَّدُ بن یَحییٰ العَطَّارِ عَنَ اَحمد بن مُحَمَّدِ بن عیسیٰ عن اَحَمَدَ بن محمَّدِ اَبِی نَصِر البزنطی عن داود بن سَرحَانَ قَالَ قَالَ اَبُو عَبِداللّٰهِ لَا یَنبِغی لِلمَراۃِ اَن تعطل نفسها وَلَواَن تُعَلِّقَ فِی عُنقِهَا قَلَادَةً وَلَا ینبغِی اَن تَدَعَ یَدَهَا مِنَ الخضابِ وَلَو اَنَ تَسَمَّها بِالحَنَاءِ مَسَّاوَانِ کَانَت مَسنَةً

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ عورت کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو (امکان کی صورت میں) بغیر زیور کے رکھے، خواہ وہ گلو بند ہی کیوں نہ ہو اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو بغیر خضاب کے رکھے خواہ ہاتھوں پر مہندی ہی کیوں نہ لگائے اور بوڑھی ہی کیوں نہ ہو چکی ہو۔

کربلا میں مہندی کا وجود:

علّامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مازندرانی ''مناقب'' میں لکھتے ہیں:۔

''جب خیموں کوتاراج کیا گیا اور مال واسباب لوٹا گیا تو فوجِ یزید نے مالِ غنیمت میں مہندی بھی پائی اور جس جس عورت نے وہ مہندی اپنے ہاتھوں میں لگائی اُس کے ہاتھ سفید (برص ہوگیا) ہوگئے''۔ (مناقب شہرآشوب)

مدینے میں مہندی:

حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام ارشادفرماتے ہیں:-

واقعہ کربلا کے بعد کسی ہاشمی عورت نے نہ مہندی لگائی نہ سر میں تیل ڈالا نہ آنکھوں میں سرمہ لگایا تااینکہ مختار نے ابنِ زیاد کا سر روانہ کیا۔ (بحارالانوار جلددس صفحہ ۲۳۵)

مہندی قاسمؑ کیا ہندورواج سے عبارت ہے؟

مسئلہ: کیا ارشاد ہے اس مسئلے میں کہ جس طرح مہندی رواسمِ اہلِ ہند سے ہے اُسی طرح سے مانجھا، سانچق [1] اور برات بھی اہلِ ہند کی رسموں میں سے ہے پھر مہندیٔ حضرت قاسمؑ کو کیا خصوصیت ہے؟

جواب: یہ عاصیانہ شبیہ ہے جو قابلِ اعتناءنہیں ہے بہت سے رواسم اہلِ ہند میں اس قسم کے ہیں چنانچہ دستور ہے کہ بچہ پیدا ہونے پر خوشی کی جاتی ہے۔ شیرینی

([1]۔ سانچق ایک رسم ہے جو مانجھا اور مہندی کے بعد ہوتی ہے جس میں بری کے ساتھ میوہ، دہی کی مٹکیاں وغیرہ دلھن کے گھر بھیجی جاتی ہیں اور خمیری روٹیاں، بڑھیاں اور چنے کی دال پکا کر دولھا کے خاندان میں تقسیم کی جاتی ہے۔)

تقسیم ہوتی ہے سٹھورا عوام میں بٹتا ہے، اس لحاظ سے تیرہ رجب کو کونڈے شیرینی کے ہوتے ہیں، سٹھورا کیوں نہیں بنتا، چھٹی کیوں نہیں کی جاتی۔ شب براءت میں حضرت حمزہؑ کی فاتحہ کا دستور ہے روٹی اور حلوہ کیوں بنتا ہے، حاضری کیوں نہیں بنتی، حضرت عباسؑ کا علم اُٹھتا ہے، بارہ علمدارِ لشکر تھے ان کا علم کیوں نہیں اُٹھتا۔ جنازہ و

تابوت اُٹھتا ہے غسل وکفن ودفن کیوں نہیں ہوتا۔

یہ سب لغو خیالات ہیں مہندی کو خصوصیت یہی ہے کہ اصل اس کی عرب وعجم سے بھی ہے اضافہ وترقی اہلِ ہند نے کی، حنابندی عرب وعجم میں بھی ہوتی ہے وہی رسم اہلِ ہند میں اس طرح ہوتی ہے خصوصاً کاغذی مہندی جو ہند میں مرسوم ہے اس کا وجود صاف بتاتا ہے کہ یہ انھیں اطراف عراق وایران سے آئی ہے اس لیئے کہ مہندی کاغذی شبیہ تختِ رواں ہے جو سواری روسا وشاہزادگان عجم سے ہے جس میں روساء اور شاہزادگان علماء وعمائد کی نعشیں اُٹھائی جاتی ہیں۔ پس مہندی کا رواج یا اس وجہ سے ہے کہ اس کو تابوتِ جنابِ قاسمؑ قرار دیا ہے یا بغرض سواری ہے جس طرح دُلدُل، محمل، کجاوہ بناتے ہیں۔ مہندی بشکل تخت رواں اسی لئے بناتے ہیں کہ عروسِ جنابِ قاسمؑ شتران بے کجاوہ وعماری پر شہر بہ شہر پھرائی گئی۔ پس مہندی کو مثل دلدل وکجاوہ ومحمل سواری سمجھنا چاہیئے۔ اسیرانِ کربلا نہ محمل وکجاوہ پر سوار ہوئے نہ تختِ رواں پر، پس جو دلیل اباحت محمل وکجاوہ کے واسطے ہے وہی مہندی کی ہے۔ اَب رہا مہندی شبیہ تام تخت رواں کی نہیں ہے تو اس کی وجہ مثل تعزیہ وضریح کے تصرفات وتغیرات اہلِ ہند ہے۔

کیا مہندیٔ قاسمؑ کی شبیہ بنانا جائز ہے؟

مسئلہ: کیا ارشاد ہے اس مسئلے میں کہ مہندی شبیہ عروسیٔ قاسمؑ ہے یا نہیں اور اگر یہ شبیہ ہے تو اس کا بنانا جائز ہے کہ نہیں؟ علمائے عراق نے فتاویٰ میں فرمایا ہے کہ شبیۂ عروسی ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے؟

جواب: علمائے عراق کو سوال کے ذریعے مشتبہ کیا گیا ہے، مہندی کو شبیہ عروسی قرار دے کر یہ باور کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ گویا دلھن ودولھا بھی بنتے ہیں جس کو اشتباھاً حضرات علما نے حرام فرمایا ہے۔ پس اولاً یہ امر قابلِ غور ہے کہ کیا مطلق شبیہ بنانا جائز

نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر تعزیہ، علم، تابوت، دُلدل، گہوارۂ محمل کجاوہ یہ سب شبیہیں ناجائز ہوں گی۔ "ولم یقل به احد من علمائنا" ۔ (ہمارے کسی عالم نے ایسا نہیں کیا) بلکہ علماء کے نزدیک جائز و مباح ہے بلکہ بعض تو مستحب ہیں جو منصوص ہیں۔ اب تک سیرتِ علما میں سے یہ امر تھا کہ مخالفین کے جواب میں برابر ان چیزوں کا مباح ہونا ثابت کرتے تھے اور ادلّہ باہرہ و براہینِ قاہرہ سے ساکت اور مجموج (وہ جس پر حجت تمام ہو) فرماتے تھے اس لئے کہ تصویر ذی روح کی مجسم بنانے کو حرام کہا گیا ہے غیر ذی روح کی تصویر کو حرام نہیں کہا گیا ہے، اہلسنّت تک مجبور ہیں تعزیہ وغیرہ اور مطلق غیر ذی روح کی تصویر کو جائز ماننے پر اگر تصویر روضہ و قبر بدعت و حرام ہوتی تو خود کتب معتبرہ اہلسنّت میں اس کی تصویر کیوں ہوتی، دلائل الخیرات اور شرح دلائل میں تصویرِ قبرِ رسولؐ اور شیخین کی قبروں کی تصویر بنائی ہے۔ روضۃ الاحباب میں آنحضرتؐ کے نعلین کی تصویر بنائی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ نعلین کی کاغذی تصویر کٹی ہوئی میرے پاس رکھی ہوئی ہے جس پر دستخط و تصدیق حضرت خواجہ ابونصر کے ہاتھ کی ہے اور تصویرِ نعلین کو اپنے پاس رکھنے کے فضائل بھی بیان کئے ہیں اور ایک نظم بھی ابوالخیر محمد بن محمد بن الجوزی کی نقل کی ہے پس جو جلدِ گاؤ سے بنی ہوئی ہو اُس کی تصویر و شبیہ کا بنانا حرام و ناجائز نہیں تو تعزیہ و ضریح تو اُس بزرگ کی قبر کی شبیہ ہے جس کی جلد، جلد رسولؐ، جس کا گوشت، گوشتِ رسولؐ، اور خون خونِ رسولؐ ہے، اُس کا بنانا کس دلیل سے حرام قرار پائے گا۔ فاضل عبدالحق محدث دہلوی نے ''ماثبت بالسّنة '' میں قبرِ شیخین رسول اکرمؐ کی قبرِ مطہر کی قریب بنائی ہے اور ملا جامی نے فتوح الحرمین میں مکہ معظّمہ، وجبل ابوقبیس اور احد و بقیع، صفا و مروہ اور مدینہ منورہ کی صورتیں بنائی ہیں۔ یہ سب کیونکر جائز اور بدعت محرمہ نہ ہو اور اس سے بالاتر یہ امر ہے کہ ام الصبیان گڑیاں

کھیلتی تھیں اور رسولِ خداؐ راضی تھے۔ جمع بین الصحیحین میں روایت ہے کہ ’’**عن عائشة قالت: كنت العب البنات عندالنبیؐ وكانت لی صواحب تلعبن معی وكان رسول اللّٰه اذا دخل تیقن منه فیشیرالیهن فیلعبن معی** ‘‘حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرتؐ سے شادی کے بعد گڑیوں سے کھیلتی تھی اور میری چند سہیلیاں بھی میرے ساتھ کھیلتی تھیں، جب آنحضرتؐ تشریف لاتے تھے تو وہ چھپ جاتی تھیں (پردہ کرتی تھیں) پھر آپ اشارہ کر دیتے تھے تو وہ پھر میرے ساتھ کھیلنے لگتی تھیں۔ صاحب جامع الاصول ابن اثیر اپنی کتاب النہایہ میں لکھتے ہیں۔ ’’**هٰكذا فی حدیث عائشه كنت العب البنات ای التماثیل التی تلعب بها الصبایا**‘‘۔ ایسا ہی حدیثِ عائشہ میں ہے کہ میں ’’البنات‘‘ سے کھیلتی تھی یعنی گڑیوں سے جن سے لڑکیاں کھیلتی ہیں اور فیروز آبادی ’’قاموس‘‘ میں لکھتے ہیں کہ۔ "**البنات التماثیل الصنعار تلعب بها الجواری**" (یعنی بنات چھوٹی گڑیوں کو کہتے ہیں جن سے لڑکیاں کھیلتی ہیں) فضل بن روز بہان اپنے اِن بڑے بڑے علماء کی تحریروں سے گریز کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ گڑیاں آدمی کی شکل کی نہیں بلکہ گھوڑے کی شکل کی تھیں، بے شک اب جائز ہو گیا گھوڑا۔ فضل بن روز بہان کے نزدیک گھوڑا جان دار نہ تھا اور ضریح وتعزیہ و شبیہ ذی روح ہے جو حرام کہا جاتا ہے؟ مختصر یہ ہے کہ اہلِ سنت کو بھی ان کو حرام کہنے کی مجال نہیں چہ جائیکہ مدعی تشیع ایسا کہے۔ اس واسطے کہ خود علمائے اعلام **خلفاً عن سلفٍ** اجازت دیتے رہے خود بانی بنے اور ہمیشہ مشغول ومنہمک رہے، حرمت کیا عدم رجحان کا بھی کوئی قائل نہیں، بلکہ شبیہ قبر وضریح کا بنانا تو منصوص ہے۔

چنانچہ شیخ مفید، شیخ شہید ثانیؒ اور سید ابن طاؤس نے آدابِ زیارتِ قبرِ رسولؐ خدا

بنا کر سامنے رکھنے کا حکم ہے۔ اسی طرح سے شیخ الطائفہ الطّوسی نے عبداللہ بن سنان سے مصباح المتہجد میں روزِ عاشورہ کے اعمال میں ایک طویل حدیث امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے اُسی کے ذیل میں یہ الفاظ ہیں۔

"ثم اخرج اِلی الارض المقضرة او مکانٍ لایراك به احدا و تعمد الی منزل لك فقال او فی خلوة منذحین یرتضع النهار فیصل اربع رکعات تحسن رکوعها و سجودها۔ الی ان قال۔ ثمّ تمثل لنفسك مصرعه ومن کان معه من ولده واهله و تسلم و تصلّی علیه... الیٰ آخر الحدیث"

یعنی پھر تم دور افتادہ زمین کی طرف نکل جاؤ یا ایسے مقام پر چلے جاؤ جہاں کوئی تمہیں دیکھ نہ سکے یا پھر اپنے گھر میں کسی اندرونی کونے میں چلے جاؤ یا فرمایا کہ خلوت میں چلے جاؤ یہاں تک کہ دِن نکل آئے پس چار رکعات نماز پڑھو اور اس میں اچھی طرح رکوع و سجدے کرو۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا۔ پھر اپنے سامنے اُن کی قبر کی اور اُن کے اصحاب و اولاد کی قبروں کی۔ شبیہیں بنا کر رکھ لو پھر اُن پر صلاۃ وسلام بھیجو..... آخر حدیث تک۔ اور اسی حدیث کو باختلافِ سند اور تفسیر الفاظ سیّد ابن طاؤس نے کتاب ''الاقبال'' میں درج کیا ہے۔ **''وتمثل بین یدیك مصرعه و نفرغ ذهنك و جمیع بدنك و تجمع له عقلك''**۔ اپنے سامنے اُن کی قبرِ مطہر کی شبیہ بنالو اور اپنے ذہن اور سارے بدن کو دیگر امور سے بے پرواہ کرلو اور اُس کی طرف پوری عقل مجتمع کرلو۔ یہ کلمات صاف دلیل ہیں شبیہ ضریح وغیرہ بنانے پر پس شبیہ ضریح بالخصوص مستحب ہے اور باقی شبیہیں مثل اسی کے جائز ہیں بنا بر اصل اباحت کے۔ پس یہی وجہ ہے کہ عراق وایران و ہندوستان میں ہمیشہ سے رائج و شائع

ہے اور بالتصریح علما اعلام نے ذکر بھی کیا ہے۔ مثل محقق قمی کے اُنھوں نے بالتصریح حکم جوازِ مجلسِ شبیہ دیا ہے کیونکہ اس کا باعث امرِ حسینؑ کا احیاء ہے اور جناب حاج آقا میرزا ابوالفضل طہرانی نے بھی جائز و مباح لکھا ہے اور ضمناً فتویٰ سرکار میرزا شیرازی رحمتہ اللہ بھی جواز پر معلوم ہوتا ہے خصوصاً وہ مجالس شبیہ جو ایران وغیرہ میں مرسوم ہیں جن کا عشر عشیر بھی برصغیر میں نہیں ہوتا ان کو بھی مطلق جائز کہا ہے۔ البتہ یہ حکم اس وقت تک ہے کہ منکرات کو مضمن نہ ہو اور حق یہ ہے کہ کوئی دلیل عدم جواز شبیہ کی نہیں ہے پس اگر رسمِ مہندی کو شبیہ عروسی بھی قرار دیں تو بھی ناجائز نہیں کیونکہ کسی ذی روح کی شبیہ نہیں بنتی نہ دولھا بنایا جاتا ہے اور نہ ہی دلھن اور نہ ہی رسم عقد وغیرہ ادا کی جاتی ہے۔ جن حضرات نے حکم ناجوازی دیا ہے اُن سے تدلیس کی گئی ہے کیونکہ ایران میں دولھا اور دلھن بنائے جاتے ہیں جس کی علما مخالفت کرتے ہیں اور کیا فرق ہے شبیہ عروسی قاسمؑ اور شبیہ شہادت قاسمؑ کی ناجوازی میں جیسا کہ سمجھا گیا ہے؟ ثانیاً یہ مہندی شبیہِ عروسی نہیں ہے بلکہ شبیہِ مقدمۂ عروسی ہے اس لیے کہ دولھا اور دلھن نہیں بناتے نہ عقد خوانی ہوتی ہے جس کی بنا پر عروسی کہی جائے اور مہندی جنابِ قاسمؑ کو کوئی ربط عروسی سے بھی نہیں ہے۔ اس لیے کہ مہندی کو عوام کالانعام بھی شادی قاسمؑ یا شادی فاطمہ کبریٰ نہیں کہتے بلکہ یہ مہندی عزا کی ہوتی ہے اور موجب بُکا۔ وابکاء ہے، خصوصاً من مجملہ رواسم ہند بالخصوص رواسمِ لکھنؤ سے یہ ہے کہ بن بیاہے نوجوان کے جنازے پر سہرا باندھتے ہیں جو اُس نوجوان کی شادی کی یاد تازہ کرتا ہے کہ اگر تم زندہ ہوتے تو ہم یوں سہرا باندھتے یوں ارمان نکالتے یوں شان وشوکت سے بیاہ کرتے وغیرہ وغیرہ لہٰذا مہندی اس امر کو یاد دلاتی ہے کہ اگر جنابِ قاسمؑ کی شادی ہوتی تو مہندی ہوتی یا یہ کہ شادی بے ساز و سامانی میں ہوئی ہم اُسے مبدل بہ ساز وسامان کرتے ہیں کہ اگر ہم ہوتے تو اس طرح

شان و شوکت سے کرتے۔ اور یہ شبہ کہ پھر مہندی حضرت قاسمؑ سے کیوں مخصوص ہے اور بھی شہزادے بن بیاہے شہید ہوئے حضرت علی اکبرؑ، حضرت عبداللہ بن حسنؑ وغیرہ اُن کی مہندی کیوں نہیں ہوتی۔ یہ شبہ بھی عصبیت کی وجہ سے ہے اِس واسطے کہ علمدارِ لشکر صرف حضرت عباس نہ تھے اور بھی علمدار تھے اُن کے علم کیوں نہیں اُٹھتے۔ سقایہ بنی فاطمہ صرف حضرت عباس نہ تھے بریر صحابی بھی تھے اور اُن کے اصحاب بھی اُن کی مشک بھی علم میں لٹکانی چاہیئے۔ حضرت علی اکبرؑ اپنے شیر خوار برادر کے واسطے ایک مرتبہ ڈولچی میں پانی لائے تھے اُن کی ڈولچی کیوں نہیں بنتی، حاضری حضرت عباس سے کیوں مخصوص ہے دیگر شہدا کی حاضری کیوں نہیں ہوتی۔ بہر حال اس قسم کے شبہات لغو ہیں جن کو کسی شے کی اباحت و حرمت سے کوئی تعلق نہیں اور ایسے ہی عامیانہ خیالات نے عوام کو بہکا رکھا ہے۔ (عروسِ قاسمؑ.... سیّد احمد علامہ ہندی صفحہ ۱۷ تا ۲۳)

باب ۲

خیمہ گاہ کربلائے مُعلّیٰ میں حجلۂ عروسیٔ قاسمؑ

کتاب شہر حسینؑ (نوشتہ محمد باقر مدرس)

شمالی غربی کی جانب۔ صحن میں ایک چھوٹا سا کمرہ بنا ہوا ہے جس کو حجلہ قاسمؑ کہا جاتا ہے۔ اگر چہ یہ تصوراتی ہے۔ اور جب خیمہ گاہ تعمیر کی گئی۔ عام طور پر تو یہ حجلۂ قاسم خاص طور پر بنایا گیا ہے۔

(حاشیہ: تمام عوام۔ جو اِس کو دیکھتی ہے) تو اُن کے ذہن روشن ہوتے ہیں۔ اگر چہ یہ شہرتِ موہومی تاریخی ہے۔

چونکہ امام حسینؑ بن علیؑ کے صرف دو بیٹیاں تھیں اور اُن کے نام۔ سکینہؑ بنتِ ربابؑ و فاطمہؑ اور دوسری بیٹی کا نام بھی سکینہؑ تھا مگر وہ سکینہؑ بنتِ اُم اسحاق بنت طلحہ تھی۔

اس میں سے ایک بیٹی سکینہؑ کے بارے میں شیخ طبرسی نے کتاب (اعلام الوریٰ) میں لکھا ہے کہ حادثۂ کربلا سے پہلے ہی۔ اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن حسنؑ سے شادی کی نسبت طے کر دی گئی تھی۔ اور عبداللہ نے (رُخصتی سے پہلے ہی) کربلا میں شہادت پائی۔ (مؤلف خیرات الحسان) نے اِن سکینہؑ کے شوہر۔ اوّل کو۔ عبداللہ بن حسنؑ۔ شہیدِ طف لکھا ہے اور یہ بانو (بیٹی بھی) اور دیگر مستورات کے ساتھ کربلا میں موجود

تھیں۔ موافق۔ خطابِ امام حسینؑ کے آپ نے روزِ عاشورہ اِن کو خیر النسواں کہا ہے اور اے بہترین زنان کہہ کر مخاطب کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی زُمرۂ زنان میں تھیں۔

حجلۂ قاسمؑ کے بارے میں کسی کو بھی کبھی کوئی اعتراض نہیں ہوا اور ایسا ہوگا بھی نہیں۔ کیونکہ یہ نشانیاں شوکتِ اسلام کا سبب ہیں۔ ان سے دین وایمان روشن ہوتا ہے۔ اب فاطمہؑ کی شادی کے بارے میں امام حسینؑ نے حضرت حسن مثنیٰ فرزندِ امام حسنؑ کو یہ اختیار دے دیا تھا کہ وہ سکینہؑ سے شادی کریں یا فاطمہؑ سے۔ تو حضرت حسن مثنیٰ کو شرم دامن گیر ہوئی۔ پھر امام حسینؑ نے ہی فرمایا کہ فاطمہؑ بیٹی کو جو میری مادرِ گرامی سے شباہت رکھتی ہے۔ تم سے تزویج کرتا ہوں۔ اس لیے حسن مثنیٰ مع اہل واعیال کے (فاطمہ) کے کربلا میں موجود تھے۔ اور اِن کی نسل سے ہی۔ ساداتِ حسینی اور طباطبائی ہیں۔ اور جناب حسن مثنیٰ کے بارے میں (تاریخ مقاتل) نے لکھا ہے کہ کربلا میں بہت زیادہ زخمی ہوکر بے ہوش ہوکر لاشوں کے درمیان پڑے ہوئے تھے ان کے بازو بھی کاٹ دیے گئے تھے۔ اور رمقِ جان ہی باقی تھی۔ ایسی ناگفتہ بہ حالت میں اسما بنت خارجہ فرازی اِن کی دائی موجود تھیں انھوں نے عمر بن سعد سے سفارش کی اور اُس نے اِن کی سفارش قبول کرلی اور جنابِ حسن مثنیٰ کو لاشوں میں سے اُٹھوا کر کوفے لایا گیا اور علاج کرایا گیا۔ جس سے انھوں نے صحت پائی اور یہ حسن مثنیٰ نیک، متقی فاضل لوگوں میں سے تھے اور حضرت علیؑ کے شعبۂ صدقات کے منتظم بھی تھے۔

سعید صاحب نے (کتابِ طوف میں) یہ واقعاتِ حسن مثنیٰ، زخمی ہونا، ہاتھ قطع ہونا۔ اور اسماء بن خارجہ فرازی کی سفارش وغیرہ حالات درج کیئے ہیں۔ اس بناء پر فاطمہ وسکینہ کہ جو واقعاتِ کربلا تک شادی شدہ تھیں اِن دو بیٹیوں کے علاوہ تاریخ نے

اور کوئی بیٹی نہیں بتائی ہے۔ مگر بعض کتبِ مقاتل میں بنام فاطمہ صغریٰ کہ جس کو بیماری کے سبب مدینے میں چھوڑا تھا۔ (ان کے لیے ایسا کہا گیا ہے) اور اگر یہ بات صحیح بھی ہوئی تو فاطمہ صغریٰ تو کربلا میں موجود ہی نہیں تھیں کہ اُس کے بارے میں بساطِ عروسی بچھائی جائے۔ پس یہ بات دریافت طلب ہے کہ کونسی بیٹی کی روزِ عاشورہ امام حسینؑ نے تزویج کی حضرت قاسمؑ سے لیکن۔ خیال ایک اور طرف جاتا ہے کہ سید الشہدا کی ایک بیٹی زینبؑ تھی۔ ان کے بارے میں کچھ کتابوں میں حالات مرقوم ہیں البتہ وہ صغر میں انتقال کر گئیں تھیں۔

اب یہاں کچھ شکوک پیدا ہوتے ہیں کہ جوان سالہ بیٹی کو اگر کم عمر بچے سے تزویج کر دیا جائے تو ایجاب کی ضرورت ہے۔

اور یہ بھی بات مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ جب قاسمؑ بن الحسن سے بڑے بھائی موجود ہوں۔ مثل حسن اور عبداللہ کے احمد کے عمر کے کہ بڑے بھتیجوں کو چھوڑ کر۔ چھوٹے بھتیجے حضرت قاسمؑ سے تزویج کی جائے۔

امام حسینؑ کو ایسی کیا ضرورت درپیش آ گئی تھی کہ ایسا بے ضرورت عمل ایسے وقت میں بجالانا ضروری تھا۔ جب کہ امام حسین زمانے بھر کے تجربہ کار تھے۔ اور جناب شیخ جعفر شوستری صاحب نے اپنی کتاب (فوائد المشاہد) میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ جھوٹا ہے اور عقل اس بات کی گواہی نہیں دیتی ہے۔

کتبِ تاریخ سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے۔ (صرف شیخ فخر الدین نے ہی ذکر کیا ہے)۔ اور اس حجلے کے بارے میں کوئی عیب یا نقص بیان نہیں کیا گیا ہے اس لیے کہ تاریخی اِن شواہد سے بہترین خدمتِ اسلام ہوتی ہے۔

حاجی بکتاش: جو شیعوں کے لیے بھی قابلِ اعتبار ہیں۔ مذہبِ صوفیہ کے زبردست

عالم ہیں اور (عبدالمومن الددہ) کے نام سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔انھوں نے امام زین العابدین کے تذکرے میں کچھ باتیں لکھی ہیں۔

فخرالدین طریحی صاحب نے مجمع البحرین میں (منتخب) میں کہ جو مرثیے وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے نقل فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب میں کوئی مدرک بات نہیں پائی۔اسمِ مولف (منتخب)

فخرالدین بن محمد بن علی بن احمد بن طریح: جو کمیل کی طرح کے فاضل علما سے ہیں۔طریح مشہور ہو گئے ہیں اور یہ شیخ مجلسی اور حضرت حرِ عاملی کے ساتھیوں میں سے ہیں۔اور اکتیس کتابیں اُن کی یادگار ہیں۔مثلاً مجمع البحرین۔جو لغت ہے۔اور یہ عراق کے قریۂ رماح سے متعلق ہیں اور سال ۱۰۸۵ میں۔رماحیہ میں ہیں انتقال کر گئے اور ان کی لاش کو نجف لے گئے تھے وہیں دفن کر دیا۔(ریحانۃ الادب ج ۳، صفحہ ۳۰)

اور مرحوم علامہ ممقانی نے (شفیع المقال) میں ترجمۂ قاسمؑ بن الحسن کے بارے میں لکھا ہے کہ میں نے اور کافی علماء نے اس بارے میں کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

اور یہ ممکن ہوسکتا ہے کہ یہ بانو (فاطمہ عروس) کی نسبت کتخدائی۔ان کے چچا زاد بھائی سے نزدیک ہی قرار پا گئی ہو۔اور یہ بانو کربلا کے دشت میں اہلحرم کے ساتھ ہو۔(یہ فاطمہ نہ تھی) اور عروس کہنا تو ایک عام رواج ہے۔البتہ تاریخ کربلا میں ذکر ضرور آیا ہے کہ قاسمؑ بن الحسن سے تزویج ہوئی ہے۔

ابو نصیر بخاری کا کہنا ہے کہ فاطمہ کے۔حسن مثنیٰؑ سے تین بیٹے۔عبداللہ محض، ابراہیم، حسن تھے اور ۲ بیٹیاں۔زینبؑ و امّ کلثومؑ تھیں۔اور عبداللہ محض سے دو بیٹے بنام محمد نفس ذکیہ و ابراہیمؑ قتیل باخمرا تھے۔اور اکثر ساداتِ حسنی اور طباطبائی۔یہ سب حسن مثنیٰ کی ہی نسل سے ہیں اور یہی وجہ تھی کہ جدّ بزرگوار حضرت علیؑ نے اُن کے حق میں

فرمایا تھا کہ بقیۃ السیف اولاد میری نسل میں ہوگی اور باقی بقیۃ السیف ہوگی جو کربلا میں ہوگی۔ سید محمد موسوی خراسانی کہ جن کا سلسلہ ابراہیمؑ حجاب تک جاتا ہے اور بعض کے مطابق امام رضا تک اور یہ بات نسبی سلسلے والی نہیں ہے۔

اور یہ آخرِ قرن دہم میں تعمیر ہوئی ہے اور اس کے پہلو میں دوسرا کمرہ بنا دیا گیا ہے اور اس دوسرے کمرے کو اپنا عبادت خانہ قرار دے لیا اور اس کے چاروں طرف کچھ درختِ خرمہ لگائے تھے جو ابھی تک خرمہ کے باغ کی شکل میں موجود ہیں اور یہ باغِ خرمہ خیمہ گاہ کے چاروں طرف ہے۔ جس کو بُستانِ الددہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

اب یہاں ہر کچھ مختلف رائے ہوگئی ہیں کہ اِن دونوں میں سے کون سی جگہ کو امام زین العابدینؑ کی یادگار کہا جائے۔ آیا اُسے جو خیمے گاہ میں داخل ہے۔ یا اُس کو جو کہ غرب کی طرف عمارت بنائی گئی ہے اور اسے ہی حجلۂ قاسمؑ کہا جاتا ہے۔

اور بکتاشی (صوفی عالمِ دین نے) اِن تاریخی باتوں کو سچا نہیں مانا ہے۔ اور اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کیونکہ یہ وحی کے عقیدے والے لوگ ہیں اور تاریخی اعتبار سے قابلِ اعتماد نہیں مانا ہے۔ شاہد سوم: مرزا ابوطالب جو اپنے زمانے کے مشہور عالم ہیں جن کو (مسیر طالبی) کہتے تھے۔ کربلائے معلّٰی کی زیارت کو ۱۲۱۷ ہجری میں گئے تو آپ نے فرمایا کہ جناب آصف الدولہ لکھنوی ہندی نے امام زین العابدین کا مقام بنانے کے لیے ایک خاص (فنڈ) مقرر فرمایا تھا۔ حالانکہ اُس وقت ترمیمات مکمل نہیں ہوئی تھیں۔

اور پتہ چلتا ہے کہ مقامِ زین العابدینؑ خیمہ گاہ میں مخصوص ہے اور دوسری کسی بات کا تذکرہ نہیں ہے۔

شاہدِ چہارم: سید محمد حسین بردار۔ آلِ طعمہ۔ عالمِ بزرگ نے اپنی پوری کی پوری

زندگانی حادثۂ کربلا کے لکھنے میں صرف کردی۔ انھوں نے بھی خیمہ گاہ کی تفصیل نہیں بتائی ہے۔

اور مدارک قدیمہ۔ موجود۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ محل خیمہ گاہ سے تا آخرِ سال ۱۲۷۲ یہ مقام محلّہ آلِ عیسیٰ کہلاتا تھا۔ پھر اس کا نام محلّہ مخیم یا مقبرۂ مخیم رکھا گیا۔

بلکہ نسبتِ اصطلاحی، بمعنی سر سلسلہ۔ خرقہ ہے۔ اس لیے مشائخ حضرات سلسلۂ بمعروف کرخی سے ملاتے ہیں۔ انھوں نے بھی اس فرقے کی غرض کے لیے امامِ رضا سے حاصل کیا ہے۔ (مدینۃ الحسین) سلسلہ۲۔ صفحہ۲۴۔ امسیر طالبی۔

پانچویں گواہی: قوانینِ جنگ ہمیشہ بدلتے رہے ہیں۔ کیونکہ لڑنے والی دونوں فوجوں کا کم از کم فاصلہ ایک میل یا دو میل ہوتا تھا کیونکہ اگر ہم مقتلِ حسینؑ سے اندازہ لگاتے ہیں تو ۳۵۰ میٹر کا فاصلہ جنگ گاہ سے قتل گاہ تک ہے۔ اور ایک یا دو میل کا فاصلہ تو لازمی رکھا جاتا تھا خواہ وہ جنگ تیر کی ہو تلوار کی ہو یا نیزے کی ہو کیونکہ دونوں پہلوانوں کا میدانِ جنگ میں گھوڑا دوڑانا۔ تیر چلانا لازمی تھا اور یہ فاصلہ ۲ میل تک اسی لیے رکھا جاتا تھا کہ اگر تیروں کی جنگ ہوگی تو خیموں تک تیر نہیں آئیں گے اور لوگ محفوظ رہیں گے۔ اور جگہ کافی مل جائے گی۔

اگر اس طرح خیال کیا جائے کہ دونوں فوجوں کے درمیان کم از کم فاصلہ ایک میل ہونا چاہیے تو کم از کم ۱۶۰۹ میٹر کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔ اس لیے کہ جنگاہ میں دونوں فوجوں کا درمیانی فاصلہ اگر آدھا میل قرار دیا جائے تو ۱۶۰۹ میٹر کا آدھا ۸۰۴ میٹر فاصلہ بنتا ہے جبکہ امام حسینؑ کی جنگاہ سے قتل گاہ کا کل فاصلہ ۳۵۰ میٹر ہے۔ اور بالکل سیدھ میں ہے اس طرح خیمہ گاہ کی جگہ اور کوئی قرار دی جائے کہ فاصلہ صحیح قرار پائے اور تاریخ کے اعتبار سے اور جغرافیائی اعتبار سے صحیح جگہ مقرر ہو سکے۔ پس اِن شواہدات سے پتہ

چلتا ہے کہ خیمہ گاہِ حسینؑ اور قتل گاہ شمال غرب میں باب السلام کی پشت کی طرف ہے اور یہی ہمارا نظریہ ہے۔ (''شہرِ حسینؑ'' صفحہ نمبر ۳۳۰ تا ۳۳۳)

خیمہ گاہِ کربلا میں حجلۂ عروسیٔ قاسمؑ سے متعلق مولانا سیّد کلبِ صادق (لکھنؤ) کا بیان

جناب قاسمؑ کے عقد کے بارے میں زبردست اختلاف ہے۔ طرفین سے کئی رسالے اثبات و انکار میں شائع ہوئے۔ میرے خیال میں یقین کا دعویٰ طرفین سے بے محل ہے لہٰذا جس طرح اکثر و بیشتر واقعاتِ کربلا کا ذکر **تسامح فی اولّة السنن** کی بناء پر جائز و صحیح ہے اسی طرح ذکرِ عروسیٔ قاسم بھی ہے۔ کربلائے معلیٰ میں حجلۂ عروسی اب تک موجود ہے اور مشہور ہے کہ اولاد کے واسطے دعا اس حجلہ میں ضرور قبول ہوتی ہے۔ چنانچہ جب پانچ چھ برس قبل میں زیارت سے مشرف ہوا تو بعض معتبر حضرات نے بیان کیا کہ علمائے ہند میں سے بھی ایک بزرگ نے اس حجلہ میں دعا کی۔ دعا ان کی مستجاب ہوئی۔ عروسی جناب قاسمؑ کے ثبوت میں جناب مولانا آغا مہدی صاحب قبلہ دامت برکاتہٗ نے بہت ہی مفصّل و مدلل تین کتابیں عبائر الانوار کے نام سے تالیف فرمائی ہیں جن میں سے دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں جس کی کوئی ردّ اب تک نہیں ہوئی ہے۔ (کلبِ صادق نقوی)



باب ……۳۰

مہندی کی زیارت کیوں نکلتی ہے؟

عراق میں حضرت قاسمؑ کی مہندی:

مولانا سیّد قائم مہدی نقوی لکھنوی مجتہد العصر لکھتے ہیں:-

حضرت قاسمؑ بھی معرکہ کربلا میں اپنے چچا حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شریک تھے اگرچہ آپ کا سن ۱۳ سال سے زائد نہ تھا لیکن جوانوں سے زیادہ ہمت اور بوڑھوں سے زیادہ عزم رکھتے تھے ورنہ شب عاشورا اپنے چچا سے یہ نہ دریافت کرتے کہ میرا نام بھی دفتر شہداء میں ہے یا نہیں اور حسینؑ کے اس سوال پر کہ یا بنی کیف الموت عندك تم موت کو کیسا سمجھتے ہو جناب قاسمؑ کا یہ جواب دینا کہ یا عم اعلیٰ من العسل چچا جان موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں کتنی بہادری ثابت کرتا ہے لیکن اس جواب میں دو نکتے بھی پوشیدہ ہیں اولاً یہ کہ جناب قاسمؑ نے اپنے چچا کو یہ جواب دے کر کہ یا عم اعلیٰ من العسل چچا جان میں موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں۔ دنیا کو یہ بتا دیا کہ قرآن کی یہ آیت کُلُّ نَفْسٍ ذائِقَةُ الْمَوْتِ سب ہی قاریان قرآن نے پڑھا ہوگا لیکن اس کے بعد بھی موت کا مزا کسی کو نہ معلوم ہوا ہوگا تو میں بتائے دیتا ہوں کہ موت کا مزا شہد سے زیادہ شیریں ہے اور دوسرا نکتہ یہ پوشیدہ تھا کہ عام عقلیں یہ سمجھیں گی کہ بچے عموماً مٹھاس سے رغبت رکھتے ہیں اور جناب قاسمؑ بھی بچہ تھے لہٰذا بچپن کا جواب

بھی ویسا ہی ہے لیکن نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر جناب قاسمؑ کا بچپنے کی فطرت کے مطابق جواب ہوتا تو وہ یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ چچا میں موت کو رطب سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں قند اور حلوے سے زیادہ لذیذ جانتا ہوں کیوں کہ رطب۔ قند۔ حلوہ۔ یہ شیرینیاں عرب میں زیادہ مستعمل تھیں پھر شہد کی خصوصیت سے کیا فائدہ؟

لیکن اہلِ بیتؑ اور قرآن دونوں کو ماننے والے جناب قاسمؑ کے اس جواب پر کہ موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھتا ہوں جب غور کرتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ شہد کے لیے قرآن میں یہ آیت موجود ہے کہ فیہ شِفَاءٌ لِلنّاسِ یعنی شہد میں لوگوں کے لیے شفاء بخشی گئی ہے شاید اسی لیے جناب قاسمؑ نے میدان کربلا میں شب عاشور موت کو شہد سے زیادہ شیریں کہہ کے یہ بتا دیا کہ چچا جان آپ پر کل جان دینے والوں ہی کو تو حیات ابدی ملے گی جب جناب قاسمؑ شب عاشور امام حسینؑ کے سوال کا جواب دے کے اُمت رسولؐ کو سبق دے دیں تو حسینؑ کیوں نہ عاشور کے دن ایک ایسا عمل بھی پیش کرتے جائیں کہ جو اُن کے نانا کی اُمت کے لیے ہمیشہ وجہ سکون قرار پا سکے اور وہ عظیم مصیبت بیٹی کی بیوگی ہے۔ حسینؑ نے روز عاشور اپنی صاحبزادی فاطمہ کبریٰ کا جناب قاسمؑ کے ساتھ عقد کر کے (۱) اپنے غلاموں اپنے عقیدت مندوں کے لیے ایک راہ صبر اور بھی متعین کر دی۔ اس مقام پر ہمارے مخالفین شیعہ عوام کو دھوکہ دینے کے لیے یوں سمجھاتے ہیں کہ میدان کارزار میں جہاں لاشوں پر لاشیں گر رہی ہوں وہاں شادی بیاہ کا کیا تُک لہٰذا یہ واقعہ غلط و بے بنیاد ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔ پہلے تو میں عوام الناس کے ذہنوں کو الفاظ کے اُن گورکھ دھندوں سے نجات دلانے کی کوشش کروں گا جو لفظ شادی بیاہ سے پیدا کیے گئے ہیں یا کیے جاتے ہیں۔ جو لوگ عراق کا سفر کر چکے ہیں اور وہاں ان کو قیام کا بھی موقع ملا ہے تو انھوں نے خود دیکھا

ہوگا کہ عربوں میں عروسی کے موقع پر ہندوستان کی طرح نہ مانجھا ہے نہ ساچق نہ برات ہے، نہ دیگر رواسم بلکہ وہاں دولھا دولھن سہرا بندی سے بھی مستثنیٰ رہتے ہیں۔ دونوں سادے کپڑوں میں ملبوس ہوتے ہیں اور دو علماء اور کبھی ایک عالم طرفین کا وکیل ہو کر ایجاب وقبول یعنی انکحت اور قبلت کہہ دیتا ہے۔

بس اسی کا نام عقد ہے اور یہ ہر وقت۔ ہر عالم اور ہر صورت میں ہوسکتا ہے، چاہے لاشیں گر رہی ہوں چاہے شادیانے بج رہے ہوں۔ البتہ یہ سوال ضرور ہوتا ہے کہ ایسے نازک وقت میں ایجاب وقبول ہی کی کیا ضرورت؟ تو امام کے کسی بھی فعل کی اصلیت سمجھنا یا اُس کا بتا دینا مجھ ایسے جاہل کا کام نہیں ہے اور نہ یہ امام کے کسی فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرسکتا ہوں نہ اس سے انحراف کرنے کی ہمت کرسکتا ہوں البتہ عقد جناب قاسمؑ پر دو عقلی دلیلیں پیش کرسکتا ہوں۔ پہلی دلیل تو یہ ہے کہ امام کو اُمت والوں سے ہر طرح افضل وارفع ہونا واجب ہے اسی طرح ہر واجب و مستحب فعل میں بھی ہر شخص سے بلند ہونا ضروری ہے اس میں کسی طرح کی بھی کمی نہیں ہوسکتی عاشور کے دن حسینؑ مظلوم پر فدا ہونے والوں میں وہب ابن عبداللہ کلبی بھی تھے جن کی شادی کو صرف سترہ دن ہوئے تھے اور وہب کلبی کا کربلا پہنچ کر مع ماں اور زوجہ کے اسلام لانا ہر تاریخ میں موجود ہے اور جب اسلام لا چکے تو ان پر واجب ہوگیا کہ یہ اپنے آقا حضرت امام حسینؑ کی نصرت میں اپنی جان فدا کردیں اور جب وہ اپنی جان فدا کردیں گے تو ان کی بیوی رانڈ ہوگئی اور وہ ابھی نو عروس تھی لہٰذا نئی دولھن کے بیوہ ہونے کی مصیبت میں وہب تمام شہداء پر سبقت وفضیلت لے جاتے جس میں حضرت امام حسینؑ بھی شریک تھے لہٰذا ہوسکتا ہے کہ امام حسینؑ نے اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کا عقد کر کے وہب کی بیوی کے لیے راہ صبر نکال دی ہو اور دوسری دلیل عقلی یہ بھی ہوسکتی ہے کہ واقعہ

کربلا جہاں ہم کو بہت سے سبق سکھاتا ہے وہاں ہمارے مرنے والوں کے لیے وجہ صبر وسکون پیدا کرتا ہے۔ اگر دنیا میں کسی کا باپ مرجاتا ہے تو وہ حسینؑ مظلوم کے مصائب یاد کر کے صبر کرتا ہے اگر کسی کا بھائی اُٹھ جاتا ہے تو وہ حضرت ابوالفضل العباسؑ کو یاد کر کے صبر کر لیتا ہے اگر کسی کا جوان بیٹا داغ مفارقت دے جاتا ہے تو وہ علیؑ اکبر کی جوانی یاد کر کے صبر کر لیتا ہے اگر کسی کی بہن جدا ہو جاتی ہے تو وہ زینبؑ واُم کلثومؑ کے مصائب سے اپنی مصیبت کو کم کر لیتا ہے اگر کسی کا کمسن بچہ مرجاتا ہے تو وہ علیؑ اصغر کی تشنگی و بے زبانی میں شہید ہو جانے کو یاد کر کے صبر کر لیتا ہے یہ سب نظیریں تو امام حسینؑ کربلا میں مہیا کر چکے تھے اور اپنے نانا کی اُمت کے لیے صبر وسکون کی راہیں معین کر چکے تھے لیکن جن لوگوں کی بیٹیاں کمسنی میں بیوہ ہو جاتی ہیں اُن کے لیے صبر و سکون کی راہ نہ ہوتی اگر حسینؑ اپنی بیٹی فاطمہ کبریٰ کا عقد جناب قاسمؑ کی شہادت سے کچھ پہلے نہ کر دیتے لہٰذا حسینؑ نے اپنی بیٹی کی بیوگی کی عظیم مصیبت بھی برداشت کر کے امت گناہگار کے لیے صبر وسکون کا ذریعہ مہیا کر دیا۔ اور اسی واقعہ کی یاد میں ہندوستان بھر میں ۷/محرم کو مہندی کے جلوس نکالے جاتے ہیں، اگرچہ یہ رسم عراقی رواسم کے خلاف معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ عربوں میں مانجھا۔ سانچق۔ بری وغیرہ کی رسمیں نہیں ہیں لیکن ہاتھوں میں مہندی لگانے کی رسم ضرور ہے۔ میں خود جب نجف اشرف میں بسلسلہ تعلیم مقیم تھا تو بعض عرب دوستوں کی شادیوں میں بھی شرکت کی تو میں نے دیکھا کہ نوشاہ بہت گہری مہندی دونوں ہاتھوں میں لگائے تھے اس سے معلوم ہوا کہ عربوں میں بھی شادی کے موقع پر مہندی ضرور لگائی جاتی ہے لیکن قاسم ابن حسنؑ کو (حنا) مہندی لگانا بھی ممکن نہ ہوا اس لیے کہ اُن کے ہاتھوں میں تو خون کی مہندی لگی تھی لہٰذا اہل ہندوستان نے اپنے ملک کی رسم کے مطابق

اس ناشاد دولھا کے عقد کی یاد میں مہندی اُٹھانے کی یادگار قائم کی اور ہے بھی یہی کہ ہر ملک کی رسمیں الگ الگ ہوتی ہیں لیکن میں نے کربلائے معلیٰ عراق میں یہ خود دیکھا کہ، محرم سے عاشور تک روزانہ مہندی کے جلوس نکلتے ہیں جس طرح ہندوستان میں مختلف ناموں کی انجمنیں علم تابوت اُٹھاتی ہیں اسی طرح عراق میں ماتمی دستے جن کو عربی میں ''مرکب'' کہتے ہیں ماتم پڑھتے ہوئے نکلتے ہیں اور جس طرح ہندوستان میں کاغذ کی مہندیاں بنائی جاتی ہیں بالکل اسی طرح عراق میں جستہ وغیرہ کی مہندیاں بنی ہوتی ہیں جو طول وعرض میں یہاں کی مہندیوں سے پنج گنی زیادہ ہوتی ہیں جن میں بڑے بڑے بجلی کے بلب آویزاں ہوتے ہیں یوں تو سب ہی ماتمی دستے ۷رمحرم سے کربلا میں مہندیاں اُٹھانا شروع کردیتے ہیں اور شب عاشور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن دستہ عباسیہ عراق کی مہندی کا جلوس بڑے تزک واحتشام سے اُٹھتا تھا میں بھی اس دستے کے ماتم میں بڑی دیر تک شریک رہا تھا اس کے علاوہ عقد جناب قاسمؑ پر حجلہ عروسی جو خیمہ گاہ سے متصل بنا ہوا ہے گواہ ہے اور میں نے کربلائے معلیٰ میں بعض اہل علم کی زبان سے سنا ہے کہ جس شخص کے یہاں اولاد نہ ہوتی ہو اور وہ حجلہ قاسمؑ میں دو۲ شمعیں روشن کر کے دعا کرے تو خداوند عالم اس کو اولاد عطا کرتا ہے۔

(چودہ ستارے صفحہ نمبر ۳۴۴ تا ۳۴۷)

لکھنؤ میں مہندی کا جلوس

(اسٹاف رپورٹر ''قومی آواز'' لکھنؤ (۱۹۶۶ء)

لکھنؤ ۳۰ر اپریل۔ ایام عزا کی ولولہ انگیز سرگرمیوں کے آخری چار دنوں کے پہلے دن کل، مہندی کے تین قدیم جلوسوں نے عزاداروں کی ساری توجہ اپنی طرف کھینچ لی۔ شان وشوکت کی قدیم روایات کے برعکس اس دفعہ ہاتھیوں کی شرکت سے مہندی کے جلوس یکساں خالی رہے جب کہ لکھنؤ میں شاہی کے خاتمے کے بعد بھی حسب

روایت رتن ناتھ سرشار لکھنوی مہندی کے جلوس میں ۴۵ ہاتھی ہوا کرتے تھے۔

مہندی جو لکھنؤ کے قدیم باشندوں کی رسم کے مطابق ہونے والی دلھن کے لیے تقریب عقد سے پہلے دولھا کے یہاں سے جلوس کے ساتھ دلھن کے گھر آتی ہے۔ حضرت امام حسینؑ کے بھتیجے اور داماد حضرت قاسمؑ کی اس شادی کی یادگار ہے جو ایک روایت کے مطابق روز شہادت سے دو تین روز پہلے دشت کربلا میں حسب وصیت امام حسنؑ انجام پائی تھی۔

مہندی کا پہلا جلوس جو عموماً قریب مغرب امام باڑہ ناظم صاحب (وکٹوریہ اسٹریٹ) سے اُٹھ کر گولہ گنج میں داروغہ واجد علی ممتاز الدولہ کے امام باڑے آتا ہے اس دفعہ کافی تاخیر سے روانہ ہوا۔

بتایا جاتا ہے کہ ہاتھیوں کے انتظار میں یہ تاخیر کی گئی جو پھر بھی نہ آسکے اس لیے کہ وہ دوسری تقریب میں خود مالکال فیل کے ہی ساتھ لگے ہوئے تھے۔

اس وقت خاصی سراسیمگی پھیل گئی جب مہندی نے۔ کاغذ کی بنی ہوئی علامتی کشتی نے اس گیس بتی سے جو ساتھ ساتھ جل رہی تھی آگ پکڑ لی اور اچانک شعلے اُٹھنے لگے، فوراً ہی گلاب پاش سے جو جلوس کے لوازم میں ہے گلاب چھڑک کر آگ بجھا دی گئی۔

اپنے مقررہ راستے۔ وکٹوریہ اسٹریٹ پل فرنگی محل پاٹا نالہ آغا میر کی ڈیوڑھی اور وزیر گنج ہوتا ہوا دس بجے رات کے بعد مہندی کا جلوس گولہ گنج پہنچا۔

اس دفعہ پہلی بار گولہ گنج کے متوازی گزرنے والی سڑک جگت نرائن روڈ پر کرسچن کالج کے چوراہے پر پولیس نے ٹریفک کی آمد و رفت جاری رکھنے کے لیے انتظام کر دیا تھا جب کہ سالہائے ماسبق میں اس وقت یہ سڑک گھنٹوں بند رہتی تھی جب مہندی کا جلوس وزیر گنج کی چڑھائی سے گزر کر جگت نرائن روڈ پر چند گز چل کر گولہ گنج کی طرف

رخ کرتا تھا۔

دوسرا جلوس، تمام لوازم جلوس سے بے نیاز، اپنی روایتی سادگی کے ساتھ کشمیریوں کی مہندی کا جلوس تھا جو رات گئے نکلا اور قدیم زمانے سے پڑھے جانے والے نوحے ''میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی'' کی پر تاثر آواز کے ساتھ علاقہ چوک میں گشت کر کے وہیں واپس ہو گیا جہاں سے چلا تھا۔

یہ بھی پہلی مرتبہ ہوا کہ مہندی کے اس جلوس کے راستے کو کارپوریشن نے دن بھر محنت کر کے کوڑے کرکٹ سے صاف کر دیا تھا۔

مہندی کا تیسرا جلوس آدھی رات کے بعد امام باڑہ آصفی سے اُٹھ کر چھوٹے امام باڑے حسین آباد گیا۔

آج آٹھویں محرم کا سارا دن جگہ جگہ ہونے والی مجلسوں میں شرکت کرنے والوں کی جوق در جوق آمد و رفت کے پہلو سے خاصی اہمیت کا دن ثابت ہوا۔

اور سات کو شاہی امام باڑے آصف الدولہ کا امام باڑہ شاہ نجف کا اور حسین آباد کا امام باڑہ، سارے شہریوں مردوں، عورتوں اور بچوں کی توجہ کا مرکز رہے جن کی روشنی دیکھنے والوں میں ہر مذہب و ملّت کے افراد بلا اثنیا آئے جن میں حکومت کے سربراہ بھی شامل ہیں۔

لکھنؤ میں مہندی کی دھوم

ہندو مضمون نگار یوگیش پروین

محرم کی ۷ کو سارے شہر میں مہندی کی دھوم رہتی ہے حضرت امام حسینؑ کی بیٹی جناب کبریٰ اور حضرت قاسمؑ کے نکاح کی اسمرتی (یاد) میں بارات نکلتی ہے اس بارات میں پالکی ہوتی ہے اور ہوتا ہے ذوالجناح (متبرک گھوڑا) جسے عام بول چال میں دلدل کہا

جاتا ہے۔ایک زمانہ تھا کہ لکھنؤ کے نواب، رئیس، بیگم یا خواص کے دروازے پر دلدل ہوا کرتے تھے، اصل نسل کے ان گھوڑوں کی تقدیر کا کیا کہنا کہ ان کی کھلائی پلائی اور خدمتیں باقاعدہ ہوتی تھیں، لیکن امام حسینؑ کی نذر ہو جانے کے کارن اس پر سواری نہیں کی جاتی، مہندی کے جلوس میں دلدل کو راستے راستے دودھ جلیبی کھلائی جاتی ہے۔ ان جلوسوں میں اودھ کی پٹ رانی (ملکہ) ملکہ زمانی کے نوچندی جمعرات والے جلوس کی پرچھائیاں ملتی ہیں، جہاں جہاں تعزیہ داری ہوتی ہے، اس تاریخ کو شادی کے شگون نذر کئے جاتے ہیں (ہندوستانی پرتھاؤں) (رسوم) سے تھالوں میں سات پھل، سات ترکاریاں، مہندی، مسی، سرمہ، چاندی کے چھلے، پان، پھول عطر وغیرہ سہاگ کا سامان چڑھتا ہے۔ مجلس و ماتم میں لکھنوی ادب وتہذیب کی بھی ایک نرالی ادا ہے۔ بڑی ریاستوں کی رانیاں اور بیگمیں فرش حسینؑ کے مہمانوں کا سواگت (استقبال) خود کرتی ہیں انھیں اپنے ہاتھوں پان دیتی ہیں آنے والوں کے جوتے گھر کے لوگ خوشی خوشی اٹھاتے ہیں اور ہر طرح سے ان کا آدر (عزت) کرتے ہیں۔سوز پڑھنے والے غریب گنوتنوں (سوز خوانوں) کو بھی طرح طرح کے انعام اور نذریں دی جاتی ہیں۔ اخبار ''دھرم یوگ'' (ہندی) لکھنؤ ۱۸ دسمبر ۱۹۷۷ء

حضرت قاسمؑ کی مہندی

''سیّد قاسم محمود کے ناول سے اقتباس''

لڑکوں نے بہت روکا، لیکن قاسم کو خدا جانے کس بات کی ضد تھی، نہ مانا پر نہ مانا اپنی مہندی کو خود ہی سر پہ اُٹھا برہمنوں کی گلی میں گھستا چلا گیا۔ایک لڑکا لالٹین لے کر اُس کے پیچھے پیچھے چلا، لیکن خوفزدہ ہو کر جلد ہی پلٹ آیا اور آ کر لڑکوں سے کہنے لگا'' قاسم کا تو پتہ نہیں کہاں چلا گیا، دکھائی نہیں دیتا'' اتنا سننا تھا کہ عابد اُلٹے پاؤں بھاگا چھوٹے

بازار کو عبور کر کے بڑے بازار میں آیا، دائیں بائیں بند دکانوں کے کالے کالے ستون اُسے ڈرانہ سکے۔ یہاں سے شیخوں کے چوک میں آیا۔ راجوں کی گلی کو چیرتے ہوئے بڑی مسجد کے چوک میں نکلا۔ بڑی مسجد کے عقب سے جب مغلوں کے محلے کی طرف مڑنے لگا تو آدھی رات کے اندھیرے میں ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر گر پڑا۔ کپڑوں کو جھاڑے بغیر وہ اُسی طرح تیر بنا بھاگتا رہا۔ میر شجاعت علی کی حویلی کے ایک دروازے سے نکل کر روشنی باہر آرہی تھی۔ دو منٹ کے لیے ٹھہر گیا۔ غصے کی ایک تیز نگاہ حویلی کے اندر ڈال کر پھر بھاگا۔ تعزیہ والوں کے مکان کے آگے سے گزرتا ہوا، قصائیوں کی مسجد کے دروازے پر آن نکلا۔ مسجد کے دروازے کے طاق میں کڑوے تیل کا دیا ٹمٹمارہا تھا۔ اپنی دونوں جوتیاں اُتار کر اِدھر اُدھر دیکھا اور نیم کے پیڑ کی کھوہ میں رکھ کر پھر دوڑنے لگا۔ علَم والوں کے مکان کے آگے سے گزرتے ہوئے اُس نے دیکھا کہ پانچ سات آدمی پرانے دھرانے مونڈھوں پر بیٹھے حقہ گڑگڑا رہے ہیں اور سیاست حاضرہ پر گفتگو کر رہے ہیں۔ اُنھی میں اُس کا باپ محمد حسین قریشی بھی بیٹھا ہوا تھا۔ باپ نے پوچھا ''کیا بات ہے عابد، یوں کیوں بھاگ رہا ہے''؟ عابد نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا ''قاسم برہمنوں کی گلی میں چلا گیا''۔ باپ چیختا رہ گیا کہ ''ٹھہر بتا تو سہی، آخر ہوا کیا'' لیکن وہ دور بھاگتا ہی رہا۔ دو چار پتلی پتلی اندھیری گلیوں کو طے کرتا ہوا مہندی والوں کے مکان پر آیا۔ دروازے کی چوکھٹ کے ساتھ لگ کر اپنے آپ پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔ سوچنے لگا، کیسے کہوں، کیا کہوں۔

مکان کے صحن میں سیّدوں، قریشیوں، شیخوں اور مغلوں کے محلوں اور گلیوں کی عورتیں جاجم پر بیٹھی، خانوادہ رسولؐ کا سوگ منارہی تھیں۔ دالان کے تینوں ستونوں کی قدیم طرز کی کھونٹیوں پر لالٹین لٹکی ہوئی تھیں، ساتھ والی کوٹھری میں موم بتیاں جل رہی

تھیں جن کی کانپتی ہوئی روشنی دالان کے فرش پر آ کر جیسے ماتم کر رہی تھی صحن کے وسط میں ایک تخت پر سرخ کفن کی صورت میں عروسی کا جوڑا رکھا ہوا تھا۔ کونڈے میں نکاح کے چھوارے تھے تانبے کے براق طباق میں سوکھی مہندی تھی جس پر مٹی کا ایک پیالہ تھا۔ پیالے سے لوبان اور اگربتی کا خوشبودار دھواں بل کھاتا ہوا اُٹھ رہا تھا۔ ایک سینی میں چاندی کا کٹورا تھا۔ کٹورے میں حضرت قاسمؑ کے نام کا گُڑ کا شربت چمک رہا تھا سینی کے اردگرد، عین کناروں پر موم بتیاں جل رہی تھیں۔ مجلس میں سے اکّا دکّا عورت اُٹھتی اور اپنے گھر کی طرف سے ایک نئی موم بتی جلا کر عروسی کے جوڑے کو چُوم کر چپ چاپ واپس چلی جاتی۔ تخت کے پہلو میں، نیچے جاجم پر پانچ عورتیں دُکھ بھرے لہجے میں مہندی پڑھ رہی تھیں۔

رن میں بیوہ حسنؑ یوں پکاری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
آج کے دن پہ جاؤں میں واری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

مہندی پڑھنے والی عورتوں میں سے ایک عابد کی ماں تھی، عابد دروازے میں کھڑا قاسم کی والدہ یعنی اپنی خالہ کو ڈھونڈھ رہا تھا۔ دیکھا کہ خالہ دالان کی طرف سے، ہاتھ میں اگربتیاں جلائے آ رہی ہیں۔ آگے بڑھا، لیکن فوراً ہی پیچھے ہٹ گیا اور دروازے کی اوٹ میں ہو کر خالہ کے اِس طرف آنے کا انتظار کرنے لگا کیونکہ وہ اُن سے اکیلے میں بات کرنا چاہتا تھا۔ اُس کی خالہ کو تخت کے پاس جانے کی جگہ نہ ملی تو وہ مجلس کے کنارے کنارے ہوتی ہوئی دروازے کے پاس نکل آئی۔ عابد نے چپکے سے آواز دی ''خالہ جی''! اُس کی خالہ نے مڑ کر دیکھا۔ عابد عجب پُراسرار انداز میں سہا کھڑا تھا۔ دل اپنی جگہ سے ہل کر رہ گیا۔ بولی ''کیا ہے عابد گشت ختم ہو گیا کیا''؟ عابد نے ڈرتے ڈرتے کہا ''قاسم برہمنوں کی گلی میں چلا گیا'' قاسم کی ماں نے اُس کا ڈرا ہوا فقرہ

توڑتے ہوئے چیخ کر کہا" یا مشکل کشا یہ کیا کیا تو نے" چیخ کی آواز سُن کر کچھ قریب کی عورتیں اُٹھ اُٹھ کر۔ "کیا ہوا کیا ہوا" کا شور بلند کرتی ہوئی وہاں پہنچیں۔ عابد کی ماں نے مہندی پڑھتے پڑھتے نگاہ ادھر ڈالی تو عابد کا چہرہ نظر آیا جس پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں مہندی کی کتاب ساتھ والی عورت کو دے کر ننگے سر ننگے پاؤں جلدی جلدی آئی۔ بہن سے پوچھا" کیا ہوا فردوسی"؟

فردوسی نے بہن کو سینے سے لگا لیا۔ آواز گلے میں رُندھ گئی۔" بتول، میری سولہ برس کی کمائی لٹ گئی"۔

بتول نے اپنے بیٹے سے کہا" جانہار، تو پیغام لاتا مر نہ گیا۔ کل سے چیخ رہی تھی، مہندی نہیں نکالنی، نہیں نکالنی، لیکن نامراد "اُس نے اپنا فقرہ ادھورا چھوڑ کر، دانت کچکچا کر زن سے ایک تھپڑ عابد کے کلّے پر رسید کیا۔ عابد کلّا سہلاتا رہ گیا۔ ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ قاسم کی ماں نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے عابد کا سر بھینچ لیا۔ پھر اُنگلیوں سے چٹ چٹ اُس کی بلائیں لینے لگی" اسے کیا کہے ہے بتول میرا ہی نصیبہ پھوٹا ہوا ہے" یہ کہہ اُس نے پھر مشکل کُشا کی دہائی دی۔ پھر وہیں کچی مٹی پر سجدے میں جا گری۔ گہرے سیاہ رنگ کا دوپٹہ اُس کے وجود پر پڑا ہوا ایسی مقدس فضا پیدا کر رہا تھا کسی عورت کو بھی اُسے دلاسہ دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپس ہی میں باتیں کرتی رہیں۔ ایک بولی" ہائے ہائے بیچاری کا اکلوتا ہے"،

دوسری بولی" شوہر کو مرے ابھی تین ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں۔"

تیسری بولی" دو قاسموں کا ماتم ہو گیا"

قاسم کی ماں اُسی طرح سجدے میں پڑی اپنے دل سے خاموش دعائیں مانگ رہی تھی" اے پروردگار، اس گھر کی لاج تیرے ہاتھ ہے۔ میرے قاسم کو خیر سے گھر بھیجو!

نہیں تو ''بتول نے آگے بڑھ کر اپنی بہن فردوسی کو سجدے سے اُٹھانے کی کوشش کی، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔عورتیں بولیں،''رہنے دے بہن۔آخر ماما کا کلیجہ کیسے ٹھنڈا کرے۔'' یہ فقرہ سن کر فردوسی خود بخود اُٹھی اور دوپٹے کا پلّو پھیلا کر چیخنے لگی ''مشکل کشا''!اِس گھر کا چراغ بجھ گیا تو میں تیرا گریبان پکڑلوں گی۔''عورتیں رونے لگیں۔روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔دوپٹوں کے کنارے آنسوؤں میں بھیگ گئے۔قاسم کی ماں کو ایک لہر آئی اور پھر سجدے میں جا گری۔بتول نے آنسو ضبط کرتے ہوئے کہا''اِس گھر پر اللہ میاں کا کچھ ایسا کرم ہے کہ۔ ''آنسو ضبط نہ ہو سکے،فقرہ نامکمل رہ گیا اور''کیا بتاؤں'' کے دو لفظ حلق میں اٹک کر رہ گئے۔فردوسی نے سجدے میں ایک ہوک بلند کی اور دل ہی دل میں منت مانگی،یا قاسمؑ!میرا قاسم صحیح سلامت گھر آ گیا تو میں اگلے برس تیری مہندی سونے کے کلس سے نکالوں گی''!

عابد نے جب یہ دیکھا کہ خالہ کسی طرح سجدے سے سر اُٹھا کر اُس کی باتیں نہیں سنتی ہیں اور ماں برابر اُسے غصّے کی نظروں سے کھائے جا رہی ہے،تو وہ چپ چاپ آنسو بہاتا ہوا گھر سے باہر نکلا اور دروازے پر بنی ہوئی چوکی پر بیٹھ گیا۔گلی میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔اندر سے رونے اور سسکنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔اُس نے اُنگلی سے اپنا ایک موٹا سا آنسو پونچھ کر،اپنا سر دیوار کے ساتھ لگا لیا۔دروازے کے دوسری طرف کی چوکی خالی پڑی تھی،حالانکہ آج صبح وہاں قاسم بیٹھا ہوا مہندی نکالنے کی سخت مخالفت کر رہا تھا۔سن چھیالیس کا زمانہ تھا۔عام انتخاب سر پر کھڑے تھے،ہندوستان بھر میں ہندو مسلم فسادات کی آگ بھڑکی ہوئی تھی جس کے شعلے حسن گڑھ کی گلیوں اور دکانوں میں بھی آ گئے تھے۔قاسم ان شعلوں سے تو نہیں ڈرا تھا کیونکہ وہ ان کے مفہوم ہی سے آگاہ نہ تھا۔وہ تو اس بات سے سہما ہوا تھا کہ تین ماہ پہلے اُس کا باپ اِنہی شعلوں

کی لپیٹ میں آ کر جھلس گیا تھا۔ گاؤں میں گؤکشی کے مسئلے پر اچانک ہندوؤں اور مسلمانوں میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ جھگڑا ختم ہوا چاہتا تھا کہ چندر بھان نمبردار نے ایک اور قضیہ کھڑا کر دیا۔ کہنے لگا "اب کے تعزیہ برہمنوں کی گلی سے گزرا تو ہم ٹخنے توڑ دیں گے" قاسم کے باپ کاظم علی کو جوش آ گیا "تعزیہ تو نکلے گا سو نکلے گا، میں ابھی جاتا ہوں، دیکھتا ہوں کون میرے ٹخنے توڑتا ہے"، اتنا کہہ کر وہ تیزی سے چلتا ہوا برہمنوں کی گلی میں گھس گیا۔ پنچایت کے ہندو مسلم ارکان اُس کے پیچھے بھاگے، تھوڑی دیر بعد گلی سے اُس کی لاش ہی واپس آئی تھی، قاسم نے اسی لیے کہا تھا "عابد، اگر میں مہندی نکالوں گا تو برہمنوں کی گلی میں ضرور جاؤں گا قسم حضرت عباسؑ کی"

عابد بولا "ہاں یار، ہم کیا کسی سے ڈرتے ہیں۔ سُسروں کا بھرکس نکال دیں گے"

قاسم نے اپنے اندیشے کا اظہار کیا "بھیّا۔ اب کے تعزیے اور علَم نکالنے پر بھی پابندی ہے۔ ہم نے مہندی نکالی تو مارے جائیں گے قسم مولا علیؑ کی۔"

عابد نے ہمت بندھائی "بڑا ہی ڈرپوک ہے یار۔ مہندی تو ہم بچے نکالیں گے۔ شور نہیں مچائیں گے۔ بس اپنی گلی کے بچے ہوں گے۔"

قاسم کہنے لگا "اچھا ایک ترکیب کر ضلع سے پولیس آئی ہوئی ہے ہم دونوں تھانیدار کے پاس چلتے ہیں۔ اُس سے کہتے ہیں کہ مہندی نکالنے دو۔ چپ چپاتے نکالیں گے۔ کربلا تک جائیں گے اور آ جائیں گے۔ ایک دو سپاہی مانگ لیں گے اُس سے۔"

عابد کا منہ بن گیا "تھانیدار ہندو ہے۔ وہ کبھی نہیں مانے گا۔"

قاسم یہ برداشت کر سکتا تھا کہ مہندی نکال کر اور برہمنوں کی گلی میں جا کر مر جائے، لیکن یہ برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ اُس کا خالہ زاد بھائی اُس سے روٹھ جائے۔

عابد نے ایک لمبی آہ بھری، جس کا مطلب یہ تھا کہ میں قاسم کے ساتھ ہی برہمنوں

کی گلی میں کیوں نہ چلا گیا۔ سر کو جھٹکا دے کر وہ تیزی سے اُٹھا اور گلی کے گھپ اندھیرے میں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ قاسم کی تصویر آنکھوں میں پھرنے لگی تو واپس مڑ گیا ''وہ مجھے بے وفا کہے گا۔'' صبح جب دونوں دروازے کی چوکیوں پر بیٹھے، مہندی نکالنے نہ نکالنے کے مسئلے پر غور کر رہے تھے، اُس وقت قاسم نے ازراہِ مذاق کہا تھا ''دیکھ میں تو گلی میں چلا بھی جاؤں گا، لیکن تو ایسا بے وفا ہے کہ وہیں کھڑا تماشا دیکھتا رہے گا۔'' عابد کو پھر جوش آیا اور پھر واپس پلٹ گیا ''میں بھی اُس کے ساتھ ہی مر جاؤں گا''

اپنی گلی کا موڑ مڑ کر وہ دوسری گلی میں آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا چل رہا تھا ننگے پاؤں زمین پر اتنی خاموشی سے پڑتے کہ ہلکی سی آواز بھی بلند نہ ہوتی کبھی کبھی کوئی اینٹ، کوئی روڑا اُس کے پیروں سے ٹکرا جاتا تھا تو ایک ہلکی سی، طبیعت کو جھنجھوڑنے والی آواز پیدا ہو جاتی تھی۔ گزرے ہوئے دن کے واقعات اُس کے دماغ میں تیزی سے گھوم رہے تھے قاسم نے عابد کے بنے ہوئے منہ کو ہنسانے کی خاطر کہہ دیا تھا، ''اچھا میاں تیری مرضی۔'' دروازے کی چوکیوں پر سے اُٹھ کر دونوں گھر میں چلے گئے۔ والدہ سے ضد کر کے چابیوں کا گُچھا لیا۔ دالان کے ساتھ والی کوٹھری کا قفل کھولا کوٹھری عجیب وغریب گھٹی ہوئی خوشبوؤں سے مہکی ہوئی تھی۔ مہندی پچھلے برس سے آج تک جوں کی توں رکھی تھی۔ چاروں کونوں پر بانس کی کھپچیاں تھیں، کھپچیوں کے سروں پر چاندی کے چمکتے ہوئے چھوٹے چھوٹے نقشین کلس تھے۔ دونوں نے مہندی کا ڈھانچا اُٹھایا اور صحن میں لا کر رکھ دیا۔ خوب غور سے چاروں طرف سے مہندی کا معائنہ ہوا۔ قاسم اپنے بستے سے کاپی اور پنسل اُٹھا لایا۔ اخراجات کا تخمینہ لگایا گیا۔

۱۶۔ سبز کاغذ	ایک روپے آٹھ آنے کا
۶۔ کاغذ سرخ	بارہ آنے کا

۶۔سیاہ کاغذ برائے پردہ　　دس آنے کا

سُتلی　　چار آنے کی

دھاگہ　　آٹھ آنے کا

قاسم نے سر اٹھا کر پوچھا ''اور کیا آئے گا''؟

عابد نے سوال کرتے ہوئے جواب دیا ''گنبد پر کیسا کاغذ چڑھانا ہے؟ چمکیلا یا سادہ، چمکیلا تو چھ آنے کا ایک آتا ہے بھیّا''۔

قاسم کہنے لگا ''سادہ ہی چڑھا لیں گے یار۔ اگلے برس دیکھا جائے گا۔ اب کے ابا جی بھی تو فوت ہوئے ہیں۔ سادہ ہی ٹھیک ہے۔''

عابد بولا ''ہاں سادہ ہی ٹھیک ہے میں اپنے گھر سے لے آؤں گا۔''

''جا تو پھر جلدی سے لے آ۔ میں اتنے میں امی سے پیسے مانگتا ہوں۔''

عابد اپنے گھر سے سادہ کاغذوں کے ساتھ ساتھ ایک پھٹا پرانا بانس بھی اُٹھا لایا۔ سارا مسئلہ ہی ختم ہو گیا۔ دونوں بھاگے بھاگے چھوٹے بازار گئے اور بھگوان سنگھ کی دوکان سے رنگ برنگے کاغذ خرید لائے۔ آٹا چھان کر لئی پکائی اور مہندی سجانے بیٹھ گئے۔ دھوپ کے ساتھ ساتھ وہ اور اُن کی مہندی بھی سرکتی رہتی، بانس کی چھوٹی چھوٹی کھپچیاں دھاگوں سے کس کر باندھیں۔ سبز کاغذ کی کئی کئی تہیں کر کے بال کاٹیں اور کھپچیوں پر چسپاں کر دیں۔ چاروں طرف عین وسط میں سیاہ کاغذ کے پردے لٹکا دیئے۔ گنبد پر سادہ کاغذ چڑھایا اور اوپر سے نیچے تک چند رنگین لڑیاں گرائیں۔ مہندی سج سجا کر دلھن بن گئی تو ماں کو بھی احساس ہوا کہ یہ سچ مچ ہو رہا ہے۔ گرجنے لگی ''ارے میرے دُولھا، ایک تو چلا گیا تو بھی جائے گا۔'' آس پڑوس میں سرگوشیاں ہونے لگیں۔ محلّے کی بی بیاں ایک ایک کر کے جمع ہوئیں۔ عابد کی دادی نے کہا ''اری فردوس، تیرا کیا بگڑے ہے۔

بچے خوش ہو رہے ہیں تو ہونے دے۔"

"ناں بی بی، یہ خوشی کا کون سا مقام ہے کوئی میلہ ٹھیلہ تو ہے نہیں۔"

دوسری آوازیں بڑھیا کی آواز سے متفق تھیں۔ "مہندی ضرور نکلنی چاہیے۔ بڑے تھوڑا ہی نکال رہے ہیں۔ بڑی مسجد کے چوک تک جائیں گے۔ ایک دو مرثیے پڑھ کر واپس آ جائیں گے"

فردوسی بولی، شجاعت علی پھر اپنے چہیتوں کے پاس پہنچ جائے گا تعزیے تو رکوا دیئے ہیں اُس نے مہندی بھی رُکوا دے گا۔"

محلّے کی ایک عورت کڑکی۔ "اجی لو، رُکوا دے گا۔ اُسی کمینے کا راج ہو گیا جیسے اپنی رئیسیت بگھارتا پھرتا ہے۔ عورتوں کی مجلس کو کوئی نہیں کہہ سکتا۔"

رفتہ رفتہ قاسم کی ماں کا دل بھی موم ہو گیا۔ وہ پتھر تھا ہی کب۔ وہ تو پہلے ہی یہ چاہتی تھی کہ مہندی ہر قیمت پر نکلنی چاہیے۔ اگر اس دفعہ مہندی نہ نکلی تو اُس کے مرحوم شوہر کی رُوح تڑپے گی۔ کہے گا کہ میں نہیں تھا تو بیوی نے میرے باپ دادا کی روایت کو ختم کر دیا۔ وہ تو ایسا جانہار تھا کہ چندر بھان کی ایک ذرا سی للکار پر چل بسا۔ اُسے البتہ قدرے یہ اطمینان تھا کہ تعزیے والوں اور علم والوں نے بھی تو چپ سادہ رکھی ہے اب کے۔ لیکن مرحوم شوہر کے خیال سے وہ تڑپ کے رہ گئی۔ اپنے اکلوتے قاسم کی طرف دیکھا جو ابھی تک مہندی سجا رہا تھا۔ اُس کے پاس گئی "قاسم مہندی نکالنی ہے تو ایک شرط پر" "کیا"؟

"برہمنوں کی گلی میں نہ جانا اور چپ چاپ واپس آ جانا"

عابد نے پوچھا "تو خالہ، کیا مرثیہ بھی نہ پڑھیں"؟

قاسم نے ماں سے کہا "ہمارے پاس نیچے کا کپڑا تو ہے نہیں۔" ماں نے اپنا دُھلا ہوا

ریشمین سرخ دوپٹہ دے دیا۔ دوپٹے کے چاروں پلّے مہندی کے چاروں کونوں سے باندھے گئے۔ مسلمان محلوں کی عورتیں پہلے ہی اپنی اپنی مُرادیں دل میں چھپائے جمع ہوگئی تھیں۔ سب سے پہلے قاسم کی ماں نے پڑیا کھول کر سوکھی مہندی کپڑے پر ڈال دی۔ اس کے بعد تو تانتا بندھ گیا۔ ایک ایک عورت نے سوکھی مہندی پڑیا کھول کھول کر کپڑے میں ڈھیر کردی۔ عورتیں کپڑے میں مہندی ڈالتے وقت بڑے مقدس انداز میں آنکھیں بند کرلیتی تھیں اور دل ہی دل میں حضرت قاسمؑ کی منت مانتے ہوئے کچھ بڑبڑاتی تھیں۔ کپڑا بوجھ سے لٹک گیا، مہندی کا اگلا سرا قاسم کے کندھے پر تھا اور دوسرا سرا عابد کے کندھے پر کچھ عورتوں نے جن کی منّتیں اور مُرادیں اُن کے نزدیک خاص الخاص تھیں، مہندی کی چھت پر موم بتیاں جلادیں۔ کسی عورت نے مہندی پر گلاب چھڑکا اور چاروں کلسوں پر عطر لگایا تو ایک بچے نے باآواز بلند کہا، ''بول نعرہ یا حسینؑ۔'' سب بچوں نے ''یا حسینؑ یا حسینؑ'' کے نعرے بلند کرنے شروع کردیئے۔ اِدھر زبان پر حسینؑ کا نام آتا تھا اُدھر اُن کا ہاتھ چھاتی پر جاتا تھا۔ اونچی نیچی آوازوں کے تال میل نے ایسا سماں باندھا کہ مائیں اور بہنیں اپنے اپنے پیار کو ضبط نہ کرسکیں۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں۔ قاسم کی ماں نے کہا ''چلو بی بیو، چل کر مجلس برپا کرو۔ بتول مرثیہ شروع کرے گی۔'' بچے باری باری مہندی کو کندھا دیتے ہوئے باہر جانے لگے تو قاسم کی ماں نے بیٹے سے کہا اب دس بجے ہیں۔ ایک بجے تک واپس آجانا۔ رات بھر کا گشت اگلے برس لگانا میرے چاند۔

باہر نکل کر مہندی گلی میں رکھ دی گئی۔ ایک بچہ دوڑ کر اپنے گھر سے لالٹین اُٹھالایا۔ کل تین لالٹینیں ہوگئیں۔

دوسرا بچہ، جو خاصا خوش گلو تھا اور ہر برس مرثیہ پڑھا کرتا تھا، کہنے لگا ''ہاں بھئی

مہندی والوں کی اجازت ہو تو شروع کریں"

کاظم علی کی جگہ قاسم علی نے سنبھال رکھی تھی۔ بولا "اجازت ہے۔ عابد والا نوحہ پڑھیں" اُس کے ساتھ دو بچے اور بھی مل گئے تینوں نے بیک آواز ہو کر سوز کی طرز میں شروع کیا:۔ "رو رو کے یہ عابد کہتے تھے" باقی تمام بچوں نے اسی طرز میں دہرایا "رو رو کے یہ عابد کہتے تھے" تینوں نے اس مصرع کی خوب تکرار کرائی اور جب سب کا دل متوجہ ہو گیا تو اُنھوں نے لہجہ تیز کر کے کہا، کعبے کے مسافر لوٹ لیے۔ بچوں نے اُسی تیز لہجے سے جواب دیا "کعبے کے مسافر لوٹ لیے"

آواز کی یہ تکرار جب اُن کی روحوں پر چھا گئی تو قاسم کو ایک جھرجھری سی آئی۔ دوڑا دوڑا گھر آیا اور عورتوں سے بچتا بچاتا کمرے میں چلا گیا۔ الماری سے زنجیر نکال کر کُرتے کے نیچے چھپا رہا تھا کہ ماں آگئی "نہیں قاسم، یہ حرکت نہیں ہو گی۔"

قاسمؑ نے رحم طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے ماں سے اجازت چاہی ابا جی ماتم کیا کرتے تھے اِن سے"

"ہاں ہاں کیا کرتے تھے۔ تو بھی کر لجیو۔ ساری عمر پڑی ہے ابھی ماں نے زنجیر چھینتے وقت ایک بار پھر تاکید کی کہ برہمنوں کی گلی میں نہ جانا چاند، جان کا خطرہ ہے۔

قاسم واپس آیا۔ دونوں بھائیوں نے "یا حسینؑ" کا نعرہ لگا کر مہندی اُٹھائی۔ بچے آپ ہی آپ دو قطاروں میں بٹ گئے۔ مرثیہ کے بول دہراتے ہوئے یہ چھوٹا سا جلوس گلی سے نکل کر علم والوں کے پاس آیا تو مونڈھوں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے خوش ہو کر کہا "شاباش شاباش"

ایک شخص جو زنجیر کے ماتم کی وجہ سے دُور دُور تک مشہور تھا، کہنے لگا ڈپٹی کمشنر نے تھانیدار بھیج کر کیا کر لیا۔ ہمیں قید کر کے بٹھا دیا، یہ نہ دیکھا کہ ہمارے اولاد بھی ہے"

خالو محمد حسین نے بھی اُن کے دماغ پر نصیحت کا ایک ہتھوڑا جمایا تھا قاسم! برہمنوں کی گلی میں نہ جانا چوک سے واپس آجانا۔''

قاسم نے ''اچھا جی'' کہہ کر عابد سے چپکے سے کہا تھا۔ ہم بھی اصل کے ہوئے تو برہمنوں کی گلی چھوڑ، کربلا تک جائیں گے۔ ضرور جائیں گے۔''

عابد نے باپ کی طرف دیکھ کر کہا تھا ''ہاں یار، یہ ہمارے بڑے پتا نہیں اتنا کیوں ڈرتے ہیں۔ دیکھا جائے گا جو کچھ ہوگا۔''

اندھیرے میں عابد کا پاؤں گلی کے چوبچے میں جا پڑا۔ پاؤں زمین پر رگڑتے ہوئے اُس نے علم والوں کی بیٹھک کی طرف دیکھا۔ وہاں اب کوئی بھی نہیں تھا۔ مونڈھے رکھے تھے۔ حقّہ بھی بیچ میں رکھا تھا۔ حقّے کی پیچواں نَے چلم پر رکھی تھی، لیکن اُن پانچ سات آدمیوں میں سے ایک بھی نہ تھا جو تھوڑی دیر پہلے یہاں بیٹھے سیاست حاضرہ پر گفتگو کر رہے تھے۔ عابد سمجھا کہ ہو نہ ہو برہمنوں کی گلی گئے ہوں گے۔ اُس کے جسم پر کپکپاہٹ طاری ہوگئی۔ آج کے سارے ہنگامے کا ذمہ دار وہ خود کو سمجھ رہا تھا۔ اُسی نے علی الصباح قاسم کو سوتے سے جگا کر کہا تھا ''ابے آج ساتویں ہے۔ ابھی تک سویا پڑا ہے، مہندی نہیں نکالنی قاسم نے جواب دیا تھا ''نہیں نکالنی بھائی۔ پابندی لگی ہوئی ہے۔'' اور رفتہ رفتہ اُس نے قاسم چھوڑ، قاسم کی ماں اور محلّے کی عورتوں کو بھی منا لیا تھا۔ برہمنوں کی گلی جانے کی ترغیب اُسی نے دی تھی۔ جب بچوں کا جلوس بڑی مسجد کے چوک میں جا کر ٹھہر گیا تھا تو اُسی نے قاسم کو ایک طرف لے جا کر کہا تھا۔

''برہمنوں کی گلی نہ جانا''

قاسم نے کہا تھا جانا ہے، ضرور جانا ہے''

عابد نے اُسکے ارادے کو مزید مضبوط کر دیا تھا ''تیرے ابّا جی کو بھی اُنھوں نے ہی

مارا تھا۔ ہم اُنھی سالوں کی گلی سے گزریں گے۔ دیکھیں گے کیا کریں گے۔

جلوس برہمنوں کی گلی کے منہ پر جا کر ٹھہر گیا تھا۔ ماتم بھی رُک گیا تھا۔ بچے ڈر گئے تھے سبھی کہہ رہے تھے، ''ہم اندر نہیں جائیں گے، واپس چلو''

قاسم بولا ''مہندی کربلا تک جائے گی جائے گی کوئی نہیں روک سکتا'' ایک لڑکے نے کہا '' کربلا تک جانا ہے تو کیا یہی راستہ رہ گیا ہے۔ باہر کھیتوں کی طرف سے چلتے ہیں۔

قاسم گرجا '' چپ رہ بے مرغی کے یہ گلی کاہے کے لیے بنی ہے''

برہمنوں کی گلی واقعی اسی لیے بنی تھی۔ کبھی پچھلے وقتوں میں حسن گڑھ میں اسی بات پر جھگڑا ہوا تھا کہ تعزیے کا راستہ کون سا ہونا چاہیئے مسلمانوں کا مطالبہ تھا کہ ہمارے باپ دادا کے زمانوں سے یہی راستہ ہے تو ہم کیوں بدلیں۔ غیر مسلم بالخصوص باہمن اور جاٹ یہ کہتے تھے کہ راستہ بدل دیا جائے گا تو کون سی قیامت آجائے گی۔ کافی عرصہ مقدمہ چلا۔ آخر ایک انگریز افسر نے آکر فیصلہ دیا کہ تعزیہ اگلی گلی سے گزرے گا کیونکہ ماضی میں یہیں سے گزرتا آیا ہے۔ برہمنوں نے چار و ناچار قبول کر لیا۔ لیکن وہ شرارت سے باز آنے والے کب تھے۔

انھوں نے اپنے مکانوں کے آگے چھجے اس ترکیب سے بڑھائے کہ اس طرف کے چھجے دوسری طرف کے چھجوں سے ملتے ہوئے نظر آتے تھے۔ بمشکل ایک فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ ادھر سے راجوں نے اپنے تعزیوں کی تعمیر کا نمونہ بدل دیا۔ اُنھوں نے پچاس فٹ کا تعزیہ بنایا۔ کرسی چار گز لمبی اور تین گز چوڑی رکھی۔ کرسی پر چار منزلیں اوپر تلے باندھ دیں جو ایک دوسری سے چھوٹی ہوتی چلی جاتی تھیں۔ چوتھی منزل کے اوپر روضہ تھا۔ روضے کے اوپر چھتری تھی۔ چھتری گلی کے چھجوں تک پہنچ جاتی تھی۔ چھجوں سے اُوپر کا بندوبست اُنھوں نے یہ کیا کہ ایک ایسا مخروطی مینار چھتری پر رکھ دیا جس کا

اوپر کا سرا بالکل نوکیلا تھا۔اس تعزیے کو برہمنوں کی پتلی گلی عبور کرنے میں چار چار گھنٹے لگ جاتے تھے۔دھانک کہار جن کے کندھوں پر اس تعزیے کا بوجھ ہوتا۔تھک تھک جاتے۔لیکن ثواب کمانے کی خاطر وہ برداشت کرتے رہتے۔بعض اوقات یہ جذبہ اُن پر اتنا طاری ہوتا کہ وہ تعزیے کا بوجھ قصداً بیساکھیوں کے بجائے اپنے کندھوں پر ڈالے رکھتے قریشیوں اور سیّدوں کے تعزیے قد وقامت میں اتنے چھوٹے ہوتے تھے کہ گلی میں سے آسانی سے گزر جاتے،مشکل صرف راجوں والے تعزیے کو پیش آتی تھی،اُس وقت سے پچھلے برس تک یہ عالم رہا تھا کہ کسی کو چھیڑ خانی کی جرأت نہ ہوتی تھی۔چھیڑ خانی تو کیا،اُلٹا وہ اسے ثواب کا وسیلہ سمجھنے لگے تھے،ہندو عورتیں تعزیے کی چھتری پر پھولوں کے ہار ڈال کر اور مخروطی مینار کو چھونے سے یہ سمجھتی تھیں کہ پاک ہوگئیں۔وہ سارا سال اپنے دل میں کوئی منت پکارتی رہتیں اور عاشورے کو گلی کے چھجوں پر جمع ہو جاتیں،اُن کے مرد جلوس کے لیے راستہ چھوڑنا معاشرتی کیا مذہبی فرض سمجھتے تھے۔لیکن اب کے حالات نے پھر پلٹا کھایا تھا۔محرم سے تین ماہ پیشتر ہی اُنھوں نے قاسم کے والد کو ڈھیر کر دیا تھا اور آج رات کے اندھیر میں جب عابد ڈرتا کانپتا خود مُجرمی کے احساس کو دل میں لیے برہمنوں کی گلی میں پہنچا تو وہاں پورے حسن گڑھ کے مسلمان جمع تھے،گلی کے نکڑ پر چبوترے پر تھانیدار آرام سے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ساتھ ہی ایک کرسی پر میر شجاعت علی بیٹھا مسکرا رہا تھا۔پیچھے تین سپاہی بندوقین تانے کھڑے تھے۔عابد بچوں کے ساتھ جاملا،''سپاہی اندر گلی میں گئے ہوئے ہیں۔بڑی دیر ہوگئی۔ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا''۔عابد ہجوم کو چیرتا ہوا آگے نکلا۔دیکھا کہ پاس ہی باپ کھڑا ہے۔بیٹے سے پوچھا،''گھر بتا آیا''؟عابد بولا''ہاں''محمد حسین نے اپنے باپ سے کہا اُس کی ماں مر جائے گی غریب یہ کہہ کر آگے بڑھا اور تھانیدار سے

کہا "جناب، آپ خود تکلیف کر کے اندر جائیں، وہ آپ کے بغیر نہیں مانیں گے" ایک سپاہی نے ٹارچ کی تیز روشنی محمد حسین پر پھینکی۔ عابد کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔ خاموشی پھر چھا گئی، تھوڑی دیر بعد چند سپاہی، جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی، ہاتھوں میں بچی ہوئی مہندی اُٹھائے نمودار ہوئے۔ سیاہ کاغذ کے پردوں کا وجود تک نہ تھا۔ گنبد بھی غائب تھے۔

چاندی کے کلس الگ ندارد۔ وہ کپڑا بھی، جس میں مرادوں بھری سُوکھی مہندی کا ڈھیر لگا ہوا تھا، موجود نہیں تھا۔ وہ مہندی جسے سارا سال بیماروں محتاجوں اور حاجت مندوں میں چٹکی چٹکی تقسیم ہونا تھا۔ بانس کی کھپچیوں کا ایک ڈھانچا تھا جو اُنھوں نے تھانیدار کے آگے لا کر رکھ دیا۔ کسی کو جوش آ گیا۔ باآواز بلند چیخا!

"نعرہ تکبیر" مجمع نے جواب میں ایک ہی آواز نکالی "اللہ اکبر" تھانیدار سٹپٹا کر کھڑا ہو گیا۔ جیب سے پستول نکال لی "خاموش رہو، ورنہ مجھے کوئی اور طریقہ استعمال کرنا پڑے گا"۔ سب خاموش ہو گئے۔ محمد حسین ایک آدمی کے ہاتھ سے لالٹین چھین کر آگے بڑھا اور دھیمی روشنی میں مہندی کا حلیہ دیکھنے لگا۔ ایک سپاہی نے بندوق کا بٹ اُس کے کندھے پر رکھتے ہوئے کہا "پرے رہو" تھانیدار نے نرم لہجہ اختیار کر لیا "صبر کرو۔ ابھی آپ ہی کے حوالے کر دی جائے گی" سپاہیوں کو ساتھ لے کر وہ خود گلی میں چلا گیا اور چند سپاہیوں کو وہ نکڑ پر کھڑا ہونے کا حکم دے گیا۔ چند ہی منٹوں کے بعد واپس آیا۔ اُس کے پیچھے پیچھے چار پانچ سپاہی قاسم کو اُٹھائے لا رہے تھے ایک سپاہی نے دونوں ہاتھوں سے اُس کا سر تھاما ہوا تھا۔ دو سپاہیوں نے اُس کی دونوں ٹانگیں اور باقیوں نے جسم کے مختلف حصّوں کو سہارا رکھا تھا۔ زمین پر لٹا دیا پیشانی سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔ کپڑوں پر جگہ جگہ تازہ خون کے چھینٹے پڑے ہوئے تھے۔ ناک بالکل پس گئی تھی

بازوؤں اور گردن پر گہرے زخم لگے تھے۔

تھانیدار نے ہیڈ کانسٹیبل سے پوچھا۔"کیا ٹائم ہوا ہے"؟

ہیڈ کانسٹیبل نے جواب دیا"ایک بجا ہے حضور"

تھانیدار اپنی جیب سے ڈائری نکال کر کچھ لکھنے لگا۔ایک شخص قریب ترین گھر سے ایک چارپائی اور چادر لے کر آیا۔سپاہیوں نے قاسم کو چارپائی پر لٹا دیا۔ایک سپاہی نے اُس پر چادر ڈال دی۔چند معززین محمد حسین کے ہمراہ آگے بڑھے۔ایک تجربہ کار اور مرتی ہوئی زندگی کے نبّاض بوڑھے شخص نے نبض ٹٹولی اور محمد حسین کی طرف مایوس نظریں اُٹھا کر بولا"اللہ کو پیارا ہوا"محمد حسین کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔عابد دوڑ کر قاسم کے پاس پہنچا۔سرہانے کی طرف بیٹھ کر چادر کا پلّو اٹھایا۔اندھیرے میں انگلیوں سے چہرے کے نقوش ٹٹولے تو گیلے گیلے گاڑھے خون کا لیس اُنگلیوں میں چپ چپانے لگا۔عابد کی چیخ نکل گئی۔"بھائی قاسم"۔دفعتاً ہجوم کے ایک گوشے سے ایک آواز بلند ہوئی"نعرۂ تکبیر"تمام آوازیں جواب دینے کے لیے پہلے ہی تیار تھیں"اللہ اکبر"۔عابد نے کھڑے ہو کر قاسم سے کہا۔میں بھی تیرے ساتھ ہی جاؤں گا۔کچھ ایسے ہی جذباتی فقرے اپنے آپ سے کہتا ہوا۔برہمنوں کی گلی میں دوڑتا ہوا چلا گیا۔اُس کے پیچھے پیچھے بچے بھی نعرے لگاتے ہوئے اندر گھس گئے۔ہجوم مشتعل ہو کر قاسم اور مہندی کی طرف لپکا۔دو آدمیوں نے مہندی اُٹھائی کچھ آدمیوں نے قاسم کی چارپائی کو کندھا دیا۔تھانیدار نے سپاہیوں کو فائر کا حکم دیا لیکن کسی سپاہی نے بھی اُس کے حکم کی تعمیل نہ کی۔تھانیدار نے ایک گھبرائی ہوئی نظر میر شجاعت علی پر ڈالی اور پستول نکال کر گلی کے نکڑ پر کھڑا ہو گیا۔ایک کالی ڈاڑھی والا شخص تھانیدار کی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہو گیا اور ہجوم سے کہا۔"تم کسی کی پرواہ نہ کرو"۔پھر اُس نے مرثیہ خوانوں سے چیخ کر کہا"مرثیہ

کیوں نہیں پڑھتے، آخر کس دن کام آؤ گے۔'' مرثیہ خوانوں نے آپس میں مشورہ کیا اور نوحہ پڑھنا شروع کیا۔

رن میں قاسم کی شادی رچی ہے

ہجوم بیک جنبشِ لحہ جلوس بن گیا۔ ایک ایک شخص نے جواب دیا۔

رن میں قاسم کی شادی رچی ہے

یہی ایک بول دہراتے ہوئے جلوس برہمنوں کی گلی میں گھستا چلا گیا۔ تھانیدار وہاں سے ہٹ کر پھر وہیں اپنی آرام دہ کرسی کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ پندرہ کے پندرہ سپاہی اُس کے پیچھے قطار باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ میر شجاعت علی تھانیدار کو سلام کیے بغیر کھسک کر اپنی حویلی چلا گیا۔ دیکھتے دیکھتے سارا جلوس برہمنوں کی گلی میں اَٹا اَٹ بھر گیا۔ برہمنوں نے دروازوں میں تالے چڑھا دیئے۔ پتلی گلی کے اندھیرے میں چار لالٹینوں کی ہلتی ہوئی اندھی روشنی فضا میں ماتم کے رنگ پر رنگ چڑھا رہی تھی۔ گلی کے اگلے سرے پر بچے ماتم کر رہے تھے۔ اُن کا نوحہ بڑوں کے نوحے سے مختلف تھا۔ اُن کی زبانوں پر بس ایک ہی بول تھا،

اُٹھا کوئی جنازہ پھر فاطمہؑ کے گھر سے

پوری گلی حسن گڑھ کے تمام مسلمان مَردوں سے بھری ہوئی تھی۔ خلاف معمول اب کے صف بندی کا دستور قائم نہ رہ سکا تھا۔ ماتم کے لیے اُٹھے ہوئے ہاتھ دوسرے ماتمیوں کے ہاتھوں میں اُلجھ اُلجھ جاتے تھے۔ چھاتی کوٹنے کی آواز میں بھی خاصی بے ترتیبی تھی، پاؤں الگ کیچڑ میں لت پت ہو گئے تھے لیکن زبانوں پر ایک ہی صدا تھی۔

رن میں قاسمؑ کی شادی رچی ہے

گھنٹوں اِس مصرع کی تکرار ہوتی رہی۔ آخر جب پڑھنے والوں نے مرثیہ آگے

بڑھاتے ہوئے اپنی مخصوص طرز میں کہا!

"دو دلوں میں قیامت اُٹھی ہے"

تو محمد حسین بولا "آگے بڑھتے جاؤ، آگے بڑھتے جاؤ" جلوس جو گلی میں جم کر رہ گیا تھا، اب قدم بہ قدم آگے سرکنے لگا۔ گلی سے نکلتے ہی ایک ٹیلہ آتا تھا۔ جلوس ٹیلے پر چڑھتا ہوا نیچے اُترا کھیتوں کے بیچوں بیچ ایک پگڈنڈی پر ہوتا ہوا کربلا پہنچا جو گاؤں سے کوئی نصف میل پر تھی۔ کربلا کا میدان کافی وسیع تھا۔ چاروں طرف کوئی ایک ایک گز اونچی دیوار بنی ہوئی تھی۔ صدر دروازے میں داخل ہوتے ہی ماتم کا جوش عروج پر پہنچ گیا۔ "یا حسینؑ یا حسینؑ"۔ قاسم کی چارپائی اور مہندی کربلا کے وسط میں رکھ دی گئی۔ جلوس چارپائی کے گرداگرد جمع ہو کر ایک ڈھیر سا بن گیا۔ "یا حسینؑ" کا وہ غلغلہ بلند ہوا کہ تھوڑی ہی دیر بعد لوگ نڈھال نڈھال ہو ہو گئے گر گر کر سنبھل رہے تھے۔ ایک بزرگ نے دونوں ہاتھ اُوپر اُٹھا کر ماتم بند کرنے کی التجا کی، اور اُٹھے ہوئے ہاتھ وہیں کے وہیں رہ گئے۔

چارپائی کے نزدیک ہی ایک گڑھا کھودا جا رہا تھا۔ عابد اور چند لڑکے مہندی پر لگے ہوئے بچے کھچے سبز سرخ کاغذ اُتار رہے تھے اور چوم چوم کر ایک کپڑے پر رکھ رہے تھے۔ پاس ہی بزرگ لوگ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ قاسم کو ابھی دفنا دیا جائے یا جنازہ پہلے گھر لے جایا جائے۔ محمد حسین گنگ کھڑا تھا ویسے اُس کی اپنی رائے (جسے وہ دل میں چھپائے ہوئے تھا) یہ تھی کہ یہیں غسل دیا جائے یہیں کفن پہنایا جائے اور یہیں دفنایا جائے۔ وہ اپنے آپ سے ڈر رہا تھا کہ بہن فردوسی کے سامنے کس منہ سے جاؤں۔ تین ماہ قبل بھائی کاظم علی کی لاش بھی میں ہی گھر لے گیا تھا۔ بہرحال طے پایا کہ جنازہ کل صبح گھر ہی سے نکلنا چاہیے۔ جب لوگ مہندی پر سے اُتارے ہوئے سبز

سرخ کاغذ اور سُتلی کے ٹکڑے اور دھاگے کپڑے میں لپیٹ کر قبر میں رکھنے لگے تو عابد اُچھل کر قبر میں جا لیٹا ''پہلے مجھے دفنا دو میں اب کیسے جیوں''۔ چند جوانوں نے اُسے زبردستی پکڑ کر نکالا اور ایک طرف کھینچ کر لے گئے۔ وہ چیختا رہ گیا ''میں اب جی نہیں سکتا۔ مجھے قاسم سے پہلے دفنا دو''

حسب روایت مہندی دفنانے کے بعد جلوس نے دوبارہ قاسم کی چارپائی اور مہندی کا ڈھانچا اُٹھایا۔ کئی مردوں نے عابد کو پکڑ رکھا تھا۔ وہ برابر چیخ رہا تھا ''پہلے مجھے دفنا دو۔ مجھے یہیں دفنا دو''۔ جلوس کھیتوں کی پگڈنڈی پر سے ہوتا ہوا، ماتم کرتا ہوا، ٹیلے پر چڑھتا ہوا، اُترتا ہوا، برہمنوں کی گلی میں آیا۔ یہاں ماتم کا جوش ایک بار پھر اُبھرا، گلی سے نکل کر چھوٹے بازار میں آیا۔ چھوٹے بازار کو عبور کر کے بڑے بازار میں آیا۔ یہاں سے شیخوں کے چوک میں سے گزرنے لگا پھر راجوں کی گلی میں سے ہوتے ہوئے بڑی مسجد کے چوک میں آنکلا۔ مہندی اور چارپائی پاس پاس اُس چبوترے پر رکھ دی گئی جہاں پر ہر برس عاشورے کے دن تعزیوں کو قیام دیا جاتا تھا اور خوب ماتم ہوا کرتا تھا۔ زنجیر سے نوجوانوں کے کندن کی طرح دمکتے ہوئے بدن لہولہان ہو جاتے تھے، ننھی ننھی بوٹیاں جھڑنے لگتی تھیں، ہڈیوں کی چھاتی پتھر کی بن جاتی تھی۔ بڑی مسجد سے موذن کی آواز سنائی دی ''اللہ اکبر اللہ اکبر'' اذان ختم ہوئی تو جلوس کے ایک حصّے سے رونے کی آواز کسی کے کان میں آئی تو پکار اُٹھا ''یا حسینؑ''۔ پھر تو حسینؑ کی وہ پکار پڑی ہے کہ اس سے پہلے حسن گڑھ کی بڑی مسجد کے چوک میں اس سے پہلے کبھی نہ پڑی تھی۔ گزرتے ہوئے دن کے اندھیرے اور آنے والے دن کے اُجالے کی ملی جلی، عجیب و غریب رنگت میں اس پکارتے دلوں کو ایسا روشن کیا کہ لوگوں نے لالٹینیں زمین پر پٹخ دیں۔ مرثیہ خوان پڑھ رہے تھے۔

ماں کہتی تھی تم مر گئے پانی کو ترس کر

اور جلوس کا جواب یہ تھا۔ ''ہے ہے علی اصغر''

جب پڑھنے والوں نے اپنی آواز قدرے بلند کر کے یہ پڑھا

گودی ہے میری خالی بن تیرے مَیں واری

تو محمد حسین قریشی بہن فردوسی کو یاد کر کے تڑپ کر رہ گیا۔ دونوں ہاتھ اُٹھا کر چیخا ''بول نعرہ یا حسینؑ'' مطلب یہ تھا کہ بس بہت ہو چکا۔ چنانچہ جلوس مغلوں کے محلّے سے نکل کر میر شجاعت علی کی حویلی کے آگے سے گزرنے لگا جوں جوں مہندی والوں کا گھر نزدیک آرہا تھا، جلوس پر سناٹا طاری ہوتا جارہا تھا۔

قصائیوں کی مسجد اور علم والوں کے گھر کے آگے سے نکل کر جلوس مہندی والوں کے دروازے پر آکر رُک گیا۔ موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ بیشمار عورتیں چھت پر چڑھی ہوئیں بین کر رہی تھیں اور بار بار دوپٹوں سے سوجی ہوئی آنکھیں خشک کر رہی تھیں۔ نکلتے ہوئے سورج کی ننھی ننھی، پیلی پیلی کرنیں اُنکے افسردہ چہروں پر پڑ پڑ کر دمک رہی تھیں۔ عابد نے دوسرے بچوں کے ہاتھ سے مہندی لی اور کندھے پر رکھ کر آگے آگے ہولیا۔ دروازے سے نکل کر صحن کے بیچ میں رکھ دی اور خود اُس کے پاس، گھٹنوں میں سر دے کر بیٹھ گیا، بتول اپنی بہن فردوسی پر ہاتھ رکھے بیٹھی تھی جو ابھی تک وہیں زمین پر سجدے میں پڑی تھی۔ بتول نے جب مڑ کر دیکھا کہ لوگ دروازے سے چارپائی نکال رہے ہیں، لیکن چارپائی دروازے میں اٹکی ہوئی ہے تو ایک ہوک بلند کی ''ہائے حسینا، یہ کیا ہو گیا''۔

فردوسی نے تڑپ کر سجدے سے سر اُٹھایا اور دوبارہ زندہ ہو کر مردہ آواز سے پوچھا ''کیا ہو گیا؟ قاسم کہاں ہے''؟ مڑ کر چارپائی کی طرف دیکھا۔ تڑپ کر اُٹھی اور دوڑتی

ہوئی چارپائی کے پائے سے لپٹ گئی۔محمد حسین نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا "بہن دروازے سے تو نکلنے دے"۔قاسم کی ماں نے کوئی جواب نہ دیا، سرہانے کی طرف سے پٹی پکڑ کر نیچے جھکانے لگی۔عورتوں کی چیخیں نکل گئیں۔بہن نے آگے بڑھ کر اُسے تھاما۔بڑے اطمینان سے کہنے لگی "بتول چھوڑ دے مجھے"۔پھر اُس نے پٹی اس زور سے پکڑی کہ مردوں نے بھی فوراً ہی جھکا دی۔اُس نے چادر کا پلّو اُٹھایا۔خون میں لتھڑے ہوئے چہرے پر جلدی جلدی اُنگلیاں پھیریں۔پھر گال پر ایک بوسہ دیا "میرا قاسم" قاسم نہایت دھیمی آواز میں بولا "جی"

"یہ تو نے کیا کر لیا چاند" یہ کہہ کر اُس نے قاسم کا سینہ ہاتھوں سے جکڑ لیا۔"میں ٹھیک ہوں امی" قاسم نے اپنی نحیف آواز میں ماں کی ڈھارس بندھائی ماں چیخ کر بولی "صدقے جاؤں قاسمؑ کے۔مہندی کہاں ہے" وہ قاسم کو وہیں چھوڑ کر مہندی کے پاس آئی۔اپنے بھانجے عابد کی بلائیں لیں۔سر سے کالا دوپٹہ اُتار کر مہندی کو اُڑھا دیا۔گریبان سے جلدی جلدی سونے کے بٹن اُتارے اور دوپٹے پر ڈال دیئے۔اضطراب میں بالیاں کانوں سے نوچتی رہ گئی۔

اجمیر کی مہندی:

احمد رئیس صاحب لکھتے ہیں:-

۷رمحرم الحرام کو درگاہ معلّٰی میں علی قُلی خان کے مقبرہ میں جہاں حضرات خدام یعنی صاحبزادگانِ آستانہ عالیہ کا تعزیہ شریف رکھا جاتا ہے شہر کے تمام مسلمان اور بعض ہندو بھی اپنی اپنی جانب سے منت کی مہندیاں پیش کرتے ہیں۔مہندی بعض لوگ تھالوں میں سجا کر ہار پھول کے ساتھ موم بتیوں کو روشن کر کے لاتے ہیں اور بعض لوگ بڑی خوبصورت کھڑی کی تیلیوں کی مہندی بنا کر اور دھوم دھام سے لا کر تعزیہ پر پیش کرتے

ہیں۔ رات گئے تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے تمام محلّہ خدامان میں اور اندرون درگاہ شریف عجیب گہما گہمی رہتی ہے۔ (ہفت روزہ فکر و عمل حیدرآباد، ۶رجنوری ۱۹۷۷ء)

بلگرام کی مہندی:

پروفیسر سیّد اطہر رضا بلگرامی (دہلی) لکھتے ہیں:-

یہ کہنا مشکل ہے کہ بلگرام میں عزاداری کی ابتداء کب سے ہوئی۔ تاریخ کا لمحہ اس طور پر کبھی اسیر نہیں کیا گیا۔ لیکن امام باڑوں اور درگاہ کے تاریخی کتبات، عزاخانوں میں علم و پٹکوں کی بناوٹ، عزاداری کے منظّم نظام میں وقت کی پابندی، سوز و مرثیے کی ترتیب وطرز، ان کی زبان اور پھر رسومات کی نوعیت وان کی ادائیگی میں اشخاص کی احساس ذمہ داری خود زبان حال سے عزاداری کی داستان دہراتے ہیں۔ یہ شواہد و تاریخی باقیات ہیں جن کی بنیاد پر یہ اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ قصبہ بلگرام کی عزاداری معہ اپنے موجودہ نظام کے دوڈھائی سو برس کی قدیم ضرور ہے۔

پہلی تا ۹ محرم تک صبح بڑے امام باڑے، مہدی حیدر صاحب کے امام باڑے میں دورے کی مجلس ہوتی ہے۔ جن کو گشتی مجلس کہا جاتا ہے۔ سہ پہر کو روزآنہ مخصوص مجالس برپا ہوتی ہیں جس میں پہلی دوسری اور ساتویں تاریخ میں درگاہ کی مجلسیں، چار تاریخ کو دیدار بی بی کے یہاں کی مجلس، پانچ کی صبح آل رضا صاحب اور سہ پہر کو دیدار بی بی و مہدی حیدر صاحب کے یہاں کی مجلس ۶ کو امیر حسن صاحب کے یہاں کی مجلس ۸ کو رجن صاحب کے یہاں کی مجلس اور ۹ کو امجد وکیل صاحب اور نواب محسن صاحب تعلقدار کے یہاں کی مجلس خصوصیت سے قابل ذکر ہیں جن میں مخصوص سوز و مرثیہ پڑھے جاتے ہیں یہ مجلسیں انتہائی تزک واحتشام کے ساتھ برپا کی جاتی ہیں۔

شب میں کوئی نہ کوئی جلوس برآمد ہوتا ہے۔ ان میں دوسری محرم کا معصوموں کا ماتم،

تیسری کو لارڈ محسن صاحب محلّہ سلہڑہ کے یہاں کا جلوس چار کو کجن صاحب کے یہاں کا ماتم اور ۵ کو چھنگا کی مہندی، ٦ کو غلہ ملکنٹھ کا ماتم ۷ کو صبح صادق کے وقت ڈولا، دس بجے کے قریب ''ڈنکا''۔

عزاداری میں چند زیارتیں، رسوم، و بند یا بول ایسے ہیں جن کا ذکر یہاں خصوصیت سے کرنا چاہوں گا۔ یہ سب کے سب قدیم تہذیب، تاریخ، جاگیردارانہ نظام کی یادگاریں ہیں جو بہرطور کسی نہ کسی طرح اب تک باقی ہیں۔

۷ر محرم کو مہندی کا ڈنکا:

محلّہ سیّدواڑہ میں ۷ر محرم کو دس بجے کے وقت بارہ دری پر مرد و عورتیں جمع ہوتی ہیں۔ ایک مقام پر خشک پاک مٹی سے ایک جگہ کو لیپ دیا جاتا ہے۔ اس پر نقارہ رکھا جاتا ہے جس کو نقارہ کہتے ہیں۔ پھر تمام ممتاز ہستیاں ڈنکے کے گرد جمع ہو جاتی ہیں۔ ایک مخصوص ڈھپالی کے خاندان سے ایک فرد اس ڈنکے کے قریب سر جھکائے ہاتھوں میں چوب لیے منتظر بیٹھا ہے۔ مجمع سے آوازیں آرہی ہیں ''فلاں صاحب آگئے'' ''جی ہاں حاضر ہوں''، فلاح صاحب آگئے آدمی بھیجا ہے'' آتے ہی ہوں گے۔ غرض کہ تھوڑی دیر میں جب سبھی ہستیاں جمع ہو گئیں تو پھر ''یا حسین'' کی صدا بلند ہوتے ہی نقارہ پر چوب پڑتی ہے اور ساتھ ہی مرثیہ خواں پڑھتے ہیں۔

آج قاسمؑ کی عجب طرح سے تیاری ہے
سر پہ سہرہ ہے بندھا آنکھوں سے خوں جاری ہے

یہ دراصل اعلان جنگ کا نقارہ ہے۔ پھر نشان چڑھتے ہیں اور جلوس امام بارہ پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے۔ اس جلوس میں ہرے ڈوپٹوں سے ڈھکی سینیاں ساتھ ہوتی ہیں جن میں ملیدہ ہوتا ہے اور جو امام باڑے پر پہنچ کر تقسیم کیا جاتا ہے۔

چونکہ ۷ رمحرم حضرت قاسمؑ سے منسوب ہے اس لیے اسی مناسبت سے مجلسوں میں سوز و مرثیے بھی پڑھے جاتے ہیں۔ یہاں میں دو ہندی کے سوز پیش کرر ہا ہوں جو احمد میاں صاحب اپنے امام باڑے میں پڑھتے تھے۔ اور پھر جن کو ان کے فرزند حکیم دِلن صاحب نے اپنی حیات تک جاری رکھا۔

کربل میں جیوں ہی آئے سرور بیرن فوج چڑھ دھائی
ماڑو باجے باجن لاگے سنمکھ جٹی لڑائی
دھار سروہی بجلی چمکے ڈھال گھٹا بن چھائی
بوندریاں لُوہُو کی برسیں بھیجیں شہ کے بھائی

جیوں ساون میں جھڑ لاگے یوں تیرن کی بوچھاڑ
بھجا بلی چھن چھن گریں مہابلی کے یار

ایسے سمے میں کاسم بنرا جیو کی ہوون لاگی شادی
آئی فوج مشاطہ بن کے دے ہی مبارک بادی
اچھا بنرا دلیس پرایو اپنی لگن دھرا دی
آئی بیرن نربل دین گئی بربادی

وینھ ابٹنو مل دیو متھ کر لوہو تیل
منڈھے شہادت چڑھ گئی کاسم جیو کی بیل

جب جھوجھن کو گیو کاسمؑ جی گھمسان کیو رن ماڈت کے
اور بَیری مار بھگائے دیو پگ پاچھے دھریو نہ جراہٹ کے
تلواروں سے تن چُور بھیواور پاگ کے پیچ گرے کٹ کے
رُخ پہ پڑے لہراوت ہیں سب لوگ کہیں سہرا لٹکے

مہندی کے جلوس کی تاریخ

ریاست رامپور کی مہندی:

۷؍محرم الحرام ۱۳۶۳ھ ساڑھے چھ بجے شام روانگی مہندی از میدان توپ خانہ بہ امام باڑہ قلعہ معلّٰی براہِ حامد گیٹ داخلہ در قلعۂ معلّٰی ساڑھے سات بجے شام۔

پروسشن کی ترتیب حسب ذیل ہوتی ہے۔

تخت نوبت خانہ

اسٹاف افسر　　　　اسٹاف افسر

عالی مرتبت صاحب چیف کمانڈنٹ وملٹری سکریٹری بہادر

افسر کمانڈنگ کیولرس

اردلی　　　　بگلر

رامپور روہیلا لانسرز 0000000000

ہیڈ بینڈ (ملٹری و پولیس) 00000000

افسر کمانڈنگ سکنڈ انفینٹری

سکنڈ انفینٹری 00000000000000

گورکھا کمپنی 00000000000000

آرمڈ پولیس 00000000000000

آرائش 000000000000000

ڈنکا

شاگرد پیشہ وروشن چوکی

طاشہ نوازان

	ماتمیان	
درحلقہ	مہندیاں	پولیس
	شرکاء	

میونسپلٹی کا اسٹار لیمپ بھی جلوس میں ہوگا۔ سرکاری مہندی کا چار فوجی افسران حلقہ کئے ہونگے مہندیاں امام باڑے میں داخل ہوجانے پر ملازمان فوج حسبِ معمول دھنیہ کی تقسیم کی خدمت انجام دیں گے۔

نقل پروگرام من ابتداء ۲۹ر ذی الحج لغایت ۱۷ر ربیع الاول ۱۳۶۳ھ، حسب الحکم لیفٹیننٹ کرنل آغا خاں اسسٹنٹ ملٹری سکریٹری

لکھنؤ کی مہندی:

امام باڑہ نواب آصف الدولہ بہادر مرحوم حسین آباد مبارک ٹرسٹ لکھنؤ، شاہانِ اودھ ۷ر محرم ۱۲ بجے شب۔

فیض آباد کی مہندی:

۱۔ وقف بہو بیگم صاحبہ فیض آباد، متولیان مقبرہ مرحومہ ۷ر محرم ۱۲ بجے شب۔
۲۔ بہدرسہ ضلع فیض آباد.. جناب سید علی نقی صاحب.. شبِ ششم محرّم
۳۔ بہدرسہ ضلع فیض آباد... مومنین قصبہ.. شبِ ہفتم محرّم

جونپور کی مہندی:

شیخ التفات حسین صاحب مرحوم، بلوہ گھاٹ جونپور، ۷ر محرم

ریاست محمود آباد کی مہندی:

ریاست عالیہ محمود آباد ضلع سیتاپور...سر مہاراجہ محمود آباد بہادر مرحوم ۷رمحرم۔ رجسٹری شدہ وصیت نامہ میں اس مہندی کے مصارف سالانہ مقرر ہیں۔

وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ کی مہندی:

دواخانہ معدن الادویہ، داروغہ میر واجد علی مرحوم، ۷رمحرم۔

جائس ضلع رائے بریلی کی مہندی:

محلّہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی خان بہادر سید کلب عباس صاحب....

ایم۔ایل۔سی۔جنرل سکریٹری آل انڈیا شیعہ کانفرنس لکھنو...۵محرم

۲۔ محلّہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی، سیّد ولایت حسین صاحب، ۶رمحرم۔

۳۔ محلّہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی، جناب علی اکبر صاحب مرحوم، شبِ عاشور

۴۔ محلّہ طمانہ جائس ضلع رائے بریلی، شاہ علی حسن صاحب مرحوم سجادہ نشین..روزِ عاشور۔ موصوف مشاہر اہلسنّت سے تھے اور دو جلوس مہندی کے نام سے آپ کے بنا کردہ اُٹھتے ہیں۔

نصیر آباد ضلع رائے بریلی کی مہندی:

محلّہ روضہ نصیر آباد ضلع رائے بریلی، جناب سیّد سلامت حسین صاحب، ریٹائرڈ سب انسپکٹر پولیس، ۷رمحرم۔۲ بجے شب۔

پر شدے پور ضلع نصیر آباد کی مہندی:

امام باڑہ قاضی میر ہاشم علی صاحب مرحوم پر شدے پور ضلع رائے بریلی...سیّد حماد

صاحب، ۹ محرم ۲ بجے شب۔ سیّد حسن عسکری صاحب ۶ ر محرم ۹ بجے شب۔

کانپور کی مہندی:

کانپور ایلن گنج سول لائن کانپور، نواب کرّار علی خاں عرف نواب علی خانصاحب رئیس اعظم...۷ محرم، یہ جلوس پریڈ کے بازار تک جاتا ہے۔

موتکپور ضلع بارہ بنکی کی مہندی:

۱۔ موتکپور...چھبن میاں صاحب رئیس، ۷ ر محرم۔

۲۔ موتکپور ضلع بارہ بنکی...ٹھکرائن صاحبہ رام اقبالہا...۷ ر محرم

احمد آباد کی مہندی:

ریچی روڈ....۶ ر محرم

ضلع اعظم گڑھ کی مہندی:

سرائے امیر ضلع اعظم گڑھ..جناب سید مہدی حسن صاحب رئیس..۷ محرم

محمد پور دبشن پور کی مہندی:

محمد پور دبشن پور ضلع بارہ بنکی ..نواب عسکری صاحب و نواب پٹن صاحب تعلقداران۔۷ ر محرم۔

حسین آباد کی مہندی:

حسین آباد ضلع بلیا...حکیم مولوی ممتاز حسین صاحب...۵، ۷ محرم

کواتھ کی مہندی:

کواتھ ضلع بلیا...مولوی مبارک حسین صاحب....۵، ۸ محرم

بھیک پور کی مہندی:

بھیک پور ضلع سارن...انجمن رضویہ وعباسیہ...۵،۸محرم

گنگولی کی مہندی:

گنگولی ضلع غازی پور....۵،۷محرم

تاج پور کی مہندی:

تاج پور ضلع غازی پور...مولوی مشتاق حسین صاحب ۷رمحرم

نانوتہ کی مہندی:

نانوتہ ضلع سہارنپور....۷رمحرم

دہلیہ کی مہندی:

دہلیہ ضلع ہردوئی..سیدامیر حسن صاحب تعلقدار....۷محرم

رانی مئو ضلع اعظم گڑھ کی مہندی:

امیر حسن صاحب رئیس....۷رمحرم

بلّہور کی مہندی:

بلّہور ضلع کانپور....چودھری عترت حسین صاحب....۶رمحرم..جلوس مہندی

حسنو کڑہ کی مہندی:

حسنو کڑہ فیض آباد...مومنین فیض آباد..شب ہشتم محرّم

اجودھیا کی مہندی:

اجودھیا ضلع فیض آباد... مومنین قصبہ...شبِ ہشتم محرّم

زید پور کی مہندی:

ا۔ بڑا بازار زید پور ضلع بارہ بنکی...از طرف مسلمانان قصبہ زیرِ اہتمام مقبول آتشبان...۶/محرم...اس جلوس میں میٹھی کی سُنّی انجمن پیرو پابرہنہ ماتم کرتی ہے۔

۲۔چھوٹا امام باڑہ زید پور ضلع بارہ بنکی...حاجی شاکر حسین صاحب...شبِ ہفتم محرّم

۳۔ محلّہ محن....زید پور ضلع بارہ بنکی....نور بافاں قصبہ...شب ہشتم محرّم

محلّہ گڑھی قدیم...زید پور ضلع بارہ بنکی .... سُنّی وشیعہ کے چندے سے زیرِ اہتمام عباس مہدی صاحب، شبِ نہم محرّم۔

آرہ کی مہندی:

ا۔ کواتھ ضلع آرہ...محمد محسن خاں عرف سچے صاحب..۶/محرّم

۲۔ صمری ضلع آرہ ڈاکخانہ بنبول...شاہ حسن صاحب۶/محرّم

۳۔محلّہ میدان پورہ، ضلع آرہ....اہلسنّت...۶/محرّم۔

۴۔ آرہ (بہار) سیّد ظہیر حیدر صاحب۔۷/محرّم

ہردوئی کی مہندی:

ا۔ سیّد واڑہ بلگرام ضلع ہردوئی...مہدی حیدر صاحب تعلقدار....۶/محرّم

۲۔ پالی ضلع ہردوئی...سیّد تبارک حسین صاحب جعفری...۷/محرّم

۳۔پالی قاضی سرائے....اہلسنّت...۷/محرم

مظفر پور کی مہندی:

۱۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور.. میر شاکر حسین صاحب....۷/محرم

۲۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... میر صادق حسین صاحب...۷/محرم

۳۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور..... میر ضمیر حسن صاحب....۷/محرم

۴۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور.... میر ظہور حسن صاحب....۷/محرم

۵۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور.... میر محمد رضا صاحب.....۷/محرم

۶۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور...... میر محمد جان صاحب.....۷/محرم

۷۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور..... میر امیر الحق صاحب....۷/محرم

۸۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور...... میر محمد قاسم صاحب.....۷/محرم

۹۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور...... میر محمد نقی صاحب......۷/محرم

۱۰۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور........ میر محمد ہاشم صاحب....۷/محرم

۱۱۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور... مطلوب خاں صاحب حنفی....۷/محرم

۱۲۔ موضع لکھواہ شہ نشین ضلع مظفر پور.. شیخ نتھن میاں صاحب ...۷/محرم

موضع کلہواہ:

۱۳۔ موضع کلہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور.....سیّد واقد حسین صاحب..۷/محرم

۱۴۔ موضع کلہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور.....سیّد حمید حسین صاحب ...۷/محرم

۱۵۔ موضع کلہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور.......سیّد محمد قاسم صاحب....۷/محرم

۱۶۔ موضع کلہواہ سیہ آباد ضلع مظفر پور.......سیّد محمد نعیم صاحب.....۷/محرم

موضع داور:

۱۷۔ موضع داور ضلع مظفر پور..........روزہ شاہ...۷/محرم

۱۸۔ موضع داور ضلع مظفر پور............کنوان شاہ...۷رمحرم

۱۹۔ موضع داور ضلع مظفر پور..........شیخ نبی بخش...۷رمحرم

۲۰۔ موضع داور ضلع مظفر پور...شیخ معظم صاحب...۷رمحرم

۲۱۔ موضع داور ضلع مظفر پور.. بنگالی دھوبی..۷رمحرم..یہ ہندوؤں کی طرف کا جلوس ہے۔

۲۲۔ موضع داور ضلع مظفر پور...نتھنی مہتو...۷رمحرم

موضع میلٹھن سرائے:

۲۳۔ موضع میلٹھن سرائے ضلع مظفر پور.....نصرت نور باف...۷رمحرم

۲۴۔ موضع میلٹھن سرائے ضلع مظفر پور...محمد حسین نور باف...۷رمحرم

۲۵۔ موضع میلٹھن سرائے ضلع مظفر پور.....الفت نور باف...۷رمحرم

۲۶۔ موضع میلٹھن سرائے ضلع مظفر پور.....جمعراتی شاہ......۷رمحرم

۲۷۔ موضع میلٹھن سرائے ضلع مظفر پور...........وزیر شاہ....۷رمحرم

۲۸۔ موضع میلٹھن سرائے ضلع مظفر پور.........کتاب شاہ...۷رمحرم

موضع بھیکن پور:

۲۹۔ موضع بھیکن پور ضلع مظفر پور.....سیّد محبوب رضا صاحب...۷رمحرم

۳۰۔ موضع بھیکن پور ضلع مظفر پور.....سیّد انوار حسین صاحب...۷رمحرم

۳۱۔ موضع بھیکن پور ضلع مظفر پور...سیّد واہب حسین صاحب...۷رمحرم

موضع بڈھن پورہ ضلع مظفر پور:

۳۲۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...شاہ غلام حسین صاحب...۵رمحرم

۳۳۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...وراثت حسین صاحب...۵رمحرم

۳۴۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور.......کنکو میاں صاحب...۵رمحرم

۳۵۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...رحمت علی صاحب...۵ر محرم

۳۶۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...دل محمد میاں صاحب...۵ر محرم...یہ جلوس اہلِ سنت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۳۷۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...بتارک حسین...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں

۳۷۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...مبارک حسین...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۳۸۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...غلام پیر میاں...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۳۹۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...نھو میاں ...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۴۰۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...حسینی میاں ...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۴۱۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور..قربان قصاب...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۴۲۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...حنیف میاں...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۴۳۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...محمد ہاشم صاحب ...۵ر محرم....یہ جلوس اہلسنّت حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۴۴۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...لطف میاں ...۵ر محرم....یہ جلوس حنفی

حضرات اُٹھاتے ہیں۔

۴۵۔ موضع بڈھن پور ضلع مظفر پور...عبدالکریم...۵/محرم.....یہ جلوس حنفی حضرات اُٹھاتے ہیں۔

موضع گورانڈا:

۴۰۔ موضع گورانڈا ضلع مظفر پور...ندول میاں...۵/محرم.....یہ جلوس حنفی حضرات اُٹھاتے ہیں۔

جموں کشمیر کی مہندی:

مومنین جموں.....۷/محرم...اس جلوس کی اطلاع اخبار سرفراز ۱۵ جون ۱۹۴۴ء

اِلہ آباد کی مہندی:

کراری ضلع اِلہ آباد...مومنین قصبہ.....اخبار سرفراز ۱۴/جنوری

کاٹھیاواڑ کی مہندی:

قصبہ اونا جونا گڑھ کاٹھیاوار.....محمد حسین بخاری...۷/محرم

اصغر آباد کی مہندی:

ریاست اصغر آباد.....ریاست...۶/محرم

غازی پور کی مہندی:

ا۔ غازی پور.....میر واجد حسین صاحب.....۸/محرم، طول کے خوف میں اس فہرست کو ناقص چھوڑا جاتا ہے۔

۲۔ ماٹا ضلع غازی پور.....سیّد تقی حسن صاحب وغیرہ...۶/محرم

کامون پور کی مہندی:

کامون پور.... ظفر صاحب....۷/محرم

مان بہوم بنگال:

مان بہوم بنگال.... ذوالفقار حسین صاحب.... ۷/محرم

گھوسی بڑا گاؤں:

گھوسی بڑا گاؤں.. سیّد محمد حسین مختارِ عدالت.... ۷/محرم

جلال پور (یوپی، بھارت) کی مہندی:

روضۂ حضرت قاسمؑ جلال پور (یوپی، بھارت) ۱۲/لاکھ روپے سالانہ کا وقف ہے۔

افریقہ کی مہندی:

افریقہ کے تمام مقامات پر جہاں شیعہ قوم آباد ہے ساتویں شب کو پچاس سال سے مہندی اُٹھتی ہے اور دسویں شب کو آگ پر ماتم ہوتا ہے۔

راولپنڈی کی مہندی:

ڈھوک رتھ راولپنڈی... منشی کالے خاں... ۶/محرم... رضا کار لاہور ۱۶/جنوری

کراچی کی مہندی:

۱۔ انجمن محمدی قدیم کی طرف سے ۷/محرم ۹ بجے شب حضرت قاسمؑ کی مہندی امام بارگاہِ جعفریہ حسین آباد گولیمار کراچی سے برآمد ہو کر امام بارگاہِ رضویہ سوسائٹی آتی ہے۔

۲۔ مرکزِ علومِ اسلامیہ کی طرف سے امام بارگاہِ جامعۂ سبطین گلشنِ اقبال کراچی ۷/محرم کو شب میں مجلس کے بعد مہندی، تابوت حضرت قاسمؑ اور حضرت قاسمؑ کا رہوار

برآمد ہوتے ہیں۔ مجلس سے خطاب علامہ ضمیر اختر نقوی فرماتے ہیں اور ہر سال مہندی کی اہمیت پر تقریر بھی کرتے ہیں۔

لاہور کی مہندی:

کہالڑا ضلع لاہور.... مومنین شہر...۷رمحرم ....اس جلوس کی اطلاع اخبار سرفراز ۱۵ جون ۱۹۴۴ء

لاہور میں سات محرم کو گوالمنڈی کی قدیم مہندی:

راقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) نے ۱۹۸۹ء سے تقریباً دس بارہ برس محرّم کا پہلا عشرہ لاہور کے مختلف امام باڑوں میں پڑھا۔ جن میں زینبیہ لٹن روڈ، خیمۂ سادات موج دریا روڈ، امام بارگاہ خواجگان موچی دروازہ، امام بارگاہ مغل پورہ، بیت السادات کرشن نگر، تکیہ مراثیاں گوالمنڈی، یہ خصوصی عشرے تھے جو روزآنہ پڑھے جاتے تھے۔ گوالمنڈی کے امام باڑے میں دن میں گیارہ بجے مجلس شروع ہوتی تھی لیکن ۷رمحرم کو تقریباً ۲ بجے دن کو مجلس شروع ہوتی تھی اُستاد ناظم حسین خاں مرحوم کے اصرار پر میں یہ عشرہ پڑھا کرتا تھا۔ چونکہ تکیہ مراثیاں میں اسد امانت علی کے دادا کی قبر بھی ہے۔ یہ امام باڑہ اسد امانت علی خاں اور حامد علی خاں کا خاندانی آبائی امام باڑہ ہے۔ ۷رمحرم کی مجلس میں یہ تمام حضرات موجود ہوتے تھے۔ اسد امانت علی کے چھوٹے بھائی شفقت علی خاں بھی ہوتے تھے اور تقریباً بارہ بجے سے اُستاد ناظم حسین خاں امام باڑے میں مہندی سجانے لگتے تھے اور وہ بیان کرتے تھے کہ ہمارے بزرگ کافی عرصے پہلے چین گھومنے گئے تھے، چین کے کسی جنگل سے گذر رہے تھے وہاں اُن کو ایک بزرگ نظر آئے اور انہوں نے اُن کو یہ مہندی عنایت کی کہتے ہیں یہ معجزاتی مہندی ہے اور تقریباً سو سال سے اُٹھ رہی ہے۔ مصائب میں جب میں حضرت قاسمؑ کے مصائب پڑھ چکتا

تھا تو تمام سوز خوان ونوحہ خوان منبر کے پاس جمع ہو جاتے اور سب مل کر ہندی کا مندرجہ ذیل سوز پڑھتے اور ایک عجیب سماں پیدا کر دیتے تھے جو لفظوں کے ذریعے بیان کرنا بہت مشکل ہے۔ اُستاد ناظم حسین خاں کا پڑھا ہوا یہ سوز میں یہاں درج کر رہا ہوں۔

قاسمؑ بنڑا باندھے سہرا سیس کٹاون جاوت ہے
دلھن دکھیا بیٹھی تخت پہ نیناں نیر بہاوت ہے
سگرو کنبہ دیوے دلاسہ رو رو یہی سناوت ہے
نہ رو میری گھونگھٹ واری بنڑا تورا آوت ہے

رچائی شادیِ قاسمؑ تو پر عزیزوں کا
نہ مہندی کی ہے طرف دھیان نے لگن کی طرف

ساداتِ جلالی (یوپی۔انڈیا) کے مہندی کے جلوس:

۹ رمحرم کی شب میں مقررہ مجلس کے علاوہ الحاج سید علی اوسط صاحب کے یہاں بھی ایک مجلس منعقد ہوتی ہے اور آخر میں الحاج سید محمد عباس صاحب کے امام باڑے میں مجلس کے بعد الحاج سید خورشید علی صاحب کی حویلی سے مہندی وتابوت حضرت قاسم ابنِ حضرت امام حسن علیہ السلام مع علم مبارک جلوسِ عزا کے ساتھ برآمد ہو کر امام باڑۂ الحاج سید محمد عباس کو جاتا ہے اس تابوت کی بنا جلالی میں سید عسکری علی سوز صاحب کی تھی۔ مہندی، تابوت کے آگے علم مبارک کے ساتھ ہوتی ہے نوحہ خواں سید عسکری علی صاحب سوز کا تصنیف کردہ نوحہ

مجرائی لاشۂ قاسمؑ جو اُٹھایا ہوگا
غم سے شبیرؑ کا منھ کو جگر آیا ہوگا

خوش الحانی کے ساتھ مبکی طرز میں پڑھتے جاتے ہیں عشرۂ محرم کے دوران ۸ محرم تک قصبۂ جلالی میں مختلف مقامات پر منتی مہندیوں کے جلوس مختلف حویلیوں سے برآمد ہوکر مختلف امام باڑوں کو جاتے ہیں۔ ہر جلوس کی ابتدا میں مخصوص سوزوں میں سے کوئی ایک سوز پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد سید حمزہ علی ممتحن کا تصنیف کردہ سلام

"اُن پر سلام رن میں جو دولھا دلھن بنے"

اور یا جناب میر خلیق کا سلام

"سلام اُس پہ جو دولھا بنا تھا رن کے لیئے" پڑھا جاتا ہے۔

جلالی میں ماتمی باجوں کا رواج بھی عام ہے، علموں اور مہندیوں کے جلوسوں کے ساتھ عموماً تاشے ماتمی دُھن میں بجائے جاتے ہیں، ساتھ میں نقارے بھی بجائے جاتے ہیں۔ اس عمل میں مومنین کے قلوب میں غم واندوہ بڑھتا ہے۔

(شیعہ لکھنؤ....۱۹۸۷ء.... صفحہ۵۰)

باب ……۴

لکھنؤ کی تین مشہور مہندیاں

(روزنامہ صحافت (لکھنؤ) محرّم نمبر ۱۴۲۸ھ)

لکھنؤ کی عزاداری دور دور مشہور ہے۔ نوابین اودھ کے زمانے میں یہاں کے امراء ورؤساء محرم کے ایام میں اپنی عقیدت مندی کا اظہار شاندار مجالس کے انعقاد، بڑے بڑے پرتکلف حصوں کی تقسیم اور تعزیوں کے ہمراہ طویل پرشوکت جلوسوں سے کرتے چلے آئے ہیں۔ ساتویں محرم کو کربلا میں امام حسینؑ کے صاحبزادے اور امام حسینؑ کے بھتیجے قاسمؑ اور امام حسینؑ کی صاحبزادی بی بی کبریٰ کے عقد کی یادگار میں مہندیوں کے تین جلوس نکلتے تھے۔ سب سے پہلے مغرب کے بعد ہی نواب سلطان جہاں محل صاحبہ زوجہ ممتوعہ سلطان عالم واجد علی شاہ بہادر کی مہندی حکیم صاحب عالم صاحب مرحوم کے مطب معدن الادویہ نخاس سے اُٹھ کر گولا گنج بارود خانہ امام باڑہ داروغہ میر واجد علی جاتی تھی۔ اس کے بعد حسین آباد کی شاہی مہندی نواب آصف الدولہ کے امام باڑہ سے اُٹھ کر امام باڑۂ حسین آباد جاتی تھی۔ پھر کشمیریوں کی مہندی محلّہ شاہ گنج متصل نخاس سے اُٹھ کر گشت کرتی تھی۔

مہندیاں حضرت نصیر الدین حیدر (۱۸۳۷۔۱۸۲۷ء) کے عہد میں کثرت سے

اُٹھتی تھیں۔ فیض آباد میں بہو بیگم صاحبہ کے مقبرہ سے جواہر علی خاں کے امام باڑہ میں مہندی اُٹھ کے جاتی ہے۔ کلکتہ میں واجد علی شاہ کے امام باڑے میں آج بھی مہندی اُٹھتی ہے۔ تاریخ لکھنؤ جلد دوم میں آغا مہدی صاحب لکھتے ہیں۔ ''۲۱ر ربیع الاول ۱۲۵۵ھ کو ابوالفتح معین الدین شاہ زمان نوشیروان عادل محمد علی شاہ بادشاہ نے حضرت قاسمؑ کی عروسی کا سامان خواب میں دیکھا اور جناب زینبؑ کی زبان پر یہ مصرعہ تھا۔

اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

خواب دیکھ کر بادشاہ نے حمید الدولہ رضا قلی خاں سے مہندی نظم کرنے کی فرمائش کی اور انہوں نے دس بند خمسہ کی صورت میں کہے پہلا بند ملاحظہ ہو:-

قاسمؑ نے جو گردن پئے تسلیم جھکا دی　　لبیک کی تب روحِ پیمبرؐ نے صدا دی
اور قاسمؑ نوشہ کے تصدق ہوئی دادی　　اس وقت میں زینبؑ بیکس نے دعا دی

اے قاسمؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

وقف حسین آباد مبارک میں اسی خواب کی بدولت مہندی اب تک اُٹھتی ہے۔ شاہ موصوف کے ایک مصاحب نے شاہی مہندی اور اس کے متعلق جملہ رسومات کو بچشم خود دیکھا تھا اس کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ تحریر کرتا ہے۔

'' دنیا میں عام طور سے یہ مشہور ہے کہ شادی و غم تو عام ہیں اسی لیے یہ بات بلاد مشرقیہ میں بہت اچھے طور سے ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً زمانہ محرّم میں جو خاص طور سے رنج والم کے اظہار کا وقت ہوتا ہے غم کے پہلو بہ پہلو شادی کا سماں بھی نظر آتا ہے۔ یعنی محرّم کی ساتویں تاریخ کو تقریب شادی کی یادگار میں بھی ایک جلوس بڑے ساز و سامان اور تزک و احتشام سے نکالا جاتا ہے، جسے ''مہندی'' کہتے ہیں۔ یہ ایک تاریخی روایت کی یادگار ہے کہ عین اس روز جب کہ امام حسینؑ کے بھتیجے حضرت قاسمؑ کی شہادت ہوئی

اسی کے ایک روز قبل شب کو حضرت امام حسینؑ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت کبریٰ کی شادی حضرت قاسمؑ کے ساتھ کردی تھی۔

مہندی میں شادی اور مسرت کے بڑے ساز و سامان اور تکلّفات جمع کیے جاتے ہیں وزیر اعظم کی مہندی معمولاً شاہی امام باڑہ میں چڑھائی جاتی ہے۔ ان عظیم الشان مہندیوں کی آمد کے سبب سے اس رات کو امام باڑوں میں غیر معمولی روشنی اور سجاوٹ کی جاتی ہے۔

''جب یہ انتظام پورا ہو چکتا ہے تو اس وقت مخلوق بے روک ٹوک امام باڑوں کی آراستگی دیکھنے جایا کرتی ہے۔ اس کثیر مجمع میں بعض تو بڑے بڑے رنگ برنگ جھاڑوں کی کیفیت دیکھنے میں محو ہوتے ہیں، جن میں صدہا شمعیں روشن ہوتی ہیں۔ (مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ شمار کیا تھا تو ایک جھاڑ میں سو کنول چڑھے ہوئے تھے) اور بعض خوش رنگ اور باغ و بہار کنول اور مردنگ دیکھ دیکھ کر دنگ ہوتے ہیں۔ بعض لوگ امام کے مزار پُر انور کی آرائش و تابش کھڑے کھڑے دیکھا کرتے ہیں، جن کے سامنے ایک بڑے شیر کی شبیہ ایک جانب دو مچھلیاں جن کے سر باہم ملے اور ایک دوسرے کی جانب جھکے ہوتے ہیں۔ یہی شاہان اودھ کا مارکہ ہے۔ یہ لوگ ان عجائبات و نوادرات کو دیکھ کر عجب لطف اُٹھاتے ہیں اور پر تحسین و آفرین کی صدا بلند کرتے ہیں کیونکہ اس وقت امام باڑہ کی تزئین میں ہر مذاق اور طبیعت کے آدمی کے لیے دل بستگی کا کچھ نہ کچھ سامان ضرور ہوتا ہے۔ مثلاً ایک طرف طلائی و نقرئی علموں کے زرکار و جواہر نگار پنجے اور پٹکے لہلہا رہے ہیں، انھیں کے پاس خانۂ کعبہ کے دروازے اور امام حسینؑ کی خیمہ گاہ اور واقعہ کربلا کے نقرئی نقشے ہوتے ہیں جو ایک چاندی کی میز پر رکھے ہوتے ہیں اور جنہیں دیکھ کر رقیق القلب حضرات کے دل پگھلنے لگتے ہیں۔

ایک طرف دیواروں میں قسم قسم کے نفیس ونادر اور عجیب وغریب ساخت کے ہتھیار لٹکے ہوتے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے بہادر اور جنگ آزمالوگوں کے دلوں میں جوشِ وغا پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اس ساری آراستگی اور زیب وزینت کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ مذاق کی نفاست ظاہر کی جائے بلکہ یہ سارا اہتمام صرف اظہار شان وعلوئے مرتب کے واسطے کیا جاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اس کے دیکھنے سے جو تحیر واستعجاب لوگوں پر طاری ہوتا ہے اسے دیکھ کر منتظمین کو بڑا لطف حاصل ہوتا ہے''۔

''جب باہر سے توپوں کے سر ہونے کی آواز سنائی دیتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اب آرائش شادی کے تخت جن کے پیچھے تابوت بھی ہوتا ہے قریب پہنچ گئے ہیں، ان آوازوں کے سنتے ہی شاہی نقیب وچوبدار امام باڑہ اور اس کے راستہ کی صفائی کے لیئے آجاتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے کام میں بہت چست وچالاک ہوتے ہین۔ اب ایک طرف تو زائرین محوزیارت ہیں دوسری طرف لوگ انہیں نکال کر باہر کرنے پر کمر بستہ۔ زائرین ابھی جی بھر کر دیکھ نہیں سکتے ہیں کہ یہ تفرقہ انداز ان کے سروں پر بلائے بے درماں کی طرح مسلط ہوجاتے ہیں۔ چونکہ خالی دوں دبک سے وہ لوگ ٹلنے والے نہیں ہوتے اس لیے شاہی چوبدار دوٹوک کارروائی کرتے ہیں کہ ''امام باڑہ خالی کردو'' مگر جب وہ دیکھتے ہیں کہ کانوں پر ذرا بھی جوں نہیں رینگتی تو وہ ڈنڈے اور کوڑے سنبھال لیتے ہیں مگر کسی کی اتنی مجال نہیں کہ ان سرکاری آدمیوں سے دست وگریباں ہوسکے۔ اتنے عرصہ میں امام باڑہ میں مہندی کے داخل ہونے کا پورا انتظام ہوجاتا ہے اور مہندی بھی امام باڑہ کے قریب پہنچ جاتی ہے۔ اب امام باڑہ میں بالکل سناٹا ہوجاتا ہے۔

''باہر کا مربع صحن بھی جس میں ہر طرف روشنی ہوتی ہے چشم منتظر بنا ہوا ہے۔ لیجئے مہندی کا جلوس آنے لگا، ہاتھی، اونٹ اور گھوڑے تو پھاٹک کے باہر ہی چھوڑ دیئے

گئے۔جلوس بردار، سپاہی اور باجے والے امام باڑہ کے صحن میں ہیں۔

ان کی وجہ سے ایسا مجمع ہوجاتا ہے کہ تل دھرنے کی جگہ نہیں ملتی اور زمین کی پچی کاری کا فرش بالکل چھپ جاتا ہے۔

''یہ لوگ داہنے بائیں پرا جما کر کھڑے ہوجاتے ہیں اور وسط میں راستہ چھوڑ دیتے ہیں، جس پر سے پہلے تو مہندی کا اصلی سامان آنا شروع ہوتا ہے یعنی نقرئی کشتیوں میں ہر قسم کی مٹھائیاں، خشک میوے، پھولوں کے ہار گجرے، چھپر کھٹ اور گلدستے جنہیں زرق برق پوشاکیں پہنے ہوئے ملازمین اپنے ہاتھوں یا سروں پر لیے ہوتے ہیں۔اس وقت نہایت نفیس آتش بازی بھی چھوٹنے لگتی ہے۔اس سامان عروسی کے بعد دلھن کی نقرئی پالکی آتی ہے، جس کے آگے بہت زرق برق وردی پہنے ہوئے مشعلچی ہاتھوں میں مشعلیں لئے ہوتے ہیں۔پھر مشعلوں کی روشنی میں باجے والوں کے غول آتے ہیں۔یہ لوگ باجہ بجانے میں ماہر ہوتے ہیں۔اس سامان عروسی کو امام باڑہ کے وسیع دالان میں لے جا کر وہاں گشت لگاتے ہیں۔پھر یہ سب سامان تعزیہ پر چڑھا دیا جاتا ہے کیونکہ اس ساری جدوجہد کا حاصل اتنا ہی ہوتا ہے کہ یہ چیزیں بھی تعزیہ کے ہمراہ کربلا لے جائیں۔

سامان عروسی ابھی پوری طرح امام باڑہ میں پہنچ بھی نہیں چکتا ہے کہ عزاداران کا ایک گروہ سر جھکائے ماتمی لباس پہنے اور غمگین صورت بنائے امام باڑہ میں آجاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت قاسمؑ کا تابوت چند خادم کاندھوں پر اُٹھا کر لاتے ہیں، جس کے ساتھ عزاداران مغموم صورت کا مجمع ہوتا ہے۔بعض اوقات ان لوگوں کے ساتھ ایک گھوڑا بھی ہوتا ہے، جو حضرت قاسمؑ کا قیاس کیا جاتا ہے۔اس گھوڑے پر امامؑ موصوف کی زرتاب پگڑی، کمان، خنجر اور تیروں سے بھرا ہوا ترکش ہوتا ہے، جس کے اوپر

کار چوبی ونقرئی نشان شاہی لیے چتر اور آفتابہ سایہ کناں ہوتا ہے۔

''اندر کا حال تو بس اسی قدر قابل بیان تھا کیونکہ یہاں اب صرف مجلس ہوتی ہے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اب باہر کے حالات بیان کرتا ہوں کیونکہ وہاں بھی کچھ رسوم ادا ہوتے ہیں وہاں سبھی قسم کی مخلوق جمع ہوتی ہے۔

بالے، بوڑھے، زن و مرد یہ سب لوگ روپئے پیسے لوٹنے کے منتظر ہوتے ہیں۔ کیونکہ اس ملک میں لگا بندھا دستور ہے کہ شادی بیاہ کے موقع پر کچھ روپیہ ضرور لٹایا جاتا ہے اور مہندی کے لوازم میں بھی یہ امر داخل ہے اور جب کہ یہ رسم عقد حضرت قاسمؑ و دختر امام حسینؑ میں منائی جاتی ہے تو بھلا کیسے متروک ہوسکتی ہے۔ چنانچہ بعض ملازمین جو اسی خدمت پر مامور و متعین ہوتے ہیں مٹھائیاں بھر بھر کے روپئے اور چاندی کے چھوٹے سکے نہایت آزادی اور سیر چشمی سے اپنے داہنے بائیں لٹاتے رہتے ہیں''۔

حکیم آغا مہدی بہ حوالہ تاریخ لکھنؤ جلد دوم۔

شاہی مہندی جیسا کہ اوپر بیان کیا امام باڑہ آصفی سے اُٹھ کر حسب دستور سابق امام باڑہ حسین آباد جاتی ہے مگر اب نہ آتش بازی چھوٹتی ہے نہ چھپر کھٹ ہوتا ہے نہ دلھن فینس ہوتی ہے نہ نقد لٹایا جاتا ہے۔ اب تاریخ اور کلچر سے ناواقف لوگ انتظام کرتے ہیں۔ ہاتھی، اونٹ جو کافی قیمت دے کر کرایہ کے بلائے جاتے ہیں ان پر ترتیب سے ماہی مراتب پھر اونٹوں پر علمہائے مبارک ہونا چاہیئے نہ کہ سفینہ ہائے برنجی دے دئے جاتے ہیں۔ بدانتظامی اور پھوہڑپن اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ یہ سب لوگ تاریخ، ادب، کلچر سے ناواقف ہوتے ہیں۔

سلطان جہاں محل صاحبہ کی مہندی:

مغرب کے بعد ہی سلطان جہاں بیگم کی مہندی جس کے شاندار جلوس میں

نقار خانہ، کشتی رواں پر نوبت خانہ جس کے سیاہ پردے ہوتے تھے، اس کے پیچھے سبیل کشتی رواں پر جس کے سبز پردے ہوتے تھے، ہاتھیوں پر مخملی جھولیں اس کے اوپر ماہی مراتب (بادشاہ کے جاہ وجلال کی علامت جو سات ستاروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں) اونٹوں پر علمہائے مبارک، گھوڑے، باجے والوں کے غول، برق بردار، نوحہ خوان، سوزخوان اور علم بردار، ضریح بردار، مور پنکھی بردار، باد بہاری کے دستے یعنی رنگ برنگی جھنڈیاں، ذوالجناح، تابوت آخر میں دو عدد مہندیوں کے ڈولے جو حکیم صاحب عالم کے مطب معدن الا دویہ کے پاس سے اُٹھتے تھے۔ باقی سب جلوس افضل محل واقعہ وکٹوریہ اسٹریٹ میں آراستہ ہوکر براہ پاٹا نالہ، وزیر گنج، داروغہ میر واجد علی کے امام باڑہ، واقعہ بارودخانہ گولہ گنج میں جاتی تھی۔

شیخ تصدق حسین لکھتے ہیں:

''شروع شروع میں اس کے ساتھ دستیوں، پٹاخوں، اور ہزاروں کی بہت تیز روشنی ہوتی تھی، بعدۂ بہ افراط منجھولی شمع دار لال ٹینوں کی روشنی ہونے لگی یہ لال ٹینیں لمبی لاٹھیوں کے سروں پر نصب ہوتی تھیں، جنھیں مرد ہاتھوں میں لے کر جلوس کے بیچ چلتے تھے، پھر پٹر ومیکس کی لالٹینیں اور ہنڈے ساتھ ہوتے تھے، جن کی جگمگاہٹ سے شب کو دن کا ایسا سماں نظر آتا تھا۔

سلطان جہاں حضرت سلطان عالم واجد علی شاہ بہادر کی ممتوعہ بیوی تھیں۔ انتزاع سلطنت سے قبل انہیں دو ہزار روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی۔ ان سے بادشاہ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ داروغہ میر واجد علی انہیں کی ڈیوڑھی کے داروغہ تھے۔ تنخواہ کے علاوہ شاہ موصوف نے انہیں تخمیناً دو ہزار تین سو دس زرع آراضی بکتر واقع محلہ خیالی گنج بھی بہ ذریعہ فرمان شاہی مورخہ ۲۷ر محرم ۱۲۶۷ھ عطا کی تھی۔ ان کا خطاب نواب سلطان جہاں محل تھا مگر

عوام میں وہ صرف سلطان محل کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

یہ شاہ معزول کے ہمراہ کلکتہ نہیں گئیں لکھنؤ ہی میں مقیم رہیں۔ انقلاب ۱۸۵۷ء میں گوناگوں مصائب کی شکار ہوئیں مگر داروغہ میر واجد علی کے ساتھ اتحاد عمل کر کے انہوں نے کپتان پٹرک اوڑ کی لڑکی اور بیوی اور دختر سر ماؤنٹ اسٹوراٹ جیکسن کمشنر خیرآباد کی جانیں باغی تلنگوں کے ہاتھوں سے بچائیں۔ اس کے صلہ میں جان بخشی کے علاوہ ان کی سرخ روئی بھی سرکار کمپنی میں ہوئی۔ پرامیسری نوٹ و جاگیر بحال رہی، اور گزارا بھی مقرر رہوا۔

انگریزوں کے تسلط کے بعد وہ داروغہ میر واجد علی کے ہمراہ گولہ گنج میں مقیم رہیں۔ ۱۹ر شعبان ۱۲۷۵ھ کو موصوفہ نے پچاس ہزار روپئے، پانچ قطعہ پرامیسری نوٹ جن کا سود دو ہزار روپئے سالانہ تھا اور جاگیر زمین داری جس کی آمدنی دوسو روپئے ماہوار تھی اور جواہرات قیمتی دس ہزار روپئے اور ایک باغ و مکان سات ہزار روپئے مجالس و مہندی و دیگر مذہبی امور کے لیے وقف کر کے ایک وقف نامہ بھی تحریر کردیا، جس کی رو سے داروغہ میر واجد علی ولد میر عباس کو اور ان کے بعد ان کی اولاد کو متولی قرار دیا۔ ۱۴ر فروری ۱۸۶۰ء کو داروغہ صاحب نے عدالتی سرٹیفکیٹ بھی حاصل کرلیا۔ اب مہندی انہیں کے افراد خاندان کے زیرِ اہتمام ہے۔ وقف کی آمدنی اور مالیت سو برس پہلے کی ہے۔

دوران قیام کلکتہ سلطان عالم، سلطان جہاں بیگم کی طرف سے بدگمانی کے بھی شکار ہوگئے تھے، جس کا تذکرہ انہوں نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں بھی کردیا تھا۔ چنانچہ ۱۵ر محرم ۱۲۷۲ھ کو اپنی پاک دامنی اور خوش چلنی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے موصوفہ نے اپنے عریضہ میں لکھ بھیجا کہ ''لوگوں نے مجھ نجور پر اتہام باندھے، حضور کو بھی یقین آگیا، حضرت عباسؑ علم دار کی سوگند میں آپ کا نام لیے بیٹھی ہوں، نہ غم خوار ہے نہ دمساز ہے،

صرف آپ کی یاد ہے'' موصوفہ کی قسم کے پیش یہ آنی خوبصورتی سے ٹل گئی اور انہیں سکون قلب حاصل ہو گیا۔

سلطان عالم ۲۱ ستمبر ۱۸۸۷ء کو اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے اور اس کے بعد جب نواب سلطان جہاں، شرعی پابندیوں سے آزاد ہو گئیں تو داروغہ صاحب ہی کے ساتھ نکاح میں منسلک ہو گئیں اور نخل تمنا بارآور بھی ہوا۔ اپنے آخر وقت تک وہ شوہر ہی کے ہمراہ گولا گنج میں سکونت پذیر رہیں اور جب اس دار ناپائیدار سے رخصت ہوئیں تو شوہر موصوف ہی کے امام باڑہ میں شہ نشین میں ضریح کے نیچے سپرد لحد کی گئیں۔

کشمیریوں کی مہندی:

یہ مہندی بہ قول ثقات لکھنؤ جان عالم واجد علی شاہ کے زمانہ شہریاری میں اُٹھنا شروع ہوئی، مہندی اُٹھانے والوں کا بیان ہے کہ اپنے بزرگوں کی زبانی انہوں نے یہ سنا تھا کہ موصوف نے اپنے ایک درباری بھانڈ (نقال) سے جس کو انہوں نے ''بادشاہ پسند'' کا خطاب عطا کیا تھا مہندی اُٹھانے کے لیے ارشاد فرمایا اور اس کے ہمراہ پڑھنے کو ایک نوحہ بھی کہہ کر مرحمت کر دیا۔

''بادشاہ پسند'' نے اپنے ولی نعمت کے فرمان کو بسر وچشم قبول کر لیا اور مہندی اُٹھانا شروع کر دی۔ اس وقت سے اس کو کشمیری برابر اُٹھاتے چلے آتے ہیں۔

یہ مہندی محلّہ شاہ گنج کی ایک مسجد سے میاں جھبو کے زیر اہتمام اُٹھتی تھی اس سے قبل ان کے والد ابو صاحب اور ان سے پہلے ان کے دادا اُٹھاتے تھے۔ مہندی مقام مذکورہ سے اُٹھ کر نخاس، پارچہ والی گلی اور چوک بازار میں گشت کرتی ہوئی پھر شاہ گنج واپس چلی جاتی تھی۔ گشت میں قریب قریب کل کشمیری ہمراہ ہوتے تھے جو نوحہ خوانی میں حصہ لیتے تھے۔ پہلے نوحہ کے ساتھ ڈھولک بھی بجائی جاتی تھی مگر اب اس کو معیوب

سمجھ کر ترک کر دیا گیا۔ اب قریباً ۷۰ سال سے بغیر ڈھولک کے ایک ہی نوحہ (جو ذیل میں درج ہے) ایک خاص مقبول عام درد انگیز اور رقت خیز لہجہ میں پڑھا جاتا ہے۔ مہندی کے ساتھ پڑھنے والوں کے ماسوا سامعین کا بھی بڑا ہجوم ہوتا تھا۔ نوحہ درج ذیل ہے۔

رن میں بیوہ حسنؑ یوں پکاری، میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
سوتے کیا ہو براتی جگاؤ ، شادیانے شتابی بجاؤ
پردے خیمے کے جلدی اُٹھاؤ، میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
چوکی صندل کی لا کے بچھاؤ کوئی قاسمؑ کو دولھا بناؤ
جلدی ماتھے پہ سہرا بندھاؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
پیاری کبریٰ کہاں ہے بلاؤ، اس کو نوشہ کا مکھڑا دکھاؤ
جلدی مسند شہانی بچھاؤ، میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
میں پیمبرؐ کے پیالے بھروں گی، شمع مشکل کشا کی دھروں گی
بی بی زہراؑ کی صحنک کروں گی، میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
کب کہا تھا کہ تم پانی لاؤ کب کہا تھا کہ تم رن کو جاؤ
ایسے پانی سے گزری تم آؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
پیاری کبریٰ کے کنگنے کے بدلے، ہاتھ باندھے گئے ہیں رسن سے
کیا قیامت ہے لوگوں بتاؤ، میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

مہندی ابھی بھی سات محرم کو مولسری کی مسجد سے اُٹھ کر شاہ گنج کے ایک مکان میں رکھی جاتی ہے۔ (سیّد محمد عمار رضوی ـ روزنامہ صحافت، محرم نمبر ۲۰۰۷ء)

شاہی مہندی کا جلوس

(روزنامہ صحافت (لکھنؤ) محرم نمبر ۱۴۲۲ھ)

ہندوستان میں عزاداری کا اہم ترین مرکز اودھ رہا ہے۔ نوابین اودھ نے ایام عزا کو سرکاری چھٹی قرار دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ عزاداری کی بقا ونشر واشاعت میں پورے جذبۂ ایمانی سے کام کیا۔ نام حسینؑ پر لکھنؤ میں عالیشان امام باڑے بنوائے عزاداری کی بقا اور مذہبی ودینی امور انجام دینے کے لیے لاکھوں روپے کے اوقاف قائم کیے تاکہ یہ سلسلہ ایمانی جاری وساری رہے۔ اگر عالیشان امام باڑہ آصفی، شاہ نجف حضرت گنج اور حسین آباد کے چھوٹے امام باڑے وغیرہ کو دیکھنا ہے تو محرم میں دیکھیے۔ ۷/۸/۹ محرم کو امام باڑوں کی آرائش وزیبائش کو دیکھنے کے لیئے زائرین ہی زائرین نظر آتے ہیں۔ دوسری طرف امام باڑہ غفرانمآب، امام باڑہ تقی صاحب، جامعہ ناظمیہ، شیعہ ڈگری کالج نخاس امام باڑہ آغا باقر امام باڑہ آغاوصی، وافضل محل کی مرکزی مجالس میں ہزاروں ماتم داروں کی شرکت نے عزاداری کی شان میں اضافہ کردیا ہے۔ شاہی دور کے جلوس ومحرم کے مصارف کی اب ہم مختصر تفصیل پیش کرتے ہیں۔ دو کروڑ روپئے کی لاگت سے نواب آصف الدولہ نے اپنا امام باڑہ بنوایا تھا۔ ہر سال محرم کی پہلی تاریخ سے ۱۲ محرم تک تقریباً پانچ لاکھ روپئے صرف ہوئے تھے۔

محرّم کے دوران ہر امیر وغریب کے گھر جاکر نذر ونیاز چڑھاتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق ۲۵ جولائی ۱۷۹۵ء میں شام کو نواب آصف الدولہ اپنے امام باڑے میں تشریف لائے۔ میاں عالم علی خاں کی حویلی سے حضرت قاسمؑ ابن حسنؑ کی یاد میں جلوس مہندی برآمد ہوا۔ نواب موصوف نے روضہ خوانی سماعت فرمائی اور ماتم کیا۔ پھر

محل سرا میں قدرے آرام کے بعد سواری میں بیٹھ کر امام باڑہ آغا باقر گئے۔ وہاں زیارت کی نذر گزاری اور واپس آ گئے۔ منشی جوالا پرشاد لکھتے ہیں ''محرّم کا چاند نمودار ہوتے ہی نواب سعادت علی خاں کا گھر کا گھر سیاہ پوش ہو جاتا تھا۔ ساتویں تاریخ سے حکومت کے سارے کام کاج روک دیئے جاتے تھے اور تمام اراکین سلطنت دسویں تاریخ تک نواب کے ساتھ شہدائے کربلا کا غم مناتے تھے۔ (انوارالسعادت)

غازی الدین حیدر کے زمانے میں امام باڑہ شاہ نجف حضرت گنج میں محرم کی روشنی قابل دید تھی۔ ڈاکٹر سیّد اطہر عباس رضوی نے اپنی کتاب ہسٹری آف شیعہ ان انڈیا جلد ۲ میں ۷ محرم کی روشنی اور جلوس مہندی کے بارے میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ جلوس مہندی کے بارے میں امام باڑے شاہ نجف میں ریز رویشن آن دی مسلمان آف انڈیا میں تفصیل سے موجود ہے۔ بادشاہ نصیرالدین حیدر کے زمانے کی عزاداری اور اس کے مصارف کے بارے میں ولیم نائیٹن نے بہت کچھ لکھا ہے۔

ولیم نائیٹن ساڑھے تین سال تک نصیرالدین حیدر شاہ کے مصاحب رہا اور روزانہ کے واقعات بطور یادداشت لکھتا رہا ہے۔

According to william Knighton's estimate the reigning Nawab spent "up-wards of three hundred thousand pounds" on Muharram celebrations.

محمد علی شاہ نے امام باڑہ حسین آباد بنوایا۔ موم کی ضریح کی ابتدا کی۔ حسین آباد ٹرسٹ کی طرف سے جس طرح موم کی شاہی ضریح کا جلوس نکالا جاتا ہے اسی طرح ۷/ محرم کو شاہی جلوس مہندی بھی امام باڑہ آصفی سے بڑی دھوم دھام اور شاہی انداز میں اُٹھایا جاتا ہے۔

پروفیسر سیّد مسعود حسن رضوی مرحوم لکھتے ہیں کہ محمد علی شاہ بادشاہ اودھ بانی حسین آباد مبارک بڑے مذہبی اور خوش عقیدہ بزرگ تھے۔ انھوں نے ۲۱ ربیع الاول ۱۲۵۵ھ کو خواب میں جلوس مہندی کے سامان کو دیکھا تھا۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد انھوں نے اپنے اس خواب کو اپنے مقرب خاص حمید الدولہ رضا قلی علی خاں بہادر سے بتایا تھا۔ فارسی کا یہ نسخہ شاہی مطبع کا چھپا ہوا مسعود رضوی صاحب کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ حسین آباد ٹرسٹ کی جانب سے قدیم عرصہ سے نکلنے والا مہندی کا جلوس ۷ر محرم کو امام باڑہ آصف الدولہ سے رات میں برآمد ہو کر حسین آباد کے امام باڑے میں تمام ہوتا ہے۔ ماہی مراتب مچھلی، شیر دہاں، چاند سورج تاج وغیرہ ہاتھوں پر بیٹھے ہوئے لوگ نظر آتے ہیں۔ اونٹوں کی قطاریں، مختلف باجوں کے دستے ماتمی دھنیں بجاتے ہوئے کئی رنگ کی جھنڈیاں بردار لوگ۔ روشن چوکی مختلف سجے ہوئے، پھولوں، میووں سے بھرے ہوئے خوان، سامان مہندی، ہاتھوں میں لئے ہوئے روشن قندیلیں، ذوالجناح، گہوارۂ علی اصغر، مرثیہ خوان، خوشنما کشتی نما مہندی (یعنی پالکی) لے جاتے ہوئے لوگ انجمن غنچہ مہدیہ، نوحہ خوانی کرتی ہوئی انجمن اودھ کے آخری تاجدار واجد علی شاہ ۷ر محرم کو جلوس مہندی میں شریک ہوتے تھے۔ نواب نشاط محل منت کا چھلا اور ناڑہ واجد علی شاہ کو پہناتی تھیں۔ آخر میں میاں احسان مرثیہ گو کے نوحہ کے اس مطلع پر اپنا مضمون کرتے ہیں۔

رن میں بیوہ حسنؑ کی پکاری
میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

(مولانا محمد علی حیدر نقوی ۔روزنامہ صحافت لکھنؤ۔ محرم نمبر ۱۴۲۲ھ)

باب ۔۔۔۔۔۵

کربلا میں حضرت قاسمؑ کی شادی ہوئی تھی



بمان علی کرمانی براجیؔ:

بمان علی کرمانی (تخلص ... براجیؔ) نے بادشاہِ ایران فتح علی شاہ قاچار کے عہد میں مثنوی ''حملۂ حیدری'' تصنیف کی تھی، یہ کتاب ''روضۃ الشہدا'' کی تالیف سے پہلے کی ہے۔ بمانؔ کرمانی نے تفصیل سے ''عقدِ قاسمؑ'' لکھا ہے، ظاہر ہے ''روضۃ الشہدا'' سے پہلے کوئی مقتل اُن کے پیشِ نظر تھا۔

''در وصفِ قاسمؑ ابن حسنؑ''

ایک ایسا نوخیز، سروآزاد دکھائی دیا (دیکھا) کہ طوبیٰ اس کی (دہشت) سے بید کی مانند لرزتا دکھائی دیا۔

گیسو کی دو پریشان (لڑیاں)، دل جوش سے بھرا ہوا دہان و زبان راز سے واقف

مگر خاموش، مجسم سروری کے لائق، پیغمبرؐ کی زیبائی رکھنے والا شہزادہ برجِ رسالت سے خیر و برکت لیے ہوئے، اوجِ نبوت کے ایک تنومند پودے کی طرح۔

اس کی آنکھیں ایسی ہوگئی تھیں جیسے دریائے خون لالہ رخ جیسے گال سیمگون تھے، سرخ گال سفید ہوگئے تھے۔ باغ نبیؐ کا تازہ نہال تھا اور طوبیٰ نے اپنے آپ کو اُس کے واسطے سجایا تھا۔

اور وہ ایسا تھا کہ آفتاب کا سایہ بھی اُس پر نہ پڑا تھا اور چاند نے ابھی تک اپنی مشکیں نقاب نہیں ڈالی تھی، اور وہ ایسا تھا کہ جس دن کے سواد سے شب قدر دُور تھی اور شب قدر کو جو نور حاصل ہوا اُس کے چہرے کو دیکھ کر ہوا۔

اُس کے سامنے عقد پروین کی چمک دمک ماند پڑگئی ستارہ سورج میں گم ہوگیا۔

اپنے چچا کی مدد کے لیے شوق و شغف کے ساتھ۔ دل آئندہ اور ہتھیلی پر جان لیے ہوئے۔

شہنشاہِ والا امام حسینؑ نے جب اُس خوبرو کو دیکھا، تو ایسا لگا جیسے ایک جہاں نے اُس خوبرو کو دیکھا۔

حسرت سے اُس کے چہرے پر نگاہ کی، جواب میں سوائے اشکِ خونیں کچھ نہیں تھا۔

اپنی زبان مبارک سے اُس سے اس طرح گفتگو کی اور اُس نوجوان کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ اے بوستانِ نبیؐ کے تازہ پھول، گلستان علیؑ کے گل گلبن اس رزم گاہ میں ترا خیر مقدم ہے کہ اس وقت تو میرے پاس آیا۔ کتنا اچھا ہے وہ جو جانے کا ارادہ کرے۔ خدا تیرے چہرے کو روشن تر کرے۔

خوشا وہ کہ جو اِس ساعت آخریں میں دمِ واپسیں ترا چہرہ دیکھے۔ اس قد و قامت کا نظارہ کرے اور اس کے بعد روز قیامت ہو۔ تیرے حَسین چہرے پر اپنی جان دے، تجھے دیکھے اور جانان کو اپنی جان دے تُو اس کارزار میں کیوں آیا ہے؟ تجھے ان کاموں

سے کیا تعلق ہے؟ دلبر سے دلدار کیا راز سننے آیا ہے؟ جواب میں صرف گریہ ہے گریہ!

خونابۂ دل سے چہرے پر خون ملنا ہے! اور اُس سے چہرے کو رنگین کرنا ہے۔

تیری صف کا جلوہ کبریا کی صف میں ہے۔

تیری عنان لامکان کے عرصہ کے لیے ہے اور جہان آفرین بھی تیرے ساتھ ہم عنان ہوگا۔

تیری کمان کے قوس کو معراج پیغمبری کے سبب۔ برتری حاصل ہے، تیری کمان کا خم چرخ فلک ہے اور تیری سناں سے سماو سمک ظاہر ہوتے ہیں۔

کتنا اچھا ہے تیرا آنا اس جولانگاہ میں، اس جنگ نیلوفری میں۔ تیری تلوار دنیا میں بجلی بن جائے گی اور بجلی سے آگ اور پانی ظاہر ہوگا۔

وہ تیر جو تیری کمان سے جائے گا وہ نو آسمان سے بھی اونچا نشانہ مارے گا، کیا عزم لے کر تو میدان میں آیا ہے۔ تو اُس میدان کو جانے والے اولوالعزم نے جواب دیا

حضرت قاسمؑ کا جواب:

حضور کچھ کرم مجھ پر کریں اور دیکھیں کہ میں سینہ پر زرہ پیغمبرؐ پہنا ہوں۔ اپنے والد کے سلاحِ جنگ زیب تن کیے ہوئے ہوں اور اُسی جوشن سے اپنے جسم کو روشن کیا ہے اور اُسی خود کو اپنے سر کا تاج بنایا ہے کہ میرا سرو قد رشکِ معراج ہوگیا ہے۔ اگر آپ اس طرح مجھے اپنی فوج میں شامل کرلیں تو پھر میری جنگ ملاحظہ فرمائیے گا۔

کیا میں سبطِ پیمبرؐ کی اولاد نہیں ہوں! کیا میرا خاندان گلشن حیدری نہیں ہے۔

میں شیر خدا کا دلبند کا حامی ہوں۔ ایک ہی حملہ میں لشکرِ مخالف کی ہوا اکھڑ جائے گی۔

میرے بال و پر دیکھئے میری تلوار دیکھئے میرے گھوڑے کی طاقت دیکھئے۔

اذنِ جہاد خواستن قاسمؑ

حضرت قاسمؑ کا حضرت سیّد الشہدا سے اذنِ جہاد طلب کرنا:

نبیؐ کا گرامی پوتا میں ہوں، میدان میں جان وتن کی فکر نہیں کروں گا، اپنے خون سے دامن نینوا کو پھولوں سے بھر دوں گا، کفار کے مقاصد کو باطل کر دوں گا، آپ اذن عطا فرمائیں اس کارزار کے لیے۔ کفر کیشوں کو ختم کر دوں گا۔ آپ پر درود ہوا ے عمِّ بزرگوار! خداوند آپ کے عمل سے خوشنود ہو اُسی نے ہمارے جسموں میں جان دی ہے۔ زمین وزمان ومکان بنائے ہیں، کون اس کام کا سزاوار ہوسکتا ہے۔

میرا جام اُسی بادہ کی مے سے بھرا ہوا ہے۔ اِس قُرعہ جنگ میں میرا نام بھی نکلا ہے۔

اس صحرا میں بے رحم قوم نے، ہماری قوم کے لوگوں کا خون بہایا ہے۔

اُن کے افسر خنجر وشمشیر سے میرا سرتن سے اُتاریں گے۔ نہ جنازہ ہوگا نہ غسل وکفن پاؤں گا۔ نہ ہی کوئی انجمن مجھ پر روئے گی لیکن آج سے قیامت کے دن تک۔ زمانہ میرے تابوت کے سائے میں ہوگا زمین پہ آج سے رستخیز (قیامت) تک چشمِ دوراں مجھ پر گریہ کرے گی میرے خون سے یہ جہاں جوش میں آئے گا۔ آسمان وزمین پُرخروش ہونگے مرد وزن کی آنکھیں پُرنم ہونگی اور ہر گھر میں ماتم ہوگا۔ آپ دل سے ہر طرح کی تشویش دور کر دیں۔ اہل سرا سے غمگسار پردہ رکھیں گے۔ اسی طرح اس راز کو سر بسر سینہ بہ سینہ۔ بھائی، بھائی سے اور باپ بچوں سے بیان کرے گا۔ اس کی آہ چاند کی وسعتوں سے آگے چلی گئی۔ آنسو بہائے اور جیسے دَم رُک گیا سانس رُک گئی۔ وہ سرورواں تعظیم کو خم ہوا۔ سمند کے پاؤں کو چھوا۔ چرخ بلند خاک نشین ہوا۔ اور جب اُس نے شاہ کے اسپ کے سُم کو بوسہ دیا تو نوگنبد آبنوس کو رونا آیا چہرہ پہ اُس کی خاک کو مَلا اور یزدان

پاک کی شان میں ستائش کی کہ اے وہ کہ تیرا مقام بلندی سے بھی برتر ہے۔ میرے دل کے راز سے آگاہ تر ہے۔

حضرت قاسمؑ کا اپنے عمِّ بزرگوار سے منت سماجت کرنا اور اِذنِ جنگ طلب کرنا

میرا رُوئے نیاز آپ کی طرف ہے۔ اپنے لطف سے مجھے نا امید نہ کیجئے۔ میں اگر اذنِ جنگ پا جاتا ہوں تو جان فشانی کرنے میں کوئی سُستی نہ کروں گا اور اگر اس رزمگاہ میں مارا جاتا ہوں تو میرے خون کا خدا گواہ ہوگا۔ اللہ کے نزدیک گرامی قرار پاؤں گا اور آسمان کی جولانگاہ میں نامی ہوگا۔

اگر میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا تو میرا انجام برا ہوگا۔ قیامت میں جب سب لوگ آئیں گے۔ پروردگار کے سامنے، شہیدوں کا لباسِ شہادت خون سے بھرا ہوا ہوگا ہاتھ پاؤں، اور سر خون میں ڈوبے ہوئے اُس عرصہ گاہ میں خودنمائی کریں گے اور میں اللہ کے سامنے عذر خواہی کروں گا، آپ کے ساتھیوں کی پُرخون جبین، جہاں آفرین کو اپنی طرف مائل کرے گی، وہ اللہ کے نزدیک ہونگے۔

میں اُس انجمن میں نہیں ہونگا۔ خونین کفن شہیدوں کے ساتھ میں جب اس دشت میں تشنگان کو دیکھتا ہوں، مجھے اپنے جسم میں جان پر افسوس ہوتا ہے۔ حسرت کی نگاہ سے اُن کو دیکھتا ہوں۔ وہ چلے گئے اور میں یہیں محروم رہ گیا۔ پدر کے ہتھیار میرے جسم پر سجا دیں اور مجھے اس راہ میں سرفراز فرمائیں تاکہ میں اس رزمگاہ میں کامرانی دکھاؤں اور خون سے زینتِ نوجوانی کروں اُس کی گفتار سے شاہ کا دل بھر آیا۔ دل سے ایک آہ آسمان کی جانب چلی جواب کے لیے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا:-

اے زندگی سے سیر تُو اس رزمگاہ میں فرخندگی ڈھونڈتا ہے اس کارزار میں تو کیا

کرے گا۔خبر دار سوئے رزمگاہ مت جا اس انجمن سے سوئے پیکار مت جا۔اپنے پر اور مجھ پر رحم کر طاقت وصبر کا لباس پہن لے۔میرے دل کو اس وقت مت دُکھا۔ میں تجھے رزمگاہ میں کیسے دیکھوں گا۔اے میرے دلجُو بتا کیسے دیکھوں جب میں تجھ کو دیکھتا ہوں۔میری آنکھوں میں بھائی کی تصویر آجاتی ہے، تجھے دیکھنے سے اُن کا دیدار ہوتا ہے۔اُن کا قد تجھ سے برابر تھا کیا وقت تھا کہ وہ ہم کو چھوڑ گئے اور ہم خونِ دل میں غلطاں ہو گئے انھوں نے حسرت سے میری طرف دیکھا، تیرے بارے میں مجھ سے راز داری سے گفتگو کی کہ اِس کو میری جگہ سمجھنا۔ان کی عزت میری عزت ہے اس داستان کی آج انتہا ہے شاید۔ پاداش کا دن آپہنچا اگر تجھے جنگ آوری کی اجازت دے دوں، مجھے اس فیصلے پر خدا سے شرم آتی ہے کہ آج میرے رشتہ دار اور دوست احباب اور ہر وہ کہ جنھوں نے اس انجمن سے جنگ کی۔بے کفن ہیں، بے مغفر اور بغیر جوشن کے پڑے ہیں۔خنجر سے اُن کا سر جسم سے الگ کر دیا جاتا ہے۔

لیکن جان آفرین کے نزدیک یہی پسندیدہ ہے اور چرخ بلند اُن پر گریہ کناں ہے۔

میں تجھے خون میں غلطاں کیسے دیکھوں گا بتا! تیرے جسم سے سر کو دور کیسے دیکھوں گا!۔

کیا تو یہی چاہتا ہے کہ قیامت میں اپنے بھائی کے سامنے شرمندہ ہوں۔

حضرت قاسمؑ کا اپنے چچا کے ساتھ مکالمہ

شہزادہ نے جب شاہ کی گفتار سنی تو ایک آہ کھینچی جو چاند اور سورج تک گئی۔

روح سے ایک چنگاری گریہ کی شکل میں نمودار ہوئی۔ گویا چہرہ پہ جگر کا خون آ گیا یعنی چہرہ سرخ ہو گیا اور کہا آپ مجھے والد کی طرح گرامی ہیں۔یہی انصاف ہے اے دادگر۔

آپ کے پاؤں پہ میرا سر ہو یہی میری آرزو ہے۔اس راہ میں سرفراز ہونا ہی میری

آرزو ہے۔

آج آپ سے وہ راز بتا دوں۔ کہ اُن (پدر) کی آواز آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے۔

آپ کی راہ میں تن و جان قربان کردوں اور جانان کا نظارہ کروں۔ آپ کے قدموں میں جان ہار جاؤں۔ آپ کے نقش قدم پہ جان فدا کرنا ہی میرا مقدر ہے۔

آپ کے سامنے جسم کو جان سے خالی کردوں، آپ کے سامنے اپنے سر کو جسم سے جدا کردوں، جان کے بدلے تیر وسنان خریدلوں، نقد جان آپ کی راہ میں فدا کردوں، اگر میری آرزو پوری نہیں ہوئی قیامت کے دن میں کیا کروں گا سوائے شرم کے الست کے دن بزم ازل کے ساقی نے مجھے اس دن کے نشے سے مست کررکھا ہے۔

مجھ سے والد کہا کرتے تھے اک دن آگ برس رہی ہوگی وہ کہا کرتے تھے اور میری روح تڑپا کرتی تھی فرمایا کرتے تھے اور آنکھوں سے خون بہایا کرتے تھے اس لشکر جرار کو بہت یاد کرتے تھے فرماتے تھے امت جب دشمنی پر کمر باندھ لے اور خیر البشر کے قتل پر آمادہ ہوجائے تو تو دیکھے گا وہ تنہا اس دشت میں جنگ لڑ رہا ہوگا میں نے تجھے اس وقت کے لیے تیار کیا ہے۔ میری طرف سے تو اس کی راہ میں جان نثار کرے گا، اپنے اوپر مہربانی کرے گا۔

بس میں چاہتا ہوں کہ اس رزمگاہ میں آپ کے قدموں میں سر دوں اور اس آسمان کے سامنے اپنے چہرہ کو خون میں ملوں۔ جو آج کے دن آپ پر جان فدا نہیں کرے گا وہ اللہ سے کیا وفاداری کرے گا؟

یہ کہہ کر اس نے چہرے پہ خون کے آنسو رواں کیے اور شاہ کی طرف بہت محبت سے دیکھا اپنے بازو سے ایک خط کھولا اور جوش کے ساتھ شاہ کو دیا کہ میرے والد کی ایک

یادگار ہے اور اس دشت میں میری غمگسار ہے۔ شاہ نے جب اُس خط کو دیکھا جو کچھ اُس سے سُنا تھا خط میں لکھا دیکھا، کئی مرتبہ چوما اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوئے گریہ کیا، آنکھوں سے لگایا، خط کو سر پہ رکھا بھائی کا خط جب بھائی نے دیکھا۔ بھائی کے بیٹے کی طرف محبت سے دیکھا، آگے بڑھے، جوش و خروش کے ساتھ زمین پہ گر پڑے اور ہوش نہ رہا ہوش آیا تو گریہ کرنا شروع کیا اُس دل آرام یعنی قاسمؑ کو سینے سے لگالیا اور کہا کہ اے قرارِ قلب تو نے اپنے پدر کو اس خط کے ذریعے اپنا گواہ بنایا ہے۔ اللہ کے نزدیک میں کیا عذر خواہی کروں گا، بھائی نے اگر تجھ سے اس طرح وصیت کی ہے تو مجھ سے بھی تیرے بارے میں یہی گفتگو کی ہے۔ تھرتھراتے ہوئے ہونٹ اور چہرے پہ زردی تھی اور اس وقت ایک گرم آواز کے ساتھ مجھ سے یہ کہا تھا اگر میرا بیٹا راضی ہو تو اس لڑکی کے ساتھ جو خیر النساء کی ہم نام ہے شادی کر دینا۔

افسوس کہ زمانے کی بے مہری کے سبب میری امید کا شجر بار آور نہ ہو سکا۔ افسوس یہ آرزو دل ہی میں رہ گئی اور میری آواز منزل تک نہ پہنچ سکی۔

میرے کانوں میں ابھی تک اُن کی آواز ہے میرے کانوں میں وہی راز ہے۔ میں ان کے عہد یا فرمان کو پورا کروں گا تیرے عقد میں اپنی دختر کو لاؤں گا یہ کہہ کر گریہ کیا اور اُس کا ہاتھ پکڑا زمانہ اس کام سے ششدر رہ گیا۔

اور اُس کے ساتھ خیمہ کی جانب روانہ ہوئے غرفوں سے خورشید اور چاند متوجہ ہو گئے، خراماں خراماں اُس کا ہاتھ پکڑے خیمہ میں داخل ہوئے اور اپنی مسند پہ آ کے بیٹھے تمام بیبیاں دیکھ کر آہ و زاری کرنے لگیں اور اس طرح قریب آ گئیں جیسے چاند کے گرد ہالہ سب کے دل سوگوار اور پُرخون تھے سب کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، شاہ نے اُن سے ایک عجیب گفتار کی اور پھر اپنی بہن کی طرف پُرنم آنکھوں سے دیکھا دیدۂ تر

سے خونِ دل بہنے لگا اور پھر شاہ نے وہ خط اپنی بہن کو دکھایا۔ بہن سے بھائی نے تمام راز بتایا خط اور داستان کہہ کر سُنایا۔ کیا گزری زینبؑ پر جب اُس نے خط کو دیکھا اور اس خط پر بھائی کی مُہر بھی دیکھی اس مُہر کو اپنے چہرے سے ملنے لگیں ایسی پُر درد آواز سے روئیں کہ آسمان بھی رونے لگا اور اُس کے بعد شاہ نے بہن سے کہا، اس رزمگاہ میں بزم سجاؤ۔ اشکوں کے موتی کو اس بزم کی زینت بناؤ، یہ عجیب محفل تھی کہ کوئی مجلس آرا نہ تھا، کوئی صدا لگانے والا نہ تھا۔ مگر اس مجلس کو خدائے جلیل سجانے والا تھا اور اس بزم کا صدا لگانے والا جبریل تھا۔

دشت گریاں میں جب وہ عقد بندھا تو دوگیتی کے ملاپ میں زلزلہ سا ہوا۔ اس عقد کا گواہ خود جان آفرین بنا۔ نویسندۂ عہد روز الست نے اس عہد پُرخون دل سے نقش بنا دیا۔

حضرت فاطمہؑ کبرا کا حضرت قاسمؑ کے ساتھ عقد کا بیان

درد بھرے قلب اور محبت سے شاہ نے اپنی بہن کی جانب نگاہ کی اور کہا کہ یہ جشن زمانے میں یادگار رہے گا۔ زمانے نے ایسا جشن کبھی نہیں دیکھا ہوگا اس جشن سے دنیا کی آنکھیں پُرنم ہونگی اور اس سے دنیا پُر از ماتم ہوگی۔

دوگیتی اس بزم پر گریاں ہے، مچھلی سے ماہ تک سب نوا خوان ہیں میکائیل نے اس غم سے اپنے پر نیچے کر لیے اور قضا و قدر سے خروش میں آ گیا ہے۔

.... یہاں سے ساقی نامہ کا آغاز ہے ....

حضرت ابی عبداللہؑ سے امداد کا مبارزہ کرنا:

اس بزم سے اب اُس رزمگاہ کا آغاز کر ایک نئی زبان سے آغاز کر، شاہ خیمے کے در پہ ٹھہرے تھے کہ سپاہ مخالف کا بادل خروش کرتا آگے بڑھا سواران ہر طرف سے حملہ آور

تھے دشمنی کی کمانیں تانیں ہوئے تھے، سپاہ کی گرد اور سواروں کی آوازوں سے چاند اور سورج بادلوں میں چھپ گئے، ہر طرف سے دیو صفت آگے بڑھے شاہ سے جنگ کرنے میں سخت گوش ہوئے کمانوں میں تیر لگائے جانے لگے۔ پیکان تیر سے نوک خدنگ سے آسمان رنگ رنگ نظر آنے لگا، سنانیں خیموں کی طرف راست تھیں اُس کی آواز آسمان تک جاتی تھی۔ ظلم کا بازار تھا کہ اُس دشت میں قیامت برپا تھی کارزار میں ہر طرف درندے نظر آتے تھے جو داماد کے خون کے لیے تیار تھے، ہر طرف سے عدو کمند اُٹھائے ہوئے تھے، دیو تھے جو ہر طرف کمان کھینچے ہوئے تھے شاہ دوران کے خلاف زمانہ سر اُٹھائے تھا شاہ نے حسرت سے نگاہ کی اس بزم سے اُس رزمگاہ کی طرف داماد کے لیے، کسی کا رنگ زرد تھا کوئی کہتا تھا عروس (قید) ہو جائے گی کوئی ماتم میں اپنے بال کھولے تھا کوئی غم کی شدت سے اپنے کو پیٹتا تھا کوئی رو رو کر ہلکان ہوتا تھا کوئی اپنے منہ پر خاک ملتا تھا کوئی اس وقت غم کی باتیں کرتا تھا کہ اچانک سواران نازل ہو گئے۔

شاہ کے خیمے کی جانب تیغ تانے ہوئے عرب قوم کے درندے پہلوان، لبوں پر جن کے ھل من مبارزٍ کی صدا تھی کہ اے پاک فرزند شیر خدا اگر کوئی نہیں ہے خود مقابلہ کے لیے آیئے صدائیں دیتے تھے اے سبطِؑ خیر البشر میدان کی جانب کیوں نہیں آتے ہیں۔ کیا دیکھا کہ قاسمؑ وہاں سے برآمد ہوئے۔ ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے اور پاؤں رعب سے زمین پر رکھے شاہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہوئے اور یوں لب کشا ہوئے، شاہ عرب سے طلبگار جہاد ہوئے، شاہ نے روتے ہوئے کہا اے کا مجُو تمھاری مراد پوری ہونے کو ہے، داماد نے جب سنا زمین کو بوسہ دیا اور کہا میری جان پاک آپ پر قربان۔

اس رزمگاہ میں اب میرا جینا تنگ ہو گیا ہے، اور مجھ پر جنگ کرنا فرض ہو گیا ہے

ہنگامہ کارزار برپا ہو چکا ہے، اور میں اس لشکر بیکراں کو موت کا مزہ چکھاؤں گا۔

حضرت قاسمؑ کا اپنے چچا کے پاس اِذن جنگ کے لیے آنا

اے سلطان! ذرا اس رزم گاہ کا نظارہ کریں اس رزم کو زینت بخشیئے دیکھئے گا میں اِس فوج کے ساتھ کیا کرتا ہوں اعداء کے خون سے دشت کو گلگوں کروں گا ناموروں کے سر اُتاروں گا، دیو خوبان کو گزند دوں گا شمشیرِ تیز سے اور نوک سنان سے اس فوج میں قیامت مچا دوں گا، شاہ نے جب اس کی گفتار سُنی اُس کی طرف دیکھا اور آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ اے یادگارِ حسنؑ تجھ پر زمانہ ابد تک گریہ کرے گا، یہ کہا اور اُس کو زرہ پہنائی جہاں آفرین نے اُن دونوں کی تعریف کی رسولؐ خدا کی زرہ اس کے زیب تن کی لہو بھری آنکھوں کے ساتھ اُس کو آراستہ کیا، اپنا خود اس کے سر پہ رکھا، آسمانی زیور اُس پر نثار کیئے اس کے سلاح کو گھوڑے پر برابر کیا، اُس کو دیکھا اور زار زار گریہ کیا۔

دلھن کا خیمہ سے باہر آنا رخصت کے لیے (خدا حافظی)

اِدھر رزمگاہ کی طرف حضرت قاسمؑ نے گھوڑے کو آگے بڑھایا دلھن کی آواز گریہ سے بزمگاہ گونجنے لگی۔

دلھن حجلہ سے کیا باہر آئی، آسمان پر اک قیامت مچ گئی، زمین و زمان میں سوگ ہونے لگا۔ چاند اور سورج خروشان و فغان میں مبتلا ہوئے اور جب دلھن، دولھا کی طرف بڑھی ماہ و مہر کا رنگ زرد پڑ گیا۔

دولھا کے قریب روتی ہوئی گئی، بال بکھرائے ہوئے اور چہرے پر نگاہ کرتے ہوئے کہا کاش میں بھی تیرے ہمسفر ہوتی، میری طرف کیوں نہیں دیکھتے۔

آنکھوں پہ پردہ کیوں ڈالے ہو مجھ سے آنکھیں کیوں چراتے ہو خدارا میری طرف اپنے چہرے کو کرو، میری ساری آرزوئیں تم سے ہیں۔

بیرون آمدن عروس از خیمہ بمشایعت

خدا کے لیے میری طرف رُخ کرو۔ کہ میں تیری آرزو لیے ہوئے ہوں، یہاں میرا اور تیرا ملن لکھا ہے۔ مت جاؤ، میری طرف دیکھو کہ کچھ دیر کے لیے فرصت ملی ہے۔

اس پردۂ آبنوس میں تیری طرح دولھا اور میری طرح کی دلھن دنیا نے نہ دیکھی ہوگی مجھے نہیں معلوم کہ تو کب (دوبارہ) ملے گا مجھ سے اس طرح کیوں منہ موڑے ہے؟ افسوس کہ کتنے ہی ماہ و سال سے تیری راہ تک رہی ہوں شب ہجر آ گئی، مگر روز وصال سے محروم ہوں، میں رات اور دن فراق کے غم میں روتی ہوں، شبِ ہجر میں روز فراق میں، بس اب رونا ہی رونا ہے، اس جگہ تیرے بغیر میں اسیر ہو جاؤں گی۔ ستمگاروں کے ہاتھوں گرفتار ہو جاؤں گی، خدا کے لیے میری تنہائی پر نظر کر دلِ زار تیرا شیدا ہے۔

کہا اِس چرخ کہن کی گردش نے کہ دلھن کو قیدی دیکھا ہوگا، میرے ساتھ عہد و پیمان کو تو نے نجانے کیا دیکھا کہ توڑ دیا۔ میں تجھ سے (رشتے) جڑنے پر سرفراز (سرخرو) ہوئی ہوں میرا دل تجھ سے ملنے سے خوشحال ہے، خدا کے لیے، خدا کے لیے اے میرے راہبر مجھے اس راہ میں اپنے ساتھ لے چل، تیرے راستے میں آنے والی سنانوں کے لیے اپنے جسم کو سپر بناؤں گی، تیرے گھوڑے کے سُم سے میرا سر گِھستا چلا جائے میرا پیکر تیرے فتراک کی زینت بن جائے۔ اگر کوئی تیری طرف تیر مارے تو پہلے میرے جگر کو نشانہ بنائے۔

یہ کہتے کہتے اپنا سر اُس کے قدموں پر رکھ دیا تڑپتی رہی اور خاک کو اپنے منہ پر ملتی رہی، اے میرے فریادرس، میری تنہائی کے ساتھی اس بیکسی میں میرے ساتھ رہ، دولھا

نے جب اُس کی گفتار سُنی تڑپ گیا اور کہا کہ "دانائے یزداں (اللہ) تجھے اپنے مقصد میں کامیاب کرے تو سرانجام اپنی نیکی کو پائے۔

آؤ تمھیں اب مژدہ سُنا کر خوش کروں، کہ یہ ابھی جو قیامت برپا ہے۔ (گویا کچھ دیر کے لیے ہے)، تیری نشست تو پروردگار کے قرب میں ہے، جہانِ آفرین تیرا حجلہ سجانے والوں میں سے ہے۔

وہاں میں تجھ سے اپنی مراد پاؤں گا اور وہاں تو مجھ سے آرام پائے گی، اس دن کے لیے روزِ ازل سے تیاریاں تھیں کہ لم یزل نے بزم جہاں کو اسی دن کے لیے سجایا تھا تو اس بزم کو دو جہاں سے کم مت سمجھ مرتبے میں کہ اسی بزم کے لیے جہاں کی بزم بنی ہے، اس رزم گاہ میں ملائک سر جھکائے کھڑے ہیں تمام خلائق کی نظریں اس طرف ہیں، آج سے روز شمار (قیامت تک) یہ بزم زمانے میں قائم رہے گی گویا زندہ رہے گی، باقی رہے گی، اس طرح کا نیا نیا دولھا اور تیری طرح کی نئی دلھن اس بزم میں خاکبوس ہو جائیں گے اگر آج کا دن زمانے میں نمودار نہ ہوتا تو جہاں میں سکون وقرار نہ ہوتا، خلد بریں کی زینت ہونے پر میں شاد ہوں، ایک زمانہ شاد ہوگا میری شادی سے۔ اگر اس دنیا میں یہ شادی نہ ہوئی تو اس دنیا کا کوئی ٹھکانہ کوئی مقدر نہیں ہوگا۔

زمانے بھر کے گناہ گار اسی حجلہ کے نیاز مند ہونگے اے کبریٰ دیکھنا تیرا حجلۂ عروسی مہینوں اور سال کے اندر اندر دنیا کے لوگوں کے لیے قیامت تک سجدہ گاہ قرار پائے گا، ملوک اور ملائک اپنی حاجتوں کے لیے اسی خاک پر اپنی جبینِ نیاز جھکائیں گے، جو اس حجلہ گاہ پر روئے اور رُلائے وہ عذر و گناہ سے نجات پائیں گے گناہ سے نیکی کی طرف مائل ہو جائیں گے دوزخ سے بہشت کی جانب چلے جائیں گے۔ دو سو کعبے ہر روز اس حجلہ گاہ کا طواف کرتے ہیں۔ اس حجلہ گاہ میں جبریل کا دل دھڑکتا ہے اور اس کی خاک

کو ایک جُنت سمجھتا ہے اس کی زیارت کو فلک زمین پر آ جاتا ہے اس حجلہ گاہ کو ملائک اپنی سجدہ گاہ سمجھتے ہیں اسی بزم کی وجہ سے بزم جہاں گلزار ہے۔

قدسیوں کا دل اسی کی صدا سے روشن ہے، اس حجلہ گاہ میں اگرچہ غم وخوشی ساتھ ساتھ ہیں ایک جہان اس شادی کی تقریب میں شریک ہے تمھیں معلوم ہے خدا نے ہمارے حجلہ گاہ کو کیا رتبہ دیا ہے وہ خود ہمارے حجلہ کا پردہ اُٹھائے گا۔

خدا خود اپنی رونمائی کرتا ہے رحمت خدا کا رخ ہماری طرف ہے، خیر النسا نے تجھے زیور پہنائے ہیں اور نبیؐ نے تاجِ عزت تیرے سر پہ رکھا ہے، ید داوری مشک بیزی کرتا رہے یعنی دست خدا (حضرت علیؑ) ہمیں خوشبوئیں لگاتا ہے۔

ذکر وصیت حضرت قاسمؑ با فاطمہ کبرا نوعروس

مریم کے جیسی رُتبے والی کنیزی کرتی ہیں، اب تم دل کو وسوسوں سے آزاد کرو اور اس رزم اور اس بزم سے دلشاد ہو جاؤ، ایک اور راز تم پہ آشکار کروں کہ جس کو میں اور میرا خدا جانتا ہے۔

جان لو کہ میرے بعد جب تم دنیا کو دیکھو تو کبھی یہ نہ کہنا میں نامراد کیوں ہوگئی، جب میں مارا جاؤں گا اس کے بعد تم قید ہو جاؤ گی یہ چرخ پیر کیا رنگ دکھائے گا۔

خولی تمہارے ہاتھوں کو باندھ دے گا اور پھوپھی کو اور تمہیں ایک ہی رسی میں باندھے گا تم شمر کے طمانچوں سے لہولہان ہو جاؤ گی تمہارے کانوں سے شمر گوشوارے نوچ لے گا اور جب حجلہ گاہ کی جانب سپاہ آئے حوادث کی ہوا اُس طرف ہوگی عدو نیزے سے تمہارے زیور اُتارے گا اور دشمن دین تمہارے سر سے چادر چھین لے گا، تمہارے شانوں کو سنان سے زخمی کر دے گا، حسین کی کمند ہوگی اور تمہارے بازو ہونگے حجلہ گاہ سے تم کو بے درنگ نکالیں گے شامی اور کوفی فوج تم کو اسیر کریں گے تم بھی رسولؐ

انام کے اہلِ بیت کے ساتھ سوئے شام جاؤ گی، تو راہ میں اپنے ساتھ مجھے پاؤ گی میرا سرسنان پہ بلند دیکھو گی، یہاں اس وقت ایک جشن برپا ہو رہا ہے مگر ایک ہمارا عیش قیامت کی زینت ہوگا (یعنی) جب انصاف کے لیے اللہ کے پاس شفاعت کے لیے تم زہراؑ کے ساتھ آؤ گی۔ بس تم اس حجلہ گاہ میں منتظر رہنا میں میدان سے تھوڑی دیر میں تمہارے پاس آؤں گا، میرا سر بے جسم اپنی آغوش میں لینا اور تن بے سر کو اپنی آغوش میں لینا، میرے زخموں کا مرہم تمہارا دیدار ہوگا میرا خون تمہارے بالوں کی مہندی ہوگا، اس حجلہ گاہ میں تمہیں دیکھوں گا، تمہارے چہرے پہ ایک حسرت کلی نگاہ کس طرح تم میرے جسم کو اپنی آغوش میں لوگی میرا جسم تو تیر اور خدنگ سے بھرا ہوگا، اور اس وقت جب تم اپنا رخسار میرے چہرے پہ رکھو گی میں یہ آرزو کب سے رکھتا ہوں میرے خون سے تمہارا سر اور چہرہ گلگون ہو جائے گا، گلگون قبا دولھا کے خون کو دیکھو گی میری جدائی میں تم گریبان اور دل چاک کرو گی، اپنے رخسار سے میرا چہرہ، خون صاف کرو گی، اپنے چہرے اور بالوں کو پریشان نہ کرو میرے پیام کو سمجھوا ے گرامی قدر میری زبان تمھاری زبان سے بات کرے گی میری آواز کے ساتھ مسکراؤ کہ میں تم پر جان و دل سے فدا ہوں، تمہارے قدموں پر دونوں جہاں نثار کردوں، اگر میرے جسم میں ہزار بار جان آئے وہ میں تمہیں ہدیہ کروں گا۔

کتنا اچھا ہے کہ میں اپنی جان تم پر قربان کروں وہ وقت کتنا اچھا ہے تمہارے قدموں پر سر رکھوں لیکن ہائے یہ وقت کہ ہدیہ سے خجل ہوں میرا چہرہ اسی سبب سے منفعل ہے، وہ خون کتنا اچھا ہے کہ تمہارے قدموں پر ہے کتنا اچھا وہ جسم ہے کہ تمہاری خاطر جان دے دے، کیا شاہ کی مصیبت کے بارے میں کیا کہتی ہو بس اُن کی طرف مسکرا کر دیکھنا۔

پیام دادن قاسمؑ بعروس از جہت غم خود

اپنے والد (حسینؑ) کی طرف دیکھو اور نظروں کو پُرنور بناؤ بس اب میرا ماتم ان کے سامنے نہ کرنا۔ اور وہ وقت کہ جان ہتھیلی پہ رکھ کر صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھوں گا تمہارے چہرے کے سوا کوئی چہرہ نہ ہوگا، تمہاری راہ کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہوگا، تو مجھے اس وقت صدا دے کر بلانا، وہ راز پنہاں مجھے بتانا، اور جب میں کارزار سے کشتہ لوٹوں اپنا سر تیرے قدموں پہ فدا کروں گا، اپنے جسم کو تیرے قدموں پر ہدیہ کروں گا، تیری سجاوٹ کے واسطے میرا جسم ہوگا، اور تیرے لیے میری طرف سے یہ ایک کمترین تحفہ ہوگا۔ یہ تیرے لیے زیبائی کا ایک نقش ہوگا قیامت تک دنیا میں میری صرف یہی آرزو ہے کہ پھول کی مانند میرا سر تمہارے ہاتھوں میں رہے، میری آرزو پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے، میرا مقصد پروردگار جلد پورا کرے گا، میری طرف خون بھری آنکھوں سے کیوں دیکھتی ہو خدا تم کو تسلی عطا فرمائے۔

ارے ان ہی روتی ہوئی آنکھوں سے ہنس دو کہ یزدان کو تمہاری یہی ادا پسند ہے، جانان سے جان کی راز و نیاز کی باتیں ہوئیں اسی بزم گاہ میں روئے نیاز سے، دولھا کی آواز دلھن کے کان میں کہ رزمگاہ سے ایک بانگِ کوس اُٹھی، دشمن کی فوج باآواز بلند، ھل من مبارزٍ کی صدا لگا رہی تھی۔

مبارز خواشتن اشقیا و زاری عروس

اس آواز سے شہزادۂ قاسمؑ کو غیرت آئی، اپنی جگہ سے اُٹھا سلاح جنگ کے ساتھ بزم گاہ سے رزمگاہ کی جانب چلنا شروع کیا چاند اور سورج کی محفلوں میں آہ و فریاد شروع ہوئی دولھا دلھن کے پہلو سے کیا اُٹھا، چاند اور سورج نے رونا شروع کر دیا،

دلھن کی آنکھوں سے اشکِ غم رواں ہوئے دولھا کے پیچھے پیچھے دوڑتی چلی آئی، آنکھیں دریا بہا رہی تھیں گویا ایک نیا گریہ ایجاد کر رہی تھیں کہتی جاتی تھی کہ اے میری امید! اے جانِ دل میرا پہلو چھوڑ کر کیوں جاتے ہو۔ میرا پہلو خالی کرتے ہو؟

تمہاری جدائی کا غم آج سے دل میں رہے گا، وعدۂ وصل توڑ کر جا رہے ہو قیامت تک کے لیے میں آج تمھیں کیسے دیکھوں! تمہارے جیسا میں کہاں پاؤں گی، میں قیامت تک تمہارا انتظار کروں گی، کیا تم اس کو آسان سمجھتے ہو۔ نہیں ہرگز نہیں یہ آسان نہیں میں شب ہجر کا شمار کروں گی۔ تمہاری جدائی کا غم دل پہ نقش ہو گیا ہے، کہ ابھی شادی تھی اور اب!

تم میرا پہلو چھوڑ کے جا رہے ہو اور مجھے قیامت تک انتظار کرنے کو کہہ رہے ہو، میرے دل ناصبور کا کیا علاج ہے کہ ہجر قریب ہے وصل دور ہے، دولھا نے جب دلھن کی آہ وزاری سنی تو کہا اس کا چہرہ فرطِ غم سے پیلا پڑ گیا تھا، اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہہ نکلے اس کی تسکین کے لیے اس نے اپنی آستین (بانہیں) پھیلا دی، اُس نے اپنی بانہیں کیا پھیلائیں، ایک روحانیت کا منظر سامنے آگیا، کوئی یدِ بیضا نظر آگیا، اور کلیم نے جو کچھ طور سینا پہ دیکھا تھا، اس آستین سے دیکھنے والی آنکھوں نے دیکھا، یہ ہر طرح سے دستِ یدِ بیضا نظر آتا تھا، اور پھر دو ہونٹ کچھ کہتے ہوئے نظر آئے کہ جہان آفرین کے نزدیک میرا رتبہ پہچانو، اس بازو اور اس آستین سے محشر میں جب اس آستین کے ساتھ اُٹھایا جاؤں گا زمین اور آسمان اس کے ساتھ ہونگے۔

فاطمہ کبریٰؑ نے جب اس آستین کے اندر دیکھا کچھ کہہ نہ سکی کہ کیا دیکھا، کردگار کے چھپے ہوئے راز اس آستین میں آشکار دیکھے روز ازل سے قیامت تک جو کچھ ہونا تھا وہ اس آستین میں دیکھا اس کے ہر تار سے نوائے پُر دُرد کی آواز تھی، اس کے ہر پور سے

ایک سچا نغمہ نکل رہا تھا، میں نہیں جانتی میں نے کیا کیا دیکھا، کہ بیخود تھی لگتا تھا دل سے جان جدا ہوگئی ہے، میرا دل اب دولھا کے جانے سے خورسند تھا، کیونکہ دولھا نے اپنی دلپسند گفتار سے میرے دل کو آگاہ کر دیا تھا، پس پھر وہ چاند خیمہ گاہ سے۔ آوردگاہ میں خراماں خراماں چلا تو ایسا کہ گویا وہ داوری کرنے چلا تھا، پیغمبری خیمے سے ایک پیامبر چلا، آسمان نے دست اندیشہ سکیڑ لیے، اور فلک افسر نے غم کے مارے اپنا سر پیٹ لیا اور جب خیمہ سے رایت برآمد ہوا چاند اور سورج کی طرح اور وہ آفتاب اُس فہم سے برآمد ہوا کہ پردۂ نوحجاب کی آنکھ کا نور ہو گیا۔

جسم درع پیغمبری سے زیبا تھا اور اس درع سے حیدری شان نمایاں تھی، وہ نہاد میں محمدؐ اور صورت میں علیؑ اعتقاد میں حسنؑ اور شوکت میں حسینؑ، خراماں خراماں خیمہ گاہ سے باہر آیا، تو ایسا لگا ایک چاند برآمد ہوا۔ سارا لشکر کوفہ حیران تھا اور اس شکل وشمائل کا ثنا خوان ہوا جاتا تھا، ایک حیران ہوتا، دوسرا دانتوں سے لب دبالیتا اور ایک کے آنسو اس کے غم میں زخم کو چیر دیتے، پورے لشکر میں ایک کہرام مچ گیا، ابلیس صفت اور دیوشکل بلبلا اُٹھے اور عمر سعد پہ جا کے پل پڑے، اپنے گرز اور شمشیریں پھینک دیں اس کے سامنے اور اونچی آواز میں کہنے لگے کہ تجھے اس خراب کام سے شرم نہیں آتی، ذرا اس نوجوان پر نگاہ کر کہ جس کے دیکھنے سے دل کو سرور ملتا ہے۔ اس کے رخسار سے یہ دشت منور ہو گیا ہے، چہرہ ایسا روشن ہے جیسے شب تیرہ میں آفتاب روشن ہو، ایسا لگتا ہے کہ پیغمبری شرق سے کوئی سورج طلوع ہوا ہے اور اس اُس آب و تاب سے خسروِ خاور (سورج) خیرہ ہو گیا ہے، آسمانِ جلال پہ ایک چاند چمک رہا ہے خیال کا لشکر سراسیمہ ہے، اُس طرف کے لشکر سے کوئی دلیر آیا ہے، کہ جیسے بیشے سے شیر نر آیا ہو، اِس کو دیکھنے کی کس کو تاب ہے، اِس سے لڑنے کی کس میں طاقت ہے، دوگیتی کا اپنے

بالوں سے مقابلہ کرتا ہے، یہ چاند سورج اس کے چہرے کا ایک عکس ہیں، اے کینہ ور (عمر سعد) تو یہ کیا کرتا ہے۔ شاید چشم بینش نہیں ہے۔

چشم خرد سے اس کی طرف ذرا دیکھ، جہان آفرین اس کی طرف نظر آتا ہے، تو اس کی طرف تیر چلانے کی بات کرتا ہے اور خدنگ پھینکنے کی بات کرتا ہے، جو اُس پر خدنگ پھینکے گا وہ نمرود کا ساتھی ہوگا، خداوند کی محبت سے محروم ہو جائے گا، اے ناپسند! اُس کے بازو بریدہ ہونگے، جو اُس پر تیغ چلانے کے لیے اپنے بازو بلند کرے گا عمرِ سعد نے جب اپنے لشکر کے باتیں سُنیں سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا، لیکن چہرے سے لگتا تھا کہ پریشان ہو گیا ہے، آنکھوں میں غصے سے خون بھر گیا اور دل میں درد تھا اور جب شہزادہ رزمگاہ کی جانب چلا ایک چاند عیاں ہو گیا دشت میں اور پھر اُس نے یزدان کے نام سے اپنے کلام کا آغاز کیا یزدان کے نام سے اہرمن نے فرار کیا، دشت اس کے نور سے منور ہو گیا، اس کا نور کیا تھا گویا خداوند کا نور تھا، اور جب لشکر والوں نے شہزادۂ قاسمؑ کو دیکھا سب کی نظریں اُس پر گڑ گئیں، لشکر والوں نے نصیحت کی عمر سعد کو سعد کے بیٹے کو بدنشان سے کہا کہ تو اپنی قسمت کو کیوں خراب کرتا ہے، تیرے جیسا سالار کسی لشکر کا نہ ہوگا، کسی نے بھی تیری طرح اس دنیا میں فرزندِ پیغمبر سے جنگ کی ہے؟، انھوں نے ہر طرح کی نصیحتیں اُس کو کیں لیکن اُس شقی پر کسی نصیحت کا کوئی اثر نہیں ہوا عمر سعد لرز اُٹھا اور اپنے نزدیک بلانے لگا اُس نوجوان کو جو اُس کے لیے جان کی مصیبت ہوا تھا وہ نوجوان دلیر، ہنر مند اور فرزانہ تھا رزم اور پیکار میں مردانگی رکھتا تھا اُس نوجوان سے عمر سعد نے کہا اپنی نسل اور نام کے بارے میں ہمیں بتاؤ، یہ سُن کر نوجوان اپنی جگہ سے آگے بڑھا بہت نمایاں مقام تھا قدم مضبوط تھے، تازی فوج بھی آگے بڑھی اور نوجوان کے گرد حلقہ تنگ کر دیا نوجوان ایسا تھا جیسے سورج آدھا بادلوں

میں چھپا ہو، شوکت احمری اُس سے ہویدا تھی، سطوت حیدری داور داد گر کا جلال نمایاں تھا، اتنی شان و شوکت کے ساتھ وہ میدان میں آیا تھا، عمر سعد نے ہراساں ہراساں انداز میں کہا کہ اے نوجوان گرامی نژاد، تیری ہیبت اور محبت سے دل لرز رہے ہیں، نہ اب پیغمبرؐ ہیں اور نہ نور پیغمبری ہے، نہ تو حیدر ہیں اور نہ سطوت حیدری ہے، اس رزمگاہ میں کیوں آیا ہے؟ اور وہ بھی بے سپاہ! نہ تو نوح ہے کہ جور و ستم کے سمندر میں جس کی کشتی طوفانِ غم میں غرق ہوئی تو چہرے مہرے سے شریف زادہ نظر آتا ہے تیرے دست و بازو سے نمایاں ہے، خدا کے لیے اپنا نام بتاؤ، آغاز سے انجام تک کا احوال بتاؤ،

حضرت قاسمؑ کے اوصاف اور دشمن کی فوج پر اثر ہونا

شہزادے قاسمؑ نے جب عمر سعد کی گفتار سُنی جواب دینے کے لیے اُس کی طرف مخاطب ہوئے میں پیغمبرؐ نہیں ہوں بلکہ سبطِ پیغمبرؐ ہوں۔ میں حیدرؑ نہیں بلکہ ابنِ حیدرؑ کا نورِ نظر ہوں ذوالمنن کے گلشن کا ایک پھول ہوں، میں باغِ حسنؑ کا نوخیز سرو ہوں، میں باغِ نبوت کا ایک نونہال ہوں، میں حیدرؑ کی طرح نہیں ہوں لیکن، اُسی شجاعت کا پرتو ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ خیر البشر نے میرے والد اور چچا کے بارے میں کیا عمدہ باتیں کی ہیں میں بھی اُسی سے فروغ پایا ہوا ہوں، اور رسولؐ کی حدیث دروغ نہیں ہوتی، خدا اور رسولؐ خدا کے نزدیک کوئی ہمارے جیسا پسندیدہ نہیں ہے، ہم خدائے جلیل کے پسندیدہ ہیں جبریل ہمارا پرستار ہے، ہمارے لیے آیۂ نور نازل ہوئی کیا ہم اہلِ بیتؑ رسولؐ سے نہیں ہیں ہمارا ہی نور آسمان کی زینت ہے یہ زمین و زمان اسی سے روشن ہیں میں دُرجِ پیغمبریؐ کا گوہر ہوں میں گلشن حیدری کی ایک کلی ہوں، ہمارا ہی ذکر کرّ و بیاں کرتے ہیں ہمارے ہی دم آشکار ہوا یہ کہا اور آنکھوں سے اشک رواں ہوئے کہ سبطِ پیغمبرؐ جنگ نہیں چاہتے میں ہی سید المرسلین کی نشانی ہوں میں ہی نبوت کی

انگوٹھی کا نگین ہوں، ہماری محبت کو واجب قرار دیا گیا ہم ہی وہ ہیں جنھوں نے روز ازل خدا کو پہچانا آج اس دشت میں دشمنوں میں گھرے ہیں خدا کی فوج سے ناری لڑنے آئے ہیں، اور اپنے دل دل میں رکھتے ہیں دشمنی اور کینہ گویا جہان آفرین سے جنگ کرنے آئے ہیں۔

ابنِ سعد کا ایک قاصد بھیجنا اور قاصد کا حضرت قاسمؑ سے مکالمہ

ایک نوجوان نے جب شہزادہ قاسمؑ کی گفتار سنی تو اس کے بدن میں لرزہ طاری ہوا اپنے گھوڑے سے اترا وہاں کی خاک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں اپنی جان آپ پر قربان کروں آپ کی دشمن دنیا خوار ہوگی اللہ کی لعنت ہو اس پر کوئی کسی پر اس طرح مصیبت نہیں کرتا جس طرح یہ آپ پر ظلم وستم کرتے ہیں، اللہ کی منتخب جماعت پر دنیا نے اس طرح کا لشکر نہیں دیکھا، حضرت سے میری ایک التماس ہے کہ اس رزم اور اس بزم سے مجھے ہراس آتا ہے جب محشر میں میرا جیسا روسیاہ آئے تو آپ یزدان سے میری بخشش کرائیے گا۔ یہ کہہ کر خاک پر گر پڑا، شہزادہ قاسمؑ کے گھوڑے کے سموں کو بوسہ دیا آنکھوں سے ابرِ بہاراں کی طرح آنسو بہنے لگے، کہ جو بھی آپ سے لڑنے کے ارادہ سے آئے گا وہ خدا کی نظروں میں ناشناختہ ہو جائے گا، میں آج سے آپ کے حکم کا بندہ ہوں، آپ کے حکم اور پرچم کے نیچے ہوں، آپ اب جو حکم دیں میں وہ کروں گا، آپ کے حکم پر اپنی جان قربان کروں گا، شہزادہ قاسمؑ نے اُس کی باتیں قبول کیں کہ روز جزا تو ہمارے ساتھ ہوگا اور فرمایا کہ اس رزمگاہ سے لوٹ جا کفر کے لشکر سے راہ پیمائی اختیار کر اور یہاں سے اپنے شہر روانہ ہو جا، جو بھی دشمن کے لشکر کے ساتھ ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ وہ نوجوان شہزادہ کے حکم کے مطابق وہاں سے روانہ ہو گیا، عمر سعد کے پاسِ سوگوار دل کے ساتھ گیا اور اُس نابکار کو سمجھانے لگا کہ۔

قاصد کا نادم ہونا اور عمر سعد کو باتیں بتانا

تو اُس سے جنگ کرنے چلا ہے جو ماہتاب کی طرح خراماں ہے اُس کے چہرے سے چاند اور سورج روشنی پاتے ہیں۔

اُس نے جنگ کرنے پر کمر باندھ لی ہے۔ اس پر آسمانی طاقت نظر آتی ہے، خدائی طاقت اس پہ ہویدا ہے ایسا لگتا ہے جیسے بدر کے میدان میں نبی، پیغمبروں والا جنگی لباس اس کے جسم پر ہے اور سر پہ حیدری مغفر ہے، اُس کی تلوار میں درو دشت کا فولاد جمع ہے، اس کے گرز میں پورے جہان کا لوہا جمع ہے، زرہ اور بکتر پہنے ہوئے ہے، اور اس کے جوشن میں یزدان کا نور پوشیدہ ہے، ایسا لگتا ہے کہ محمدؐ رفرف پہ سوار ہو کر میدان کارزار کی طرف آ رہے ہوں۔ یا جیسے شیر خدا دوبارہ زندہ ہو گئے ہوں اور آسمان ان کی شمشیر کے سامنے ایک غلام ہو۔ اس کی باتیں سن کر لشکر کے پہلوان ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے لشکر کے بڑے سردار دل شکیب ہو گئے اور ان کے بدن میں گویا ایک خوف سما گیا، نوجوان کی باتوں سے وہ پسپا ہو گئے گویا ان کے پاؤں اُکھڑ گئے، کسی کی بھی میدان کی جانب جانے کی ہمت نہ تھی سب اپنے شہر و یوم کی طرف فرار ہونے لگے، لشکر کفار کے نام آور سردار خوف کھانے لگے، شہزادے سے جنگ کرنے پہ ہراساں نظر آنے لگے ناموروں کے ہاتھ سے کمندیں چھوٹ گئیں سواروں کے ہاتھوں سے عنانیں چھوٹ گئیں کوئی پہلوان اور دلیر کارزار سے بھاگنے لگے لشکر کے سالار کو غیرت آئی عمر سعد نے اپنے لشکر کی جانب قہر بھری نظروں سے دیکھا،

حضرت قاسمؑ کا مبارز چاہنا

اس کے دیکھنے سے سب کی نظریں جھک گئیں، اُس نے سواروں کی صفوں کو صحیح کیا

اور ایک تیر کے ذریعے اُن کو راستہ دکھایا، فرزندِ شاہ نے جب ان کو سراسیمہ دیکھا تو تقریر کرنا شروع کیا اور عنان کو کھینچ لیا، اے قوم بدروزگار۔تم نے کام وہ کیا ہے کہ شرم کا باعث ہے، تم کو خدا سے شرم نہیں ہے کہ فوجِ خدا سے جنگ کرنے آئے ہو، تیغ وسنان تم کس پر کھینچے ہوئے ہو خدا کو کیا منہ دکھاؤ گے تمھیں معلوم ہے کہ تمھارا رہبر کون ہے؟

وہ خلقِ خدا میں اس وقت پیغمبرؐ کی مانند ہے اور اُسی کی طرف تیغِ بیداد تیز کیئے بیٹھے ہو، اب میں تم سے جو پوچھوں بتاؤ گے؟، بالکل سچ بتانا جو میں پوچھوں؟، معراج پہ نبیؐ کے ساتھ کون تھا؟ محرم کے نزدیک خلوت گاہ میں کون تھا، کس کے ہاتھوں سے کفر کو شکست ہوئی؟ اسلام سے کس نے پیمان باندھا؟ کون ہے جس کے قدم خیرالبشر کے دوش پہ تھے کس کے ہاتھوں سے لات ووُد توڑے گئے؟ خدا نے کس کو دستِ خدا کہہ کے مخاطب کیا، کون ہے جو کعبہ میں پیدا ہوا، ملائک کی فوج نے کس کو سجدہ کیا تھا، بدر اور احد کی جنگ میں کون تھا جس نے کفر کو مٹایا، کس کے پاؤں تلے جسم ولید تھا، کون تھا جس نے جنگ میں شیبہ کو ختم کیا، شہرِ علم کا در کون ارجمند تھا؟ قلعۂ خیبر کا دروازہ کس نے اُکھاڑا تھا؟ بدر واحد کی کارزار میں کس کی تلوار سے کافر خوار ہوئے تھے، زمینِ مکّہ کے بڑے بڑے سرداروں کو کون تھا جس نے پشت زین سے بے سر کر دیا تھا، تم کو اپنے کردار پر شرم آنی چاہیئے کہ آسمان بھی اپنی گردش پہ شرماتا ہے، دلیری، پہلوانی اور مردانگی، ہنرمندی، روزمندی اور فرزانگی میرے آبا واجداد کی یادگار میں سے ہے، اور آج یہ سب میرے کام ہیں اور میں ورثہ دار (عہدہ دار) ہوں میں وہ ہوں جس کو ہمت و جرأت نے دودھ پلایا اور گہوارے ہی میں میرے ہاتھوں میں شمشیر دی میں ہی نبی کا گرامی پوتا ہوں میں ان کی جان ہوں وہ میری جان ہیں، میں وہ ہوں جب نیزہ اپنے ہاتھوں میں پکڑتا ہوں تو آسمان گردش کرنا بھول جاتا ہے، میں ہی سبطِ پیغمبر

ذوالمنن ہوں پہچان لو میں ہی شیرِ خدا کا شیر ہوں، جو بھی میدان میں میرے مقابل آئے گا اسے میدان ہی میں پتہ چل جائے گا۔ اس کی جان تن سے خواری میں نکلے گی، دوزخ میں اہرمن کے ساتھ ٹھکانہ ہوگا۔

رجز پڑھنا حضرت قاسمؑ کا لشکر کے روبرو اور ازرق کا غضب ناک ہونا

شہزادہ کی تقریر سے لشکر کفر و کہن میں سراسیمگی پھیل گئی ایک ہلچل مچ گئی، ناموروں کے دل غم کی تاب نہ لا سکے، دیو جیسے ظالم کی آنکھ سے بھی آنسو ڈھلک گئے کہ اس نوجوان نے جو باتیں کہی ہیں صحیح ہیں بالکل سچ اور حق ہے، ہم تو وہ ہیں یقیناً ہماری قسمت نگوں ہوگئی ہے، خدا کا قہر ہم پر بہت سخت ہوگا۔

کسی کو بھی سوئے رزم جانے کا یارا نہ تھا، ان سرکشوں کے دل دھڑکنا بھول گئے تھے اگر چہ وہ دیو اور رُود تھے مگر سوگوار ہو چکے تھے کسی کو بولنے تک کی ہمت نہ تھی وہ جنگ کیا کرتے ان میں ایک دیو صفت اہلِ شام تھا حیلہ اور کینہ سے بھرا ہوا ارزق نام تھا، اھرمن کی طرح طاقت اور فن میں یکتا تھا، لیکن اھرمن بھی اس کی جنگ سے خوف کھاتا تھا غصہ میں غضبناک ہونے لگا، اور عمر سعد کے پاس آکر ٹہلنے لگا، اس دیوزاد کی بدخوئی اور تیزیٔ زبان مشہور تھی، اُس پُرکینہ اور بد گہر نے ہرزہ سرائی کی دوسرے نامور جنگجو بھی اُس خردسال کی گفتگو سے متاثر ہوتے تھے، سرداروں کے دل میں یہ خیال آیا کہ کل جب رسولؐ خدا کے حضور پیش ہونگے تو ہمیں شرمسار ہونا پڑے گا۔

یہ سوچ کر ان کے ہاتھ اور بازو شل اور سست پڑ گئے، کہ اس بچے سے جنگ کرنا درست نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ یہ اولاد پیغمبرؐ ہے اس سے جنگ کرنا خورسند نہیں ہے۔

مگر ارزق کہنے لگا میں نے اُن کی دشمنی میں کمر باندھ لی ہے۔اس کے خون سے میری تیغ کا زنگ دُھلے گا، اپنے آباواجداد کے خون کا بدلہ لوں گا اس کو اِس رزمگاہ میں قتل کر کے۔علیؑ کی تلوار نے ایک جنگ میں عزیٰ کے پرستاروں کو موت کی نیند سلایا تھا، میں سبطِ نبیؐ اور علیؑ کا دشمن ہوں، یزداں سے اھرمن کی طرح ہی کینہ رکھتا ہوں، دشتِ احد کے داماں میں میرے جد کو علیؑ نے اس طرح قتل کیا کہ جسم سے سر جدا تھا، آج کینہ کا دن ہے اپنے اباءاجداد کے خون کا بدلہ لینے کا دن، آج بدر میں خون کا بدلہ لینا ہے، میرے سر میں کب سے یہ فکر تھی۔میں نے اسی وقت سے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لیے کمر باندھی ہوئی ہے، یہی تو وہ رزم ہے جس کا مجھے انتظار تھا، اگرچہ وہ پیغمبرؐ کی اولاد ہی کیوں نہ ہو، پسر اگر اپنے باپ کے خون کا بدلہ نہ لے تو اُس کی نسل میں کہیں خطا ہوئی ہے میں اگر اس کا خون کروں تو یہ روا ہے، مارنے والے کو اگر مارا جائے تو یہی اس کی سزا ہے، بیٹا اگر باپ کے خون کا بدلہ نہ لے تو اس کے بیگانہ کہیں گے، بیٹا نہیں کہیں گے۔آج یزید کے ہاتھوں اِس کینہ وَر کو موقع ملا ہے اور اپنے اجداد کے خون کا بدلہ لے رہا ہے، اُس بدسرشت کی آواز جیسے ہی بلند ہوئی چاروں طرف سے دیوزشت نکلنے لگے، جوشن پہنے سوار آ گئے، نیا عزم اور رزم کے دھنی کفر کیشوں کے دل شاد ہونے لگے، اُن کی روحیں فکروں سے آزاد ہونے لگیں، ہر گوشہ سے ایک شیطان (اھرمن) نمودار ہوا ہر طرف سے خدنگ لیے ہوئے سوار آ گئے۔

گردن کش سوار بڑے بڑے نامور سب کینہ جو اور سب کینہ ور ایسا لگتا تھا دوزخ سے غریو نکل آیا ہے، زمین اور آسمان اس کی آواز سے پُرشور تھے، ہر طرف سے نمرود نکل کر آ رہے تھے، اُس شریف زادہ کی سمت اپنی کمانوں کا رُخ کیے ہوئے ہر طرف سے درندے بھاگ کر آ رہے تھے، خدائی فوج کی جانب پوری دشمنی کے ساتھ زمانہ

نے اس داستان پرخون کے آنسو بہائے اس داستان پر جن اور پریاں روئے زمین کو گردش کی تاب نہ رہی آسمان سے خون ٹپک رہا تھا۔

ازرق کا عمر سعد سے کلام کرنا

زمانہ اس طرح کی داستان سے قاصر ہے، آسمان کے دل میں راز محفوظ ہوگیا، سنانیں آسمان کو چھو رہی تھیں، گرز کی چمک بھی آسمان تک جارہی تھی، زمانہ نے سورج کو خنجر گھونپ دیا تھا یعنی سورج سرخ ہوگیا تھا، دنیا میں دشمنیٔ خدا بھر چکی تھی، اس لیے زمین آسمان کے پیچھے چھپ رہی تھی (یعنی سورج گرہن تھا) زمین شرم کے مارے گردش کرنا بھول گئی، آسمان غم کے مارے خون کے آنسو رو رہا تھا، اِدھر ازرق شامی نے جنگ کا لباس پہنا اور سوئے رزم گاہ روانہ ہوگیا، ایسا لگا جیسے (قتل گاہ) دوزخ سے کوئی اہرمن خفتان کا کفن پہنے ہوئے برآمد ہوا ہو، زمانے نے اس طرح کا زشت دیو نہ دیکھا تھا، جس کی وجہ سے دوزخ میں ایک شور و شغب تھا، اُس سے وُد اور دبوسب پناہ مانگتے تھے، اپنے کردار کی بنا پر اھرمن سے داد طلب کرتا تھا، زمین و زمان ذ٘ لعنت اس اھرمن پر مسلسل نوک زبان تھی کہ اے بددل و بدرُخ و بدسیر، تیرا کردار ایسا کہ الحذر تجھے دیکھ کر ابلیس ملعون شرماتا ہے، تیرے سامنے دیو زمان خجل ہے، تیرے کردار سے دوسرے دیو پلید بید کی مانند لرزاں و خروشاں ہوگئے ہیں، تو خدا کی فوج سے جنگ کرتا ہے، تجھے اپنی اس حرکت پہ کوئی شرم و عار نہیں ہے، کہ تو خدا اور خدا والوں سے جنگ کرتا ہے، جب ازرق قتل گاہ کی جانب آیا ایک ابر سیاہ فوج کا ساتھ چلا ادھر شاہ دین کے خیمے میں ایک نالہ و فریاد کا شور اُٹھا پردے والیوں کے ہوش اُڑ گئے، دل پر قابو نہ رہا، ایک ایک کا اس نالہ کی صدا سے دل پھٹا جارہا تھا کوئی خاک اپنے منہ پر ملتا تھا، کوئی گریبان چاک کرتا تھا، کوئی امام کے سامنے دستِ حاجت پھیلائے ہوئے کہتی تھی کہ

اے سبطِ خیر الانام، اے سبطِ خیر الانام! کوئی دلھن کے پاس روتا تھا، گریہ کرتی ہوئی دلھن نے اپنی پھوپھی سے پوچھا کہ کس چیز کا شور وشین ہے؟

اہلِ بیت حسینؑ کا ذکر خروش اور فاطمہؑ کبرا کا نالہ کا سبب پوچھنا اور زینبؑ خاتون کا اس کو جواب دینا

پھوپھی نے اس کے سوال کا یوں جواب دیا کہ آنکھ سے آنسو کے بجائے خون بہہ رہا تھا، کہ شور وغل قاسمؑ کی شادی کا ہے، قرنا کا کوس بج رہا ہے زبردست۔ یہ روزِ مہدِ ازل ہی نقش لکھ دیا گیا تھا کہ یہ صدا آج کے دن کے لیے مخصوص پسندیدہ ہوگی تو اپنی قسمت پر شاد رہ میری بچی، دولھا کے غم میں دلشاد رہ، تجھے معلوم ہے میدان میں اھرمن جیسا ایک پہلوان آیا ہے لڑنے قاسمؑ سے۔

اُس بدنژاد کے چار بیٹے تھے، کہ زمین پر کسی ماں نے ایسے بچے نہیں جنے، زشتی، تندی اور ناراستی میں، بدخوئی، کجی وکاستی میں اُن کا کوئی مقابل نہیں۔ اھرمن سے اھرمن ہی پیدا ہوتا ہے، بازو اور طاقت میں دیو کے جیسے ہیں ہر ایک دو سو اھرمن کے برابر ہے۔ چاروں بدگوہر اور بدشغال تھے، ان میں جو سب سے بڑا تھا، باپ کو آمادۂ رزم جب دیکھا سراسیمہ ہو کے اس کے پیچھے دوڑا، کہنے لگا کہ میدان میں اس خورد سال کے ساتھ زیب نہیں دیتا جنگ کرنا آپ کو، بزرگوں کے لیے یہ بڑا ننگ ہے، کہ ایک کم سِن کے ساتھ جنگ کے لیے میدان میں آنا، شام وحلب کے پہلوانوں میں عرب میں تیری بڑی شہرت ہے، اس نوجوان سے جنگ کی مجھے اجازت دیجیے، مجھے زیب دیتا ہے اس سے جنگ کرنا اس رزم گاہ میں، دیو نے جب اپنے بیٹے کی بات سنی مسکرایا اور شاد ہو گیا اور کہنے لگا، اس کی رزم سے ہوشیار رہنا، اپنے جسم کی حفاظت کرنا،

اِس کے جیسے رزم پیکار کم ہوتے ہیں، تمھیں معلوم ہے کہ وہ ہاشمی خاندان کا ہے، مردانگی اور پہلوانی میں ان سے سب کمتر ہیں وہ حیدری خانوادہ کا چشم و چراغ ہے، اِن سے جنگ کرنا آسان نہیں ہے، فوج کا دل ان سے خوف کھاتا ہے، کون ہے ایسا جس کی میراث میں مردانگی ہو بس تو اپنے جسم کی حفاظت کرنا، باپ سے راز کی باتیں سننے کے بعد بیٹا توسن پہ بیٹھا اور لگام کھینچ لی، فوج خدا سے لڑنے کے لیے میدان کارزار کی طرف چلا۔ شاہزادہ کی طرف گھوڑے کو آگے بڑھایا شہزادہ کے چہرے کو جب دیکھا تو ہیبت سے دل نے کام چھوڑ دیا پیکار سے دل میں ہراس پیدا ہو گیا، باپ اور بیٹا دونوں ناامید ہو گئے، کس منہ سے کارزار سے واپس ہو، اتنی طاقت نہ تھی کہ اس سے جنگ کر سکے، دل میں کہا آج میری موت میدان میں کھینچ کر لائی ہے، فرار کا کوئی رستہ نظر نہیں آتا تھا، اور بیچاروں کی طرح ان کی طرف دیکھتا تھا، کہنے لگا کہ اے گرامی نوجوان تو نسلِ پیغمبرؐ سے تعلق رکھتا ہے، کیوں اپنی جان کے پیچھے پڑا ہے، اس رزمگاہ میں اکیلے لڑنے آیا ہے، تیرے واسطے یہ سب قہر ہے ہمارے دل تیرے مذہب اور دین سے پھر چکے ہیں، اسی وقت اس رزمگاہ سے چلا جا، اور ہمارے لشکر کی طرف ذرا راہ پیمائی کر، (شامل ہو جا) اگر تو زندگی چاہتا ہے، نہیں تو زندگی سے ہاتھ دھو لے، شہزادے نے جب اس دیوزاد کی گفتگو سنی جواباً مسکرائے اور لبوں کو اس طرح جنبش دی اے بدنہاد و بد گوہر، تجھے معلوم نہیں تیرا دن تیرے سر پہ آ گیا ہے، تو نیرنگ افسوں سے ایسی گفتگو کرتا ہے، تو اہرمن کا ساتھی ہوئے جا رہا ہے۔ اور اُس شیطان نے جب شہزادے کی بات سُنی اس کے ہوش اُڑ گئے، خوف زدہ ہوتے ہوئے شمشیر کھینچ لی اور جوش و خروش سے شہزادہ کی طرف بڑھا۔ اور راستہ بنانے لگا، مگر خوف سے بازو سست ہوئے جاتے تھے شہزادہ بھی اپنی شمشیر تیز کرتا ہوا آگے بڑھا قریب تھا کہ قیامت آ جاتی، آتے ہی اپنی

تیغ کی دھار اس کے سر پہ گزار دی تو ایسا لگا کہ روز ازل سے ہی اُس کا سر نہ تھا، گھوڑے سے خاک پر گر پڑا، تن بے سر جان سے خالی ہو گیا، زمین اس کے خون سے بھر گئی، شاہ کو روح الملک نے مبارک باد دی، فرشتے تو آسمانوں پر تکبیر کہتے تھے، فوجِ ملائک میں ہیبت کا شور اُٹھا، آسمان کی فضا تکبیر کے نعروں سے گونج اُٹھی بارگاہ جلیل میں ایک جوش وخروش تھا جبریل نے اس کی خدمت میں تکبیر عرض کی ارزقِ شوم کا دل غصہ سے بھر گیا، اور اب بقیہ تینوں سے ایک آگے بڑھا، پاؤں پٹختا ہوا کہتا تھا کہ میں نے بھائی کے خون کا بدلہ لینے پر کمر باندھ لی ہے، میں تیرے خون سے اپنی تلوار کو رنگین کروں گا، اپنی تلوار کو گھماتا ہوا شہزادہ کی طرف بڑھا شہزادہ نے جب اپنی طرف آتے دیکھا، مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا اور کہا تیری بدقسمتی تجھے یہاں لے آئی ہے، تو اپنے بھائی کی طرح یہاں سے روانہ ہوگا، اس بدگہر نے جب شہزادہ کی گفتار سُنی تو اس کے ہوش اُڑ گئے، خوف سے اپنے گھوڑے پر کانپنے لگا، شہزادہ نے آگے بڑھ کر اسے ایک تلوار ماری اور زین سے زمین پر مُردہ آ گیا۔ تمام لشکر کفار پر ایک دھاک بیٹھ گئی جب ان کا دل حالات سے مایوس ہوتا جا رہا تھا، بدنسل ارزق کا تیسرا پسر چیخنے لگا کہ اے والد آپ کی دونشانیاں اس نے ختم کر دیں کہ اُن کے جیسا کوئی زمانے میں نہ تھا، میں نے اُن کا بدلہ لینے کے لیے کفن پہن لیا ہے، باپ سے یہ کہہ کے رزمگاہ کی طرف چل دیا قاسمؑ نے جب اُس کو آتے دیکھا اپنی تلوار گھمائی بڑے جوش کے ساتھ اس اہرمن کو یزدان کی طاقت دکھائی، شہزادہ کی تلوار کی نوک نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا، کوفیوں کے لشکر میں جوش ماند پڑ گیا، جانِ پدر کے تین چراغ جب بجھ گئے تو میدان میں چوتھا بیٹا آیا، وہ تو ایک ہی ضرب میں جہنم رسید ہوا اور اُن تینوں سے جا ملا، کفار کے لشکر کا دل ٹوٹ گیا اُن کے حوصلے پست ہو گئے، اب ازرق غضبناک ہوتا ہوا آگے بڑھا، سر کو گھماتا ہوا

پاؤں پٹختا ہوا، کہے جاتا تھا کہ اس نوجوان کو گزند پہنچاؤں گا، اس نے میرے دل کو درد مند بنادیا ہے، میدان میں میرے چاروں بیٹوں کے سرتن سے اُتارے ہیں، آج میں میدان میں خون کی ندیاں بہادوں گا، اپنے آپ کو سلاح جنگ سے آراستہ کرنے لگا، تلوار، تیغ، گرز، تیر، میخ سے اس طرح لدا ہوا تھا کہ لگتا تھا کہ ایک سیاہ بادل آرہا ہو قریب تھا کہ سورج کو گہن لگ جائے اور چاند گرہن میں آجائے، وہ اس طرح آگے بڑھ رہا تھا جیسے عمر بن عبدود علیؑ کی طرف۔

زمین کا دل اُس کی آواز سے لرزہ جاتا تھا اھرمن اُس کا دمساز اور ساتھی تھا، عرش اور کرسی غم سے ہلے جاتے تھے، آسمان پر ایک شور فریاد تھا، روح الامین کے ہاتھ سے تسبیح گر گئی، اسرافیل سانس لینا بھول گئے، ادھر خیمے میں بھی آہ و بکا مچی تھی، ساری بیبیاں غم سے نڈھال تھیں اور اللہ کے حضور زاروگریہ میں مصروف تھیں بکھرے ہوئے بال منہ پر تھے، مگر دل خدا کی طرف مائل تھا، ادھر امام نے بھی خدا کی بارگاہ میں التماس کی اے حق شناس، اے مہربان، اے فیصلہ کرنے والے یہ خون، خونِ خدا ہے، اے اللہ ان مرنے والوں کا خوں بہا تو ہی وصول کرے گا۔ اے خدا تو گواہ ہے کہ اس طرح کی جنگ روئے زمین پر نہیں ہوئی۔ یہ خون جو بہہ رہا ہے تیرے نام پہ بہہ رہا ہے تیری راہ پر سر قربان کیے جارہے ہیں۔ جانوں سے دل تیری راہ میں فدا کئے جارہے ہیں، اور ہم نے اپنے دل تیری راہ شہادت کے لیے رکھ دیئے ہیں، اِسی خون سے محشر میں گناہ دھوئے جائیں گے، تو ہی اس کا صلہ عطا فرمائے گا، اے خدا دیکھ اتنی مصیبتوں پر میرا دل مضبوط ہے اور اس رزمگاہ میں میرا دل مطمئن ہے، اللہ سے جب شاہ راز و نیاز کر چکے اللہ نے قبول کیا جو کچھ بھی سید الشہداؑ نے عرض کیا آوازِ کوس چار جانب سے آنے لگی، زمین کا رنگ نیلا ہو گیا اور آسمان آبنوس ہو گیا، ازرق ڈھاڑا کہ اے خردسال تیری

قسمت کا ستارہ حالتِ افسردگی میں ہے ابھی تک تیرے ہونٹوں سے دودھ کی مہک آرہی ہے، تو کیا جنگ اور پیکار سے سیر نہیں ہوا ہے، اپنے اباء واجداد کی طرح ازرق کینہ اور دشمنی سے خرافات بک رہا تھا کہ میں آرہا ہوں تیرا سرتن سے جدا کرنے، اپنے بیٹوں کے غم میں اس کی حالت تباہ تھی وہ خون پیکر ہوا تھا، آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا اے میرے چار بیٹوں کے قتل کرنے والے میں تجھے قتل کرنے آرہا ہوں اس رزمگاہ میں میں تیرے غم میں علیؑ کو رلاؤں گا، تیرے غم میں خیر النساء فریاد کرے گی حرم کی مخدرات کو قیدی بناؤں گا، اولادِ زہراؑ کو اسیر کروں گا، اے خوبرو! تیرا سر ابن زیاد کو تحفہ میں پیش کروں گا یہ کہتا ہوا آگے بڑھا اور تلوار کو تان لیا۔ شہزادہ نے جب اُس کی بے کار (فضول) باتیں سنیں تو کہا آج تیرے سارے آزمودہ حربے کام نہ آئیں گے، یہ سُن کر اُس کے اندام میں لرزہ طاری ہوا اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا، قاسمؑ اور ارزق میں لڑائی شروع ہوگئی دونوں کی تلواریں چمک رہی تھیں جیسے نمرود کی تلوار خدا کی طرف اُٹھ رہی ہو، مگر کوئی وار بھی کارگر نہ ہوتا تھا شہزادہ پر اور بدسیر تلملا کر رہ جاتا تھا، اب شہزادہ نے اس کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اللہ کے ہاتھ اہرمن کی جانب بڑھے شکست دینے اور جب شہزادہ نے درمیان سے اپنی تلوار کو کھینچا آسمان نے دستِ علیؑ میں ذوالفقار دیکھی، اک برق اُس کی تلوار سے چمکتی نظر آئی، بالکل اسی طرح جس طرح مرحب پر ذوالفقار چلی تھی، اس کی ایک ہی ضربت سے ارزق کے پاؤں اکھڑ گئے جیسے شیر خدا کی شمشیر سے مرحب کے پاؤں اکھڑے تھے اور پھر ایسا لگا کہ دستِ قدرت بلند ہوا، اس دیو نژاد کے دو ٹکڑے ہوگئے، صرف سوار کے ہی نہیں بلکہ اس کا سمند بھی نصف حصّوں میں بٹ گیا، لشکرِ کفر میں خوف کا ماحول تھا، دشت میں اُس دیو پہ کیا گزری! ملک نے فلک پہ یہ صدا دی اور اُس کی صدا کائنات میں پھیل گئی، تکبیر کی

صدا کرسی سے آنے لگی، عرشِ خدا پہ نالوں کا غلغلہ ہوا، امام حسینؑ جو بالکل خاموش تھے انھوں نے بھی سُنا آسمان کی جانب دیکھا اور خیمے کی جانب دوڑے حرم میں جوش و خروش تھا۔ ایسا لگتا تھا غم اور خوشی جڑواں ہیں۔ کرّوبیاں کا غلغلہ قابل دید تھا، اللہ کی درگاہ سے ایک نعرۂ تکبیر برآمد ہوتا تھا، چار جانب سے خروش اور فغاں (خوشی کے آنسو) نمایاں تھا، زمین اور آسمان بھی اسی کام میں مصروف تھے، میدان میں وہ بدنہاد کیا مارا گیا کوفیوں کے لشکر میں اک آگ سی لگ گئی تھی، شکست ہوگئی تھی اھرمن کا دل دردِ ذلت سے تڑپتا تھا، میدان سے شہزادہ نامور لشکر کی طرف واپس پلٹا کوئی ایسا نہ تھا جو اُس کے گھوڑے کا پیچھا کرتا، سب نے جنگ کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔ اس کی رزم سے سب کے دل غمگین ہو چکے تھے، کوئی ایک سپاہی بھی اُس لشکر کا لڑنے کے قابل نہ تھا، ایسا لگتا تھا کہ حیدرؑ آگئے ہیں۔ اوران کی ہیبت سے سارا لشکر پراگندہ ہوگیا ہے، دشتِ کیں خالی ہوگیا ہے!، وہاں سے شاہ دیں کی جانب شادماں لوٹ گیا اپنے گھوڑے سے اُترا اُس پر درود ہو خوشی خوشی خاک کو بوسہ دیا خاک پر اپنے چہرے کو جھکا دیا، اور یزدان کی ستائش اس انداز سے کی کتنا اچھا ہو کہ جانان کے رُخ کو ایک مرتبہ پھر دیکھوں آرائش جاں کے لیے زندگی مل جائے، اور میں اپنی جان ترے قدموں پہ فدا کروں شاہ دیں نے اُس کی باتیں جب سنیں دل سے آہ حزیں نکلی۔ چہرے پہ آنسو یوں بہہ رہے تھے کہ آفتاب سے تاب چلی گئی ہو آنکھ کے چشمہ سے آب رواں ہوا اور آنسو بھری آنکھوں سے اُسے جواب دیا کہ دستِ خدائے جلیل سے پیئے گا چشمہ سلسبیل سے پانی۔ علیؑ تیرے روشن چہرے پر پیار کریں گے، زہراؑ تیرے جسم سے خدنگ نکالیں گی، اپنی پلکوں سے تیرا روشن جسم صاف کریں گی، یہاں تو دلھن کے پہلو سے جدا ہو رہا ہے جناں کی دلھن تیری خدمت کریں گی، اگر تو اپنی ماں کو چھوڑ رہا ہے، میری ماں تجھے

ممتا دیں گی، کردگار جلیل کے نزدیک کلیم اور خلیل پر تجھے فوقیت ہے نبی تجھے اپنی آغوش میں لیں گے، نبی کا دوش تیرا دوش ہوگا، مہر نبوت سے ممتاز ہیں تیرے جسم کے مفتخر زخم۔ شہزادہ نے جب شاہ کی گفتار سنی دل چاند جیسا روشن ہوگیا اپنی پیشانی کو خاک پہ رکھا، اور اُچھل کر زین پر سوار ہوگیا، کیسا شادمان وفرحاں سوئے پیکار گیا! دل خوشی سے بھرا ہوا۔ کام میں مگن، خروشاں خروشاں سوئے رزمگاہ چلا تو جنگ آوروں کے رنگ اُڑ گئے۔ کینہ وروں نے دشمنی کرنا شروع کی اور نفرت کی تلوار اُس پر کھینچ لی اور زمین کے کناروں کو آسمان سے ملا دیا، مچھلی دریا سے خشکی پر تڑپتی تھی، زمین جیسے اپنے مدار سے ہٹ گئی تھی، یمین ویسار سے اس طرح مورچہ بندی تھی کہ تلواروں کی چمک سے زمین ارغوانی ہوئی جاتی تھی شہزادے کے حملے سے لشکر کفار کی شکست نظر آرہی تھی لشکر کے سرداروں کے دل ذلت سے ڈوبے جارہے تھے، اور اس کے ہاتھ میں اعجاز پیغمبری تھا، کہ اس کا پنجہ گویا پنجۂ حیدری تھا، ابھی یہ کارزار جاری تھی کہ ایک ندا گونجی درگاہِ کردگار سے کہ میری راہ میں جہاد کرنے والے، جان دینے والے، دوست کی خاطر سر دینے والے، اور پسندیدہ ہے کہ دوست کے ہاتھوں سے کچھ لینا جو دوست کو پسند ہو وہی اس کو پسند ہو، دوستی کے رسم وراہ میں ایسا ہی ہوتا ہے، اور اُس دلدار کے کانوں میں یہ صدا پہنچی دل میں جوش وخروش اور زیادہ پیدا ہوگیا، (ملاقات کے لیے) اور شجاعت کے ہاتھوں کو جیب میں ڈال لیا اور اُس پہلوان نے رکاب سے پاؤں جدا کردیا، ہاتھوں سے عناں کو رہا کردیا، اپنے ہاتھوں سے بوجھل دل کے ساتھ سنان کو پھینک دیا اور تلوار کو غلاف کے اندر نہاں کردیا، رزم وجنگ کو فراموش کردیا، اپنی سواری پر بے قرار تھا دل سوگوار مگر روح شادمان کبھی فوج پہ نگاہ تھی اور کبھی شہؑ بے پناہؑ پر کبھی خیموں کی طرف نظر کی اور کبھی آسمان کی جانب دیکھا، ایسا تھا کہ فوج کی جانب اپنے اسوار کو نہ بڑھاتا تھا

اور نہ ہی ہمت تھی کہ شاہ کے پاس جائے خون بھری آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا کبھی خدا کی جانب اور کبھی خدائی کی طرف۔ خدا کی جانب اپنا رُخ کیا تو خدا نے بھی اپنا رُخ اُس کی جانب کیا، نگاہوں کے سامنے سے پردے ہٹ گئے تو کیا دیکھا!، خدا کا چہرہ نظر آیا۔ خیرالبشر نظر آئے۔ تعریف کرتے ہوئے ابوتراب کھڑے (استقبال میں) نظر آئے آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور ہاتھوں میں جام آب اور کہتے ہیں کہ تو نے میرا کام انجام دیا ہے، اور تھوڑی دیر بعد ہمارے ساتھ آبِ کوثر پینا۔ میری آنکھیں تیرے دیدار کے لیے روشن ہیں تو جلدی کر کہ یہ وقت ختم ہونے والا ہے، کس طرح بیان کروں کہ کیا دیکھا اور کیا سُنا؟ دل سے شیریں روح جا رہی تھی، اسی طرح ایک آہ کی اور اشک بھری آنکھوں سے مسلسل خیمہ گاہ کو دیکھتا رہا، جان و دل کا کچھ ہوش نہ رہا کہ لشکر کفار نے خروش دکھایا، عمر نے اپنے لشکر سے کہا کہ جلدی حملہ کر دو اور اپنے گھوڑے اس کی طرف بڑھاؤ، ادھر قاسمؑ کے ہاتھ اور جسم جیسے قدرتی طور پر کام کرنے سے رُک گئے، اور عدو شمشیر، گرز اور سنان لیے ہوئے بڑھے پورا لشکر اُس پر ٹوٹ پڑا، گرز تیغ اور سنان اُس پر تان لیں کمانوں سے اُس پر تیر چھوڑے گئے، تیغ گویا اللہ کو لگتی تھی، اور سنانیں کبریائی جسم کو چیر رہی تھیں نوکِ سناں جب اُس کے سر کو لگی میکائل سپر بن گئے، اور جب تیغِ کیں لگیں تو روح الامین نے اپنے کو پیٹ ڈالا۔

لشکر کا حضرت قاسمؑ پر حملہ کرنا

فرشتوں کے دل زخمی ہو گئے اور دامن خون سے بھر گیا، آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہوئے، اور شمشیرِ کہن نے جب اپنا کام دکھایا آسمان کا دل دھڑکنے سے رُک گیا، تیر اور سنانین اس کے جسم میں لگ رہی تھیں اور شادی غم میں بدل گئی، اس کا جسم گھوڑے پر جھولنے لگا تیروں سے بھرا ہوا جیسے زیور ہو کسی نے اس کے پہلو پہ خنجر سے

وار کیا، اس کا جسم سوفاروں کی پیکان سے کام کے قابل نہ رہا، سنان کی نوک سے دل بے قرار تھا، اس کے جسم میں پیکان ہی پیکان تھے اور نبی کے دل کو تڑپا رہے تھے، چہرے پہ خون سے نقش ونگار بن گئے تھے امام حسنؑ خون کو صاف کر رہے تھے، پشتِ زین سے وہ زمین پہ گر گیا گویا ایک آسمان زمین پہ گر پڑا آواز دی اور شاہ دین کی جانب دیکھا زخموں میں خاک بھری جاتی تھی، کہا کہ نخل امید بار آور ہو جائے گا آپ آخری دم تشریف لے آئیں۔

پشت زین سے قاسمؑ کا زمین پر گرنا

شاہ دین نے جب آواز قاسمؑ سنی روتے ہوئے قاسمؑ کی جانب دوڑنے لگے، گھوڑے پہ سوار ہوئے اور میدان کی طرف ذوالفقار لیے چلے، غضبناک ہوتے ہوئے، زمین پہ قہر خدا نمایاں ہونے لگا، زور آزمائی نظر آنے لگی مخلوق کو دستِ خدائی دکھایا۔

حضرت امام حسینؑ کا قاسمؑ کی لاش پہ آنا

فوجیں میدان چھوڑ کر بھاگنے لگیں، کسی میں ہمت نہ تھی سپاہی گردش بھول گئے، اور جب اُس کشتۂ جفا کو شاہ نے دیکھا آسمان کو دیکھا اور گریہ فرمایا، اس کے جسم کو اپنی آغوش میں لیا جسم کے سارے زخم نظر آئے، چاک چاک بدن پر اپنے دل کو چاک کیا، اپنے سر پہ خاکِ کربلا ڈالی، اور اپنا چہرہ اس ماہ رُو کے رُخ پہ رکھا اور اُس کے خون سے چہرہ رنگین کیا کردگار کی بارگاہ میں فریاد کی بھیگی ہوئی آنکھوں سے دولھا کو دیکھا دولھا نے آنکھیں کھولیں، خدا کے چہرے کو دیکھ کر دل کی کلی کھلی شاہؑ کے رُخ کو دیکھا تو نئی زندگی ملی خون سے بھری آنکھوں سے شہ کے چہرے کو دیکھا کیسے دیکھا ہائے کیسے دیکھا میں کیا بیان کروں۔

اور کہا کہ کتنا اچھا مرنا ہے آج اس کشتہ زار میں آپ میری بالیں پر آئے ہیں کتنی

اچھی ہے میری قسمت! میرے خون میں روانی پیدا ہوگئی۔ مجھے جس چیز کی آرزو تھی مجھے مل گئی بس اب میں اُس کی طرف لوٹ جاؤں اے میرے آقا میری ایک اور آرزو ہے کہ جسے آپ کے علاوہ کوئی اور پورا نہیں کرسکتا مجھے اس رزمگاہ سے جلدی لے چلیں۔ اس سے پہلے کہ خولی میرا سرتن سے اُتارے دلھن میرے خون بھرے چہرہ کا دیدار کر لے آنکھوں ہی آنکھوں میں الوداع کہہ لے اور میرے خون سے اپنے کو گلگوں کر لے اپنے دولھا کے ساتھ نئی رقم کرے تاریخ۔ میں اس کی زینت ہوں وہ میری زینت ہے میں اس کا چہرہ دیکھوں وہ میرا چہرہ دیکھے۔ آپ میرے بے جان جسم کو دلھن کے پاس پہنچا دیں اور اس بے جان جسم میں نئی زندگی آئے کہ میرا جسم اُس کی آرائش ہے۔ آغوش کا رشک محبوب کے پاس ہوتا ہے یہ کہتے کہتے جان آفرین کے سپرد جان کردی راز دان سے راز دل کہا اور مرگیا جانان کی آواز میں جان نہ رہی۔ جہاں کو رونے کے لیے چھوڑ گیا پوری خدائی قاسمؑ پر گریہ کناں تھی شاہ نے اپنا رُخ اس کے چہرے پر رکھا اور آسمان کی طرف نگاہ کی زبان بند تھی، دل بھتیجے کے راز سے آشنا زبان کے نیچے ایک آواز چھپی تھی۔ جہان آفرین کی آواز سنی مسلسل گریہ کی آواز آرہی تھی۔ کبریا کی درگاہ سے صدا آئی کہ اے حسینؑ صبر کر تیرے صبر پہ قربان۔ پردوں میں چھپا ہوا راز فاش ہوگیا راز آفرین نے سرور سے راز بتا دیا۔ پس سرور نے اس کشتہ شدہ کو خاک سے اُٹھایا غم کے مارے دست اندیشہ سے اُٹھایا۔

حرم کے خیمہ میں قاسمؑ کی لاش کا آنا

اور وہ کشتہ شدہ اپنے سے بے خود تھا۔ زین پر بیٹھے اور لاش کو آگے سے اُٹھایا گریبان دل کو چاک کرتے ہوئے اس کے پیکر کو فتراک بنائے ہوئے لاش کے ہر زخم سے فغان کی آواز آتی تھی کہ کیا غم اگر میرے جسم سے سر جدا ہوگیا۔

کتنا اچھا ہے وہ کہ تیرے فتراک کی زینت ہوگیا کتنا اچھا ہے وہ جسم کہ جو تیری خاک سے ہو، کتنا اچھا ہے وہ دل کہ جو تیری تیغ سے کاٹا جائے اور اب شاہ خیمہ کی جانب بڑھ رہے ہیں چار جانب سے آہ وفغاں کی آواز آرہی ہے۔ مگر کس منہ سے خیمے میں جائیں اُس پہ زمین وآسمان گریہ کررہے تھے اہلِ حرم کو خبر کیا ملی کہ ایک کہرام مچا سب خود ہی شاہ کی جانب بڑھنے لگے۔ اُس لاش کو لاکر رکھا شاہ نے خیمہ میں، ایک قیامت کا گریہ ہوا۔ گریہ کرتے ہوئے اس کے جسم سے جوشن کو اُتارا اور اہلِ حرم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ارے اس کو دیکھو یہ راہِ خدا میں مارا گیا ہے اہلِ حرم شاہ کی فریاد سنتے تھے اور روتے تھے خدا کے لیے اس کے پیارے پیارے رخسار دیکھو خدا کے لیے اس کے بال اور چہرہ پہ نظر کرو اپنے ہاتھوں سے منہ پیٹتے تھے بالا و پست کے خداوند کے حضور فغاں کی آواز لامکان تک جاتی تھی زمین وزماں کے فاصلے ختم ہوگئے تھے ہر نشیب وفراز شہزادۂ قاسمؑ پر گریہ کرتا تھا۔ ہر نقشِ ہستی گریہ وبکا میں مصروف تھا بار بار شاہ لاش کو دیکھتے اور روتے صبر کی عنان ہاتھ سے چھوٹی جاتی تھی۔ خواہر کی طرف روتے ہوئے آئے بھائی کی نشانی کی موت پہ بال بکھرائے ارے وہ مرگیا وہ میری جان تھا اللہ کے نزدیک پسندیدہ تھا جو اس پر روئے گا اور بال بکھرائے گا خیر البشر کے نزدیک شفاعت یافتہ ہوگا۔ بہن نے جب بھائی کا گریہ سنا شہزادہ قاسمؑ کی لاش پہ خروشاں دیکھا کہ ایک سرو قد ہے خسروانی قبا میں جس پہ ظلم وجور ہوا سر سے پاؤں تک ساری بیبیاں اسی کے ساتھ گریہ کرنے لگیں کہ آسمان کی گردش رکنے کے آثار ہوگئے کوئی لاش پہ بال بکھراتی تھی کوئی لاش پہ نوحہ کرتی تھی، کوئی اس کے منہ سے لپٹی جاتی تھی، کوئی اس کے قد وقامت کے صدقے ہوتی تھی کوئی اس کے پاؤں پہ اپنا سر ملتی تھی، کوئی اس کے چہرہ پہ پیار کرتی تھی کوئی اس کا خون صاف کرتی تھی۔ دلھن اپنے آپ کو خاک میں

چھپاتی تھی اس کے پاؤں پہ اپنا منہ رکھتی تھی۔ کبھی اُس کشتہ شدہ کو مخاطب کرتی تھی زمین و آسمان اس کی گریہ وزاری سے ہلتے تھے کبھی اس کے ہاتھوں کو اپنی آغوش میں لیتی کبھی اس کے جسم کے زخم کو دیکھتی کبھی پیکان کو اس کے جسم سے کھینچتی کبھی اس کا خون اپنے چہرہ پہ ملتی کبھی ڈھاڑیں مار مار کر روتی، کبھی اس کا خون بھرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتی کبھی اس کے غم میں اپنے منہ کو پیٹنے لگتی۔ کبھی اس کا خون بالوں میں لگاتی، کبھی اپنے چہرے پہ ملتی، کبھی روتی کبھی پیٹتی اور کبھی کہتی جب تو نے فوج کو شکست دے دی تھی، تو لوٹ کر خیمہ میں (زندہ) کیوں نہیں آیا کس نے تیرے سر کو زخمی کیا کس کی تیغ کارگر ثابت ہوئی، کس نے تجھ کو سنان ماری، تیرے کاندھوں پہ تیر کس نے مارے خنجر کہن سے تجھے کس نے ہلاک کیا یہ کہتی جاتی اور روتی جاتی، ایک ایک زخم پہ آنسو بہاتی، خون کے آنسو اس کے چہرے سے گرتے تھے اور یہی آنسو دولھا کے زخم کی دوا تھے، نالہ وفریاد کرتے کرتے بے ہوش ہوگئی کان میں دولھا کی آواز آئی کہ آسمان کے برابر بھی پیکان ہوتے تو میرا جسم اس کا خریدار ہوتا۔

اس جان کی بدلے دشمن کے تیر خریدنا بہتر ہے، اپنے جسم سے چاہنے والوں کے ہاتھوں کا پیکان کا کھینچنا مجھے پسند ہے۔ اور جب دلھن کے کانوں میں قاسمؑ کی آواز آئی دل میں ایک خروش اُٹھا اور ساتھ ہی ایک سکوت بھی، اُس کا خون اپنے چہرے اور بالوں پر ملتی جاتی پھر اپنے والد (حسینؑ) کی طرف روتے ہوئے رخ کیا اور کہا اے دو جہاں کے فریادرس اس بیکس پر اپنا لطف فرمایئے یعنی مجھے وہ راز بتایئے، باپ نے بیٹی کی زبانی راز کا ذکر سنا دوڑ کر بیٹی کو گلے سے لگالیا، اس کے دکھ بھرے چہرے کا دیدار کیا اور اُس حزینہ سے پُر حزیں گفتگو کی اے بیٹی تو عرش بریں کی زینت ہے، تیرے غم میں فردوس ماتم گذار و سوگوار ہے تجھ پر کسی کو فوقیت نہیں ہے تو نے وہ کام کیا ہے جہاں

آفرین تیرا معترف ہے اور غمگسار ہے چہرے پہ خون کے آنسو بہے جاتے تھے اور بیٹی کو تسلی دیتے جاتے تھے اے میری بیٹی اب ایسے ماتم کی بنیاد پڑنے والی ہے جو روز بروز بڑھتا جائے گا، بیٹی ابھی تُو دیکھے گی میرا سر نوکِ سنان پر، تیرا دولھا تو میدان میں مارا گیا ہے، اور میں اس کی لاش یہاں لے آیا ہوں، کسی نے اُس کی لاش کی بے حرمتی نہیں کی اور کسی خونی نے اس کا سر جدا نہیں کیا، اُس کی لاش پر تو سب گریہ کناں ہیں اور تو بھی رو رہی ہے میری لاش پر تو کوئی گریہ بھی نہ کرے گا، اور جب خونی میرے جسم سے سر جدا کرے گا، کوئی نہ ہوگا اس وقت جو میرے بقیہ جسم کو آغوش میں لے نہ بہن ہوگی اور نہ بیٹی، میری لاش کو وہیں چھوڑ دیں گے۔ میری بیٹی اس کشتہ کے لیے تو اتنا غم مت کر کہ میرے جیسا بھی اس کے غم میں غمگسار ہے، دیکھو اس کے بال خون سے خضاب ہوئے ہیں اور اس کی ماں نے اس کے بالوں کو کیسا بل دے کر سجایا ہے، تو نوحہ گر ہے اس کی ماں نوحہ گر ہے، میں نوحہ گر ہوں۔ مگر ہائے افسوس کوئی نہ ہوگا جو مجھ پر نوحہ گر ہو۔ مگر آج سے قیامت کے دن تک، دنیا کی آنکھ میرے لیے اشک ریز ہوگی زمین اور آسمان تک، میرے سارے دلبند مجھ سے دور ہونگے، اور یہ ستمگر اس دشت ہولناک میں میری لاش پر گھوڑے دوڑا دیں گے اور میرا جسم چاک چاک ہو جائے گا، میرے سر پہ شمر کی تیغ بھی روئے گی، خونی کا خنجر بھی مجھ گریہ کناں ہوگا، تو میرے جسم کا کوئی پتہ نہ پائے گی، البتہ میرا سر کبھی نوکِ سنان پر نوک نیزہ پہ دیکھے گی، کوئی مجھ پہ رونے والا نہ ہوگا۔ گھوڑوں کی سُم بھی مجھ پہ غمگسار ہوگی، کوئی نہ ہوگا سوائے تیغ کے جو میری غمخوار ہوگی میری ساتھی میری سناں ہوگی جو میرا ساتھ دے گی کوئی ایسا نہ ہوگا جو پوچھے کہ ایسا کیوں کیا گیا بیٹی تو اپنے مرنے والے پر اطمینان رکھ، اپنے دل کو اندیشہ سے پاک رکھ، یہ دیکھو میں اس کی لاش سے خاک صاف کر رہا ہوں خولی اب نہیں آئے گا اس پر تلوار تانے ہوئے،

چھوٹے بڑے سب مجھ پر گریہ کریں گے، خستہ دل کے ساتھ شاہ نے یہ راز بیان کیا، کچھ دیر تک ایک بے ہوشی کا ماحول رہا، شاہ کی گفتار سے جہاں میں ایک فغاں بپا ہوا، زمین و آسمان سے ایک شور بلند ہوا، اہلِ حرم کے خیموں سے ایک گریہ جاری ہوا جس کی آواز فلک تک جاتی تھی، میں کیا کہوں کہ اب میرے دل کو تاب نہیں ہے، اس باب میں اب کیسے تحریر کروں، خامہ حشر تک خون روتا رہے گا۔ بیان روتا ہے اور قلم کے آنسو رواں ہیں۔ (''حملۂ حیدری'' فارسی سے ترجمہ)

باب ۔۔۔۔۔ ٦

عقدِ شہزادۂ قاسمؑ

دلائل و براہین

علّامہ سیّد جعفر الزّماں نقوی البخاری لکھتے ہیں:۔

اس دور میں اس مسئلۂ عروسی پر بہت لے دے ہو رہی ہے، اس میں زیادہ تر وہ لوگ سرگرم ہیں جنہوں نے تحقیق کی بجائے اسے انا کا مسئلہ بنایا ہوا ہے، ہمارا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی ان کا ذکر کرنا مناسب ہے، بلکہ ہم تو ان اہل علم کو دعوتِ فکر دینا چاہیں گے جو سفر تحقیق میں مصروف ہیں اور جویندۂ منزل احقاق ہیں۔

میری مجالس کی کتب میں شہزادہ قاسمؑ کے عقد کے بارے میں چند احباب نے پڑھا تو انہوں نے یہ سوال کیا کہ اس روایت کو آپ نے قبول کیا ہے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟ .....کیونکہ اس روایت پر ہمارے پاکستان کے چند لوگوں کو اعتراض ہے، وہ اسے درست تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہیں، اس لیے آپ اس کے بارے میں قدرے تفصیل سے بات کریں۔

دوستو! اصول یہ ہے کہ کسی بھی روایت کو اگر عالمانہ انداز میں زیرِ بحث لایا جاتا ہے اور اس کی توثیق و تضعیف کی جاتی ہے تو اسے کچھ پیمانوں پر پرکھا جاتا ہے۔ اس لیے یہاں میں ان پیمانوں کا ذکر کر کے اپنی بات کو شروع کروں گا۔

دوستو ہر روایت کی عموماً حیثیات خمسہ (پانچ حالتوں) میں سے ایک حالت ضرور ہوتی ہے، دیکھئے۔

(۱) حیثیت نافیہ: یعنی کسی روایت کی ہر کتاب میں نفی موجود ہو اور کسی کتاب میں اثبات موجود ہی نہ ہو۔

(۲) بعض کتابوں میں اس کی نفی موجود ہو اور بعض میں ذکر تک نہ ہو۔

(۳) حیثیت مخلوطہ: یعنی اس روایت کی بعض کتب میں توثیق موجود ہو اور بعض میں تضعیف .... یعنی کچھ کتابیں اسے درست مان رہی ہوں اور بعض غلط بتا رہی ہوں اور بعض میں اس کا ذکر موجود نہ ہو۔

(۴) حیثیت اثباتیہ: یعنی اس کا اثبات ہی اثبات ہو نفی کسی بھی کتاب میں نہ ہو اور بعض کتابوں میں ان کا ذکر نہ ہو۔

(۵) حیثیت غیر متذکرہ: یعنی کسی بھی کتاب میں اس کا ذکر موجود نہ ہو۔ اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت عموماً نہیں ہوتی۔ اب ہم ان حوالوں سے اس وایت کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس روایت کی متقدمین میں سے کسی نے نفی نہیں کی ہے، ہاں متاخرین نے ایسا کیا ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھ رہے ہیں کہ مقتل وروضہ کی جدید و قدیم لاتعداد کتابوں میں اس کا اثبات موجود ہے۔ لاکھوں مقامات پر ایامِ عزا میں اس عقد کی یاد میں شبیہات بنائی جاتی ہیں، لاکھوں کروڑوں نثر نگاروں اور شاعروں نے اس پر خامہ فرسائی کی ہے، پوری دنیا میں حجلۂ عروسی کی شبیہ بنائی جاتی ہے، ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، افغانستان بلکہ جہاں جہاں بھی شیعہ قوم آباد ہے وہاں شہزادہ قاسمؑ سے منسوب شبیہ سیج، مہندی یا اس طرح کی کوئی دوسری شبیہ بنائی جاتی ہے۔

اب جہاں صورتِ حال یہ ہو کہ نفی میں مواد موجود ہی نہ ہو اور اثبات میں لاتعداد روایات موجود ہوں تو پھر اسے درست ماننے میں کوئی امر مانع نہیں رہتا۔

اعتراض: بعض احباب نے یہ بات کہی ہے کہ بعض متقدمین مثلاً شیخ مفید علیہ رحمہ اور شیخ صدوق علیہ رحمہ جیسے کچھ اور اساتذہ نے اس کا ذکر نہیں کیا، اور بعد والوں نے اسے نقل کیا ہے تو جناب شیخ فخر الدین طریحی کے حوالے سے کیا ہے اور اس کا اصل ماخذ ان کے سوا کوئی نہیں ہے، اس لیے اسے درست نہیں مانا جاسکتا اور یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

دوستو! پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی بڑے عالم کا کسی روایت کو نہ لکھنا اس کی تضعیف کے لیے کافی نہیں ہوتا، یا کسی عالم کا کسی روایت کو اپنی کتاب میں نقل نہ کرنا اس کی طرف سے اس روایت کو غلط ماننا تصور نہیں کیا جاسکتا۔

کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض روایات میں جنہیں جناب شیخ صدوق علیہ الرحمہ نے نقل کیا ہے مگر اسے شیخ مفید علیہ الرحمہ نے نقل نہیں کیا اور اسی طرح ان دونوں نے کسی روایت کو نقل کیا ہے اور اسی کو جناب سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے نقل نہیں کیا، تو کیا اس سے ہم یہ استدلال کرسکتے ہیں کہ جس نے وہ روایت نقل نہیں کی ہے وہ اس روایت کو غلط مانتے تھے۔ کیا ہم ان کی رائے کو منفی میں شمار کرسکتے ہیں؟۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں تو ہزاروں روایات اس مفروضہ کی بھینٹ چڑھ جائیں گی اور دین کا ایک بہت بڑا مواد ساقط الاعتبار ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کسی عالم کا کسی روایت کو نقل نہ کرنا اس کی طرف سے اس کی نفی تصور نہیں ہوتا ہے، اسی طرح جس روایت کو کوئی عالم نقل کرتا ہے تو اس کے نقل کرنے کو اس کی تائید مانا جاتا ہے کیونکہ اگر انہیں اس روایت پر اعتماد نہ ہوتا یا

اسے درست نہ مانتے تو وہ اس کو بیان کرتے ہوئے کسی نہ کسی پہلو سے اس کی تردید ضرور کرتے۔ اس کلیہ کے تحت ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جن جن فاضل علمائے اعلام نے اس روایت کو نقل کیا ہے وہ اسے درست تصور کرتے تھے اور ان کی رائے اس روایت کے اثبات میں مانی جائے گی، اس طرح ہزاروں علمائے اعلام کا اس روایت پر اعتماد ثابت ہوتا ہے، تو پھر اسے درست ماننے میں کیا امر مانع ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اس روایت کو سب نے صرف صاحب مجمع البحرین شیخ فخر الدین طریحی کے حوالے سے لکھا ہے کسی اور کتاب سے نہیں لکھا، وہ اس روایت کے بیان کرنے میں واحد ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مفروضہ ناقص ہے، کیونکہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر روایت پہلی مرتبہ جو فاضل عالم نقل کرتا ہے بعد میں اس روایت پر اعتماد کرنے والے اسی کتاب کے حوالے سے نقل در نقل کرتے چلے جاتے ہیں، جیسا کہ جناب علی بن محمد سمری کے نام جو شہنشاہ زمانہ کی توقیع مبارک ہے، اسے بعد کے سارے علما کرام نے شیخ طوسی علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل کیا ہے اور اس کا آخری مآخذ وہی ہیں، تو کیا ہم اسے بھی رد کر دیں؟ کہ اس کا مآخذ ایک ہی کتاب ہے، اور وہ اس روایت میں واحد ہیں۔

دوستو یہ حقیقت ہے کہ ہر روایت جو نقل ہوتی ہے پہلے تو اسے کوئی ایک ہی شخص لکھتا ہے مگر ہماری زیر بحث روایت تو کچھ اور لوگوں نے بھی اپنے حوالے سے لکھی ہے۔

اعتراض:

اس روایت پر اعتراض کرنے والوں نے صرف یہی لفظ یاد کر رکھا ہے کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں نہیں ہے، یعنی جناب شیخ مفید و جناب شیخ صدوق نے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

اب ہمیں بھی یہ حق ہے کہ ہم ان معترضین سے پوچھ سکیں کہ جن کتابوں کو وہ معتبر کہہ رہے ہیں کیا ان کی ساری روایات سو فیصد درست ہیں؟ کیا وہ انہیں سو فیصد درست مانتے ہیں؟

اس بات سے ہر عالم و صاحب مطالعہ آشنا ہے کہ متقدمین لوگوں نے جو کتب لکھی ہیں وہ تجمیعاً لکھی ہیں، تحقیقاً نہیں لکھیں، انہوں نے ہم پر یہ احسان کیا ہے کہ روایات کو جمع کیا ہے اور تحقیق کو آنے والی نسلوں کے لیے چھوڑا ہے، اس لیے ان کی کتابوں میں آج ہم بہت سا ایسا مواد بھی دیکھتے ہیں جو تحقیق کی کسوٹی پر ساقط الاعتبار قرار پا چکا ہے، لیکن ان روایات کو جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں بلا تضعیف دوبارہ نقل کیا ہے گویا انہوں نے ان کی تائید کی ہے اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان روایاتِ ناقصہ کو دوبارہ کسی نے نقل نہیں کیا اور وہ اپنے مآخذ اول ہی میں دفن رہی ہیں اور بعد والوں نے اسے نقل کیا ہے تو ساتھ ہی تضعیف کی نشان دہی بھی کی ہے۔

جیسا کہ جناب حسن مثنیٰ کے بارے میں ہے کہ امام مظلوم نے انہیں فرمایا کہ ہماری دختران میں سے ایک دختر کو عقد کے لیے منتخب فرمائیں، ایک تو ان کی زوجہ گرامی فاطمہ کا نام لکھا ہے اور دوسرا نام جناب معصومہ سکینہؑ کا لکھا گیا ہے، کہ فرمایا ان دونوں میں سے جس کے ساتھ چاہو عقد کر لو اور وہ شرم سے خاموش رہے، پھر آپ نے ان کا عقد بڑی شہزادی سے فرمایا یہ واقعہ کچھ معتبر کتابوں میں لکھا ہوا ہے آپ ان معتبر کتابوں کے نام بھی دیکھ لیں انساب الاشراف ۱/ ۲۲۶..... تاریخ دمشق از ابن عساکر ۱/ ۶۶..... تہذیب التہذیب ۲/ ۲۶۳ تہذیب المقال فی تشیع ۲/ ۳۰۹۔ کتاب رجال نجاشی ۲/ ۳۰۴..... کشف الغمہ ۲/ ۲۹۹..... الارشاد مفید ۱۹۶

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ معصومہ سکینہؑ کی دنیا میں آمد جناب حسن مثنیٰ کے عقد کے بعد

ہوئی تھی اور کربلا میں جناب حسن مثنیٰ کے جو فرزند شہید ہوئے تھے معصومہ سکینہؑ سے وہ ایک سال چھوٹے تھے اسی طرح علامہ مجلسی کی کتاب تذکرۃ الآئمہ میں شہزادہ قاسمؑ کی عمر نو سال لکھی ہوئی ہے حالانکہ واقعۂ کربلا جب رونما ہوا تو اس وقت ان کے بابا پاک کی شہادت کو گیارہ سال بیت چکے تھے، ایسی لاتعداد روایات میں معتبر کتابوں میں سے دکھا سکتا ہوں جو ساقط الاعتبار ہیں اور حقیقت سے بعید ہیں.....اب اس پر خود غور کریں کہ جب معتبر کتابوں میں منقولہ مواد بھی سارا درست نہیں ہے تو پھر ان کا کسی روایت کو نہ لکھنا کسی روایت کی تضعیف کیسے ثابت کرسکتا ہے؟ جبکہ ان کا وہ منقولہ مواد بھی کسی واقعہ کی توثیق کا ضامن نہیں ہے۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ کچھ خاص لوگوں کا ان کتابوں کے بارے میں ڈبل اسٹینڈرڈ ہے یعنی ان میں سے جو چاہیں درست کہہ دیں اور چاہیں رد کردیں، یعنی من پسند اور اپنے مخصوص عقائد کی تائید میں جو مواد ملے اسے بلا تحقیق و بلا نقد و تبصرہ درست کہہ دیا جاتا ہے کہ دیکھو یہ فلاں معتبر کتاب میں موجود ہے اور اپنے مخصوص عقائد کے خلاف جو مواد انہی کتابوں میں موجود ہو اسے عقلی دلیلوں سے رد کردیا جاتا ہے، بلکہ فرمانِ معصوم کو بھی رد کردیا جاتا ہے اپنے عقائد یا مقاصد کے خلاف جو فرامین معصومین ہوں انہیں رد کرتے وقت نہ کتاب کے معتبر پن (اعتبار) کا خیال رکھا جاتا ہے، نہ رواتِ حدیث کا، اور نہ ہی اس کتاب کے فاضل مؤلف و مصنف کا احترام مانع ہوتا ہے اس طرح ایک ہی کتاب دن میں دس مرتبہ معتبر بنتی ہے اور پچاس مرتبہ ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔

عالمانہ رویہ:

دوستو کسی بھی چیز کے بارے میں عالمانہ رویہ یہ ہوتا ہے کہ کسی پر اپنی رائے کو مسلط نہ کیا جائے کیونکہ یہ علمی جارحیت ہے اور علمی جارحیت جہالت ہوتی ہے۔

عالمانہ رویہ یہ ہے کہ جو لوگ سیج پاک (مہندی) برآمد کرتے ہیں انہیں جبراً نہ روکا جائے کیونکہ جب ان سیج (مہندی) برآمد کرنے والوں کو جبراً روکا جائے گا تو سیج (مہندی) برآمد کرنے والوں کو بھی جبر کا حق حاصل ہو جائے گا اور وہ بھی مخالفین سے جبراً سیج (مہندی) برآمد کروانے پر اُتر آئیں گے، اس طرح سوائے فساد فی الارض کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اور عقل کی بجائے جذبات سے کام لیا جائے گا تو دونوں طرف سے نقصان ایک ہی قوم کا ہوگا جیسا کہ اس دور میں غیر عالمانہ رویہ اختیار کیا جارہا ہے اور سیج پاک (مہندی) کو جبراً رکوایا جارہا ہے، جبراً سیج پاک (مہندی) برآمد نہ کروانے کی کوشش کی جارہی ہے، اسی طرح یہ جبری سلسلہ جاری رہا تو اس کے ردعمل کو کون روک سکتا ہے؟

سیج پاک (مہندی) ویسے بھی شیعہ کے شعائر میں بہ منزلت معروف ہے، قدیم تصویر خوانوں کی تصویروں میں، شبیہ خوانوں کی شبیہوں میں، قدیم روضہ خانوں کی کتب روضہ میں واقعۂ عروسی کا ذکر بھی موجود ہے اور سیج پاک کی شبیہ بھی موجود ہے، کچھ عرفا کو بذریعہ کشف بھی اس کی تائید و تاکید ہوئی ہے تو پھر اس پر اعتراض کیسا؟

یہ بھی ہے کہ علما اور عوام کو امر بالمعروف کا حکم ہے، اس لیے اس کی مخالفت کرنا نہی عن المعروف کے برابر ہے، اس لیے اس کے خلاف کچھ کہنا مناسب ہی نہیں ہے ورنہ کفارہ تو انہیں مخالفین ہی کو بھگتنا پڑے گا۔

جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے کہ اس روایت کو سینکڑوں کتب نے نقل کیا ہے اور متقدمین میں سے کسی نے اس کی نفی نہیں کی اور متاخرین نے نفی کے لیے کوئی علمی کلیہ استعمال نہیں کیا بلکہ صرف کیوں اور کیسے ہی تک بات کی ہے اور اپنے جذبات پر قیاس کیا

ہے نہ کہ کوئی علمی طریقہ استعمال کیا ہے۔اس کی نفی میں کوئی روایت موجود ہی نہیں ہے۔

مرحلہ ثانی:

دوستو جب کسی روایت کی چھان بین ہوتی ہے تو اسے کچھ مراحل سے گزارنے کے بعد اس کی توثیق یا تضعیف دلائل کے ساتھ ہوتی ہے یعنی اسے درست یا نادرست مانا جاتا ہے، جس میں سے سب سے اوّل اس کے حیثیات خمسہ دیکھی جاتی ہیں، اس کے بعد اسے کچھ حوالوں سے دیکھا جاتا ہے مثلاً

(۱) کیا یہ روایت علاقائی روایات وقوانین سے متصادم تو نہیں؟

(۲) کیا اس روایت میں اخلاقیاتی حوالے سے کوئی قباحت تو موجود نہیں ہے؟

(۳) کیا یہ روایت شرعی ومذہبی مسلّمات کے منافی تو نہیں ہے؟

(۴) کیا یہ روایت مراتب ومناصب واسٹیٹس اور شان کے خلاف تو نہیں ہے؟

(۵) کیا روایت خلافِ معروف عام تو نہیں ہے۔

دوستو اب ہم اس حوالہ پہ بھی بات کرتے چلیں۔

علاقائی روایتی حوالہ:

پھر یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ منقولہ روایت جس علاقے سے تعلق رکھتی ہے اس علاقے کی روایات سے تو متصادم نہیں ہے؟ کیونکہ روایت کو اس کے علاقائی حوالے سے دیکھنا ہوتا ہے نہ کہ اپنے علاقے کی روایات کی کسوٹی پر پرکھا جاتا ہے جیسا کہ ہم صوبہ سرحد کے پٹھان قبائل میں دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی کسی کو قتل کردے اور قاتل ومقتول کے قبائل کے مابین فوری جنگ کا خطرہ پیدا ہو جائے تو کوئی بڑا سردار جو غیر جانب دار ہو وہ آ کر ان قبائل کو بلاتا ہے اور ان کے سامنے ان کے درمیان میں ایک پتھر اُٹھا کر

رکھ دیتا ہے، جو اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ اس کا فیصلہ امن سے ہونا ہے، تم کو لڑنا نہیں ہے اور وہ نہیں لڑتے، اور اگر قاتل کا قبیلہ معافی کا خواہش مند ہو تو وہ برادری کے چار آٹھ بزرگ لے کر جاتا ہے اور مخالفین کے دروازے پر جا کر ایک دنبہ ذبح کر دیتا ہے اور خود باہر کھڑے ہو جاتا ہے، جب اہل خانہ کو پتہ چلتا ہے کہ ان کے دروازہ پر دنبہ ذبح ہو چکا ہے تو مقتول کا وارث پھر اپنی طرف سے ایک دنبہ ذبح کر کے اسے تیار کرواتا ہے اور آنے والوں کے لیے بیٹھنے اور کھانے کا انتظام کرتا ہے، اس کے بعد انھیں کھانا کھلایا جاتا ہے، پھر ان سے آنے کی وجہ پوچھی جاتی ہے، جبکہ وہ جانتا ہے کہ کیوں آئے ہیں مگر وہ دستور کے مطابق پوچھتا ہے اور آنے والے بزرگ سردار یا ملک صاحبان قاتلین کا مدعا پیش کرتے ہیں، اس پر اس قتل کی دیت مقرر ہوتی ہے جو مقتول کا وارث مقرر کرتا ہے، جب اس کی مطلوبہ رقم اس کے حوالے کی جاتی ہے تو وہ اس میں سے دو دو چار ہزار ان قبائل کے سرداروں کو دستار (پگڑی) کے طور پر واپس کرتا ہے اور پھر ان کی دعائے خیر یعنی صلح ہو جاتی ہے۔

اب جب ہم اس روایت پہ بات کریں گے تو اسے انڈیا یا یورپ یا عرب کے تناظر میں نہیں دیکھیں گے، بلکہ اسے صوبہ سرحد کے تناظر میں دیکھیں گے اور پھر اس کی توثیق یا تضعیف کریں گے۔

اسی طرح واقعۂ عقد کو جب ہم زیرِ بحث لائیں گے تو اسے عرب روایات کے تناظر ہی میں دیکھیں گے نہ کہ پاکستان کے تناظر میں..... اگر آپ عرب روایات کو دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ عین جنگ کے موقعہ پر دولھا بنانا ان کی قبائلی روایت بھی تھی..... جو لوگ روایات عرب پر مبنی کتب اور کمپیوٹر مواد دیکھ چکے ہیں، جو لوگ ٹریڈیشنل انتھروپالوجی (روایتی بشریات) اور سوشل اتھنالوجی (عمرانی نسلیات) کی اسٹڈی کر چکے ہیں اور

عریبک ٹریڈیشنز کا مطالعہ کر چکے ہیں وہ ایسا کوئی اعتراض دماغ میں نہیں پال سکتے، کیونکہ عرب روایات میں تو ایسے موقعوں پر خصوصی طور پر دولھا بنایا جاتا تھا، کیونکہ عرب معاشرہ کی یہ ایک روایت تھی کہ دولھا صلح کی علامت اور آخری کوشش ہوتا تھا، یعنی جب دو قبائل میں دشمنی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتی یا ناقابل صلح ہو جاتی تھی اور ایک قبیلہ لڑتے لڑتے انتہائی کمزور ہو جاتا تھا تو دوسرا قبیلہ اس پر فیصلہ کن حملہ کرتا تھا۔ اس نازک موقعہ پر کمزور قبیلہ صلح کو اپنی بقا کے لیے لازم سمجھتا تھا، تو وہاں وہ صلح کے دو راستے اختیار کرتا تھا، اس کا پہلا راستہ یہ ہوتا تھا کہ وہ عین حملہ یا گھیراؤ کے وقت اپنی کسی عورت کو میدان میں یا مخالفین کے ہاں بھیج دیتا اور وہ جا کر کہتی تھی کہ میں ان کی عزت تمہارے پاس چل کر آئی ہوں اور آپ سے صلح کی بھیک مانگتی ہوں۔

مخالف کے اس عمل سے غالب دشمن فوراً صلح کر لیتا تھا، بلکہ اس عورت کی بہت عزت افزائی کی جاتی تھی، اس کو برقعے اور کچھ تحائف دیئے جاتے تھے، اور اس قبیلے کا سردار اس کے سر پر چادر ڈال کر اسے بہن کا درجہ بھی دیتا تھا، اگر مخالفین کی ایک عورت کے بجائے عورتوں کا کوئی وفد آتا تھا تو اس وفد کی ساری عورتوں کو اسی طرح نوازا جاتا تھا اور انہیں چادریں دے کر بہنوں کا درجہ دیا جاتا تھا، ہاں اگر کوئی غیور اس بات پر راضی نہ ہوتا کہ وہ اپنی عورتوں کو دشمن کے پاس بھیجے تو وہ اپنے کسی نوجوان کی شادی کا اہتمام کر کے اسے دولھا بنا کر میدان میں یا دشمن کے پاس بھیج دیتا تھا، اور وہ دولھا ان سے جا کر معافی اور صلح کی بات کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میں ان کا دولھا تمہارے پاس چل کر آیا ہوں، ان کی بیٹی کا سہاگ تمہارے پاس چل کر آیا ہوں، اور گذارش کرتا ہوں کہ آپ ہماری خوشی کو غم میں نہ بدلیں، ہاں اگر مارنا ہے تو مجھے مار کر سردار کی بیٹی کو بیوہ کر کے اپنی دشمنی کی حسرت پوری کر لیں، مگر باقی قبیلہ والوں کو کچھ نہ کہیں اور ان سے صلح کر

لیں۔ کیونکہ قدیم عرب قبائل روائت پرست تھے اور عار اور شرمندگی کی بدنامی سے بہت ڈرتے تھے اور ان کے ہاں یہ روایت بھی تھی کہ بیٹی چاہے دشمن کی ہے وہ قبیلے کی اپنی بیٹی ہے، اور وہ کہتے تھے کہ بہو بیٹیاں مشترکہ ہوتی ہیں چاہے جس قوم یا قبیلہ کی بھی ہوں، اس لیے وہ صلح کی پیشکش کرنے والے سردار کی بیٹی کو بیوہ کرنا پسند نہیں کرتے تھے، کیونکہ اس طرح پورے قبائل میں ان کی ناک کٹ جاتی تھی ایسے موقعہ پر دولھا کی گذارش پر مخالف قبیلہ کو معاف کردیا جاتا تھا، اور بعض وسیع الظرف لوگ تو اس کی شادی کے اخراجات تک خود ادا کرتے تھے۔

آج بھی یہ رسم و رواج و روایت ان قبائل میں کسی نہ کسی رنگ میں موجود ہے کہ جو پاکستان میں عرب سے آئے ہیں، جیسا کہ بلوچستان کے بلوچ قبائل میں آج بھی یہ رسم موجود ہے کہ جب برادری کا کوئی بھائی روٹھا ہوا ہو اور کسی طرح بھی راضی نہ ہو رہا ہو اور وہ شادی غمی میں شریک نہ ہو رہا ہو۔ تو اس وقت سہرہ باندھ کر دولھا کو اس کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور وہ فوراً اس کے ساتھ شادی میں آجاتا ہے کہ اب تو دولھا چل کر آگیا ہے اس کو خالی لوٹانا اس کی اپنی توہین شمار ہوتی ہے میں نے عریبک ٹریڈیشن کے حوالے سے ایک مرتبہ یہ بات اپنے محترم بزرگ مبلغ اعظم الثانی جناب علامہ قاضی سعید الرحمٰن صاحب سے کی، تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات تاریخ العرب میں اب بھی موجود ہے اس کے بعد انہوں نے اسی تفصیل کے ساتھ تاریخ عرب سے اس روایت کو بیان کیا تھا۔ مجھے اس کتاب کے مصنف کا نام یاد نہیں رہا کیوں کہ بہت پہلے ان سے بات ہوئی تھی، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ عرب میں دولھا صلح کی آخری کوشش کا نام تھا۔

اب اس حقیقت کو بھی دیکھ لیں کہ امام مظلوم نے امت ملعونہ پر اتمام حجت کے لیے وہاں اپنی پاک دختر کا عقد فرمایا اور دولھا کو میدان میں صلح کا نمائندہ یا پیام بر بنا کر

روانہ فرمایا، وہاں یہ شادی کوئی عام شادی نہیں تھی بلکہ صلح کی ایک تقریب تھی، جناب شہزادہ قاسمؑ کو اتمامِ حجت کے لیے دولھا بنایا گیا تھا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ امام حسنؑ کو بھی معلوم تھا کہ واقعۂ کربلا ہونا ہے اور اس میں اتمامِ حجت کرنا بھی لازم ہوگا، تاکہ کل روز قیامت کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ امام مظلوم نے روایات عرب کے مطابق صلح کی پیشکش نہیں کی تھی، اس لیے امام حسنؑ نے آخری وقت یہی وصیت فرمائی تھی کہ کربلا میں میرے اس بیٹے کو دولھا بنایا جائے جو میرے سرہانے بیٹھا ہے اور اس وقت شہزادہ قاسمؑ کی عمر مبارک تین یا چار سال کی تھی اور انہیں اس واقعہ کا انجام بھی معلوم تھا، اس لیے انہوں نے اس کام کے لیے اپنے بیٹے کو منتخب فرمایا کہ ہم بھی بنی امیہ کی طرف سے کی جانے والی صلح کی پیشکش مان چکے ہیں، اب ان کی باری ہے، وہ بھی ہماری صلح کی پیشکش کو دو حوالوں سے دیکھیں گے کہ ایک تو ہمارے احسان کے حوالے سے، دوسرا روایاتِ عرب کے حوالے سے، اس طرح ایک تو اتمامِ حجت کا عمل کامل ہو جائے گا اور امن کا شہزادہ صلح کا پیغمبر شہید ہوگا تو ساری دنیا آلِ امیہ پر اس حوالہ سے لعنت کرے گی یہ بات سارا عرب اور امت ملعونہ بھی جانتی تھی کہ بنی ہاشم کے دو سردار ہیں، ایک امام حسنؑ اور دوسرے امام حسینؑ اور اس لیے سردار موجود کی پاک دختر کو دلھن بنایا گیا اور بڑے سردار یعنی امیر کائنات کی دستار کے وارث کے بیٹے کو دولھا بنایا گیا، اور اس میں یتیمی کو بھی اتمامِ حجت کا اہم جزو بنایا گیا۔

اخلاقیاتی حوالہ:

دوستو! اگر ہم اخلاقی حوالے سے دیکھیں تو اس روایت میں کوئی غیر اخلاقیت نہیں پائی جاتی، ہاں جن لوگوں نے بات کی ہے تو انہوں نے شہزادہ پاک کے سن مبارک کے حوالے سے کی ہے، اور ان فاضل مہربانوں نے فرمایا ہے کہ شہزادہ قاسمؑ کمسن بچے

تھے اور کسی کمسن بچے کی شادی کرنا کسی بھی امام کی شان کے منافی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے علامہ مجلسی کے **لم یبلغ الحلم** کے جملے سے یہ سب کچھ اخذ کیا ہے کہ وہ کمسن تھے، جبکہ عربی میں حلم دس سال سے زیادہ اور پندرہ سال سے کم عمر کے نوجوان کو کہا جاتا ہے، جیسا کہ صاحب ریاض القدس نے اس پر بحث بھی کی ہے اور ہماری تحقیق یہ ہے کہ بوقت شہادت شہزادہ قاسمؑ کی عمر ۱۴ سال ۵ ماہ سے بھی زیادہ تھی، اور عرب کے گرم موسم میں اس عمر کا لڑکا بالغ ہو جاتا تھا، اس لئے عرب میں اِن سے بھی کم عمر کے بچوں کی شادی کرنا عام تھا۔

فقہ اور تاریخ دونوں سے ہمارے مؤقف کی تائید ہوتی ہے کیونکہ فقہ کہتی ہے کہ لڑکی نو سال کی عمر میں اور لڑکا تیرا سال کی عمر میں بالغ مانا جائے۔

(کم از کم عرب کے گرم موسم میں یہ کلیہ درست مانا جا سکتا ہے)

برادرانِ اہلِ سنّت کی فقہ میں تو عرب کی لڑکی سات سال میں بالغ مانی جاتی ہے اور اسی سے اُم المومنین عائشہ کی شادی پر دلیل لائی جاتی ہے جو سات سال کی عمر میں ہوئی تھی۔

ایک قابلِ توجہ امر یہ بھی ہے کہ جہاں دشمن زیادہ ہوں وہاں بقائے نسل کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور ہم ظہورِ اسلام سے قبل کی عرب جنگوں میں دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ نوجوانوں کو عموماً جنگ میں نہیں جھونکا جاتا تھا، یعنی جب تک کوئی صاحبِ اولاد نہ ہوتا، جنگ میں نہیں جاتا تھا، اور ظہورِ اسلام کے بعد کی جنگوں میں بھی جن کے نام بڑے بہادروں میں آتے ہیں وہ معمر لوگ تھے، جیسا کہ عمرو بن عبدود نے امیر کائناتؑ سے عرض کی تھی کہ آپ میرے دوست جناب عمرانؑ کے لختِ جگر ہیں، اس لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ واپس چلے جائیں، اسی طرح دیگر جنگوں میں ہوتا تھا اور ظہورِ اسلام کے بعد پہلی مرتبہ ولید ملعون کے بعد خالد بغیر اولاد کے جنگ میں

شریک ہوا تھا۔یعنی اس دور میں بقائے نسل کا خصوصی خیال رکھا جاتا تھا اور اس خیال سے بلوغ کے فوراً بعد شادی کرنے کا رواج عام تھا، اس لئے نوعمری میں شادی کرنا کوئی غیر اخلاقی فعل نہیں مانا جاتا تھا۔

اگر ہم فرض کر لیں کہ چودہ، پندرہ سال کی عمر میں شادی کرنا کم عمری کی شادی ہے اور یہ اخلاقی طور پر جائز نہیں ہے تو پھر ہمیں اِن روایات کو بھی دیکھنا پڑے گا کہ نہیں تاریخ سے مس رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ خود ملکۂ عالمین سیدہ النسا العالمینؑ کی شادی خانہ آبادی نو سال کے ظاہری سن میں ہوئی، امام محمد تقیؑ کی جب مامون الرشید کی بیٹی اُم الفضل سے شادی ہوئی تھی تو اِن کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی، شہزادہ قاسمؑ جتنے بھی کمسن مانے جائیں پھر بھی عقد کے وقت اِن کی عمر گیارہ سال سے تو زیادہ ہی تھی۔ جب اس عمر میں اِن کے اپنے ہی گھر کی ایک مثال موجود ہے اور شادی کرنے والے خود امام تھے تو پھر اِن کے جد اطہرؑ کا اپنے 15/14 سال کے یتیم بھتیجے کی شادی کرنا اِن کی شان کے منافی کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اِن کا یہ فعل کس طرح غیر اخلاقی تصور کیا جاسکتا ہے؟

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بعض کم بین لوگ واقعۂ کربلا میں شہزادہ کو ایک انتہائی کمسن اور نفیس و نازک بچہ ثابت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں تھا، بلکہ ارزق شامی ملعون کے بیٹے سے جنگ میں اِن کی جسمانی پختگی کا اندازہ ہو جاتا ہے کہ جب آپ نے اُس کے تنومند جوان بیٹے کو بالوں سے پکڑ کر ایک ہاتھ میں اُٹھا لیا اور پھر اِسے اِس انداز میں زمین پر دے مارا کہ اس کی کوئی ہڈی سلامت نہ رہی، تو یہ کام کوئی کمسن بچہ نہیں کرسکتا، جیسا کہ تاریخ و مقاتل کے یہ الفاظ گواہ ہیں۔

فرفعہ و ضربہ علی الارض بحیث لم یبق لہ عظم الا ان کسر۔ (ریاض القدس ۲/۴۸)

ایک ہاتھ سے کسی جوان کو اُٹھا لینا اور پھر اسے اوپر اُچھال کر زمین پر اس طرح مارنا کہ اس کی ہڈی پسلی ایک ہو جائے، یہ کسی کمسن یا نازک و نفیس بچے کے بس کا روگ نہیں ہے۔

اِن لوگوں نے لفظ ''حلم'' سے تو قیاس کیا ہے مگر اُنہوں نے اس عبارت کو نہیں دیکھا

☆ **فلم یزل الغلام یقبل یدیه و رجلیه......**

یعنی شہزادہ پاکؑ کے بارے میں لفظ غلام کا استعمال ہوا ہے جو کہ ایک کامل جوان کے لئے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ شہزادہ علی اکبرؑ کے بارے میں

☆ **فقد برز الیهم الغلام** کا جملہ استعمال ہوا ہے اور اسی سے کچھ فاضل علما نے انیس بیس سال سے زیادہ عمر کا ثابت کرنے کی کوشش بھی کی ہے۔

کیا اس لفظ سے شہزادہ قاسمؑ کی جوانی پر استدلال نہیں کیا جا سکتا؟ جو لوگ تاریخ مقتل کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ شہزادہ قاسمؑ کے بارے میں لفظ غلام کئی مرتبہ بولا گیا ہے جو ان کے بھرپور جوان ہونے کی دلیل ہے۔

کچھ فاضل علمائے متقدمین نے شہزادہ قاسمؑ کا سن مبارک سولہ سال بھی لکھا ہے، طبری نے سن مبارک دس سال لکھا ہے، ابومخنف نے چودہ سال لکھا ہے، صرف علامہ مجلسی نے لکھا ہے کہ وہ بالغ نہ تھے، چونکہ ہم بتا چکے ہیں کہ امام محمد تقیؑ کی شادی گیارہ سال میں ہوئی تھی اس لئے اُنہیں لاکھ کمسن ثابت کیا جائے اِن سے کم سن ثابت نہ ہوں گے، جب ایک واقعہ اِن کے خاندان کا موجود ہے تو پھر اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہ جاتی۔

ایک قابل توجہ امر یہ بھی ہے کہ اس گھر اطہر کے شہزادے عام لوگوں کی نسبت جلدی جوان ہوتے تھے کیونکہ اِن کی نشو و نما یا بڑھوتری کی رفتار عوام الناس کے کہیں زیادہ

ہوتی تھی، جیسا کہ گیارہ سال کے سن میں جناب ابوالفضل العباسؑ نے صفین میں جو جنگ کی تھی، اس میں جب آپ کو باباپاکؑ کا لباسِ جنگ پہنایا گیا تھا تو وہ اِن کی قامت پر پورا اترا تھا اس لئے ساڑھے چودہ سال کے تنومند شہزادہ کو ایک انتہائی کمسن بچہ بنا کر پیش کرنا اور پھر اسی سے واقعہ عقد کی نفی پر دلیل لانا غیر عالمانہ رویہ ہے۔

غیر شرعی و مذہبی حوالہ:

دوستو! اگلے مرحلہ میں روایت کی توثیق و تضعیف کے لئے اسے شرعی پیمانے پر تولا جاتا ہے کہ کیا اس روایت میں کوئی ''غیر شرعیت'' تو نہیں ہے؟

الحمدللہ! آج تک اس پر کسی نے کوئی شرعی اعتراض وارد نہیں کیا، ہاں جن لوگوں نے شرعی حوالہ سے بات کی ہے تو اُنہوں نے مولا امام حسنؑ کی وصیت پر شریعت کے حوالہ سے اعتراض کیا ہے، میں اِن کا نام نہیں لوں گا، اُنہوں نے اپنی کتاب میں وصیت والی روایت پر اس انداز سے تنقید کی ہے جس سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ اُنہیں عزاداری کے خلاف ہائر کیا گیا ہے۔

اُنہوں نے لکھا ہے کہ شرعی وصیت کا کلامِ الٰہی میں ایک مخصوص مذکور ہے کہ دو گواہوں کے سامنے وصیت کی جائے اور یہ کیسی وصیت ہے کہ جس کا کسی کو علم تک نہ تھا، صرف امام مظلومؑ ہی کو بغیر گواہوں کے وصیت کر دی گئی جو شرعی وصیت کے قوانین پر پوری نہیں اُترتی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے چونکہ ویسے بھی مراسم عزداری کو ختم کرنے کا بیڑا اُٹھایا ہوا ہے، اس لئے اِن سے تو ہماری بات ہی نہیں ہے، ہاں جو لوگ حقیقت پسند ہیں اِن سے گزارش کروں گا کہ جو قوانین عام لوگوں کے لئے ہوتے ہیں اس میں استثنا ضرور ہوتا ہے، جیسا کہ عام عدالت میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے مگر شہنشاہ انبیاؐ نے

کچھ اصحاب کرام کو گواہی کا مکمل نصاب قرار دیا تھا اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کیس میں ایک طرف ایک ہزار گواہ ہوں اور دوسری طرف جناب ابوذر غفاری گواہ ہوں تو قاضی شرعی کو اِن ہزار لوگوں کے مقابلے میں اِن کی گواہی قبول کرنا پڑے گی، کیونکہ اِن کی گواہی کو رَد کرنا اُنہیں نعوذ باللہ جھوٹا ثابت کرنے کے مترادف ہے اور اُنہیں جھوٹا ثابت کرنا شہنشاہ انبیاؑ کی حدیث پاک کی تکذیب کے مترادف ہے، کیونکہ اُنہوں نے اِن کی سچائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ اِن جیسا سچا زیرِ آسمان کوئی ہے ہی نہیں اِس لئے ہزاروں لوگوں کو جھٹلانا لازم ہے اور اُنہیں سچا ماننا واجب ہے اور رَد کرنا کفر ہے یہ تو عوام کی بات تھی اب ہمارے سامنے شہنشاہؑ کربلا کی ذات ہے تو اِن کے سامنے اگر کروڑوں فرشتے بھی گواہی دیں تو ہمیں فرشتوں کی عصمت پر شک کر لینا چاہئے۔ مگر شہنشاہؑ کربلا کی عصمت پر شک نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ ایسے معصوم ہیں کہ جو سہو اور نسیان تک سے اجل وارفع واعلیٰ ہیں، اب اگر یہ فرماتے ہیں کہ ہمیں بھائی نے وصیت فرمائی تھی تو پھر کسی گواہ کی ضرورت ہی نہیں ہے جیسا کہ ہماری کتب غیبت میں جنابِ کامل بن ادریسؑ کے سامنے شہنشاہ زمانہ نے اپنے بابا پاکؑ کی ایک طویل وصیت بیان فرائی ہے اور اس پر آج تک کسی بڑے سے بڑے عالم نے بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ یہ کیسی وصیت ہے کہ جو قوانینِ شرع کے معیار پر پوری نہیں اتری جب اِن پر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا ہے تو پھر امام مظلوم پر کیسے یہ اعتراض لاگو ہو سکتا ہے؟

دوسری بات یہ ہے کہ شہنشاہؑ کربلا نے جس وصیت کا ذکر فرمایا ہے ممکن ہے اِس کے گواہ موجود ہوں اور ناقلِ روایت کو معلوم نہ ہوں سو چا جائے تو کسی صورت میں وصیت پر اعتراض جائز نہیں ہے۔

دوستو! حقیقت یہ ہے کہ وصیت پر اعتراض تو سراسر جاہلیت و کفر ہے کہ جب امامؑ

نے فرما دیا تو کسی کو پوچھنے کا حق نہیں ہے کہ آپ نے کس حوالے سے فرمایا ہے، کیونکہ یہ رویہ تو فدک کے کیس جیسا ہے کہ وہاں بھی شریعت کے نام پر ڈاکہ ڈالا گیا تھا کہ گواہ پیش کریں، گواہ پیش ہوئے تو کہا نساب پورا نہیں ہے، جب نساب پورا ہو گیا تو کہا بیٹوں کی گواہی والدہ کے حق میں قابلِ قبول نہیں ہے۔ یہ صرف ڈاکہ ڈالنے کے بہانے تھے۔

حفظ مراتب کا حوالہ:

اگلے مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ روایت جس شخصیت کے بارے میں ہے کیا اس کے خلافِ شان تو نہیں ہے؟ ان کی عظمت اور اسٹیٹس کے خلاف تو نہیں ہے؟ اس حوالے سے آج تک اس پر کسی نے کوئی اعتراض لاگو کیا ہی نہیں کیوں کہ دختر کی شادی بھتیجے سے کرنا کسی کے خلاف شان نہیں ہوتا جبکہ بھتیجا بھی سعادت مند، نیک اور جانثار ہو اور اِس کے دوسرے بھائی بھی اس شرف سے مشرف ہوں تو پھر شان و عظمت کے خلاف تصور کرنا بھی درست نہیں ہے۔

معروف عام کا حوالہ

پانچویں مرحلے میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ زیر بحث روایت معروف عام کے خلاف تو نہیں ہے؟ کیونکہ شرعاً اور مذہباً امر بالمعروف کا حکم ہے، یعنی جو معروف ہو روایت کو اس کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ روایت انتہائی معروف ہے اور جو اسے رَد کرتے ہیں وہ خلافِ معروف کا ارتکاب کرتے ہیں، کیونکہ آج دنیا کے جس گوشے میں بھی شیعہ عزاداری کرتے ہیں وہاں اس شہزادی کی شادی و عقد کا ذکر خصوصی طور پر ہوتا ہے۔ اور

عشرۂ محرم میں ایک دن اس تقریب کے لئے مخصوص ہوتا ہے، حجلۂ عروسی (سیج) بنائی جاتی ہے یا مہندی کی شبیہ برآمد ہوتی ہے، اس میں ایران، عراق، شام، مصر، لبنان، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، کشمیر بلکہ یورپ تک جہاں بھی شیعہ ہیں وہ کسی نہ کسی طرح سے شادی کا ذکر کرتے ہیں اور امام مسمومؑ کے لخت جگر کی حسرت آمیز شادی پر گریہ و بکا کرتے ہوئے یہ ثابت کر کے دکھاتے ہیں کہ خود کو عرب کہنے والے کس قدر گرے ہوئے لوگ تھے کہ انہوں نے ساری اسلامی اور عربی روایتوں کو توڑا ہے، محرم الحرام میں جنگ کر کے اُنہوں نے روایت عرب کو توڑا ہے کہ جسے اسلام نے بھی باقی رکھا تھا کہ امیر کائناتؑ کی جب صفین کے مقام پر جنگ ہوئی تو وہاں عین جنگ کے دن محرم کا چاند نظر آ گیا تھا تو دونوں لشکروں نے ہتھیار اتار کر رکھ لئے تھے اور پورا مہینہ وہاں قیام رکھا اور جنگ نہیں کی اور جب صفر کا چاند نظر آیا تو پھر جنگ ہوئی مگر کربلا میں یہ قانون بھی توڑا گیا۔

اور یہ رسم حجلۂ عروسی اِن تمام علاقوں میں صدیوں سے رائج ہے کہ جہاں جہاں عرب سے تعلق رکھنے والے قبائل پہنچے ہیں آج ہم جو سیج پاک برآمد کرتے ہیں یہ اس حجلۂ عروسی (خیمۂ عروسی) کی شبیہ ہے کہ جو خیمۂ عروسی کے نام سے آج بھی کربلا میں موجود ہے۔

میرے ایک دوست اپنے ہی حوالے سے فرما رہے تھے کہ ہم نے آیت اللہ محمد شیرازی سے حجلۂ عروسی کے بارے میں سوال کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے گھر سے بھی برآمد ہوتا ہے ''از خانہ ما بیرون می آید '' اسی طرح ایران میں تو بڑے بڑے علمائے عظام کے گھروں سے سیج (حجلۂ عروسی) کی شبیہ برآمد ہوتی ہے۔

خود کربلا معلیٰ (عراق) میں تو خیمۂ عروسی آج بھی موجود ہے اور اسی کی ساری منتیں

مہندی کی ہوتی ہیں اور ہم آج بھی کہتے ہیں کہ جس شریف انسان کو بچی کی شادی کا مسئلہ دَرپیش ہو، وہ مہندی کی منت مان کر تصدیق کرلے کہ منت پوری ہوتی ہے یا نہیں ہوتی؟

اگر منت پوری ہو جائے تو پھر اسے اس روایت کی تائیدِ ایزدی تصور کرے۔

اخلاقی دلیل:

ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ امام مظلومؑ جہاں دیگر مناصب اعلیٰ کے مالک تھے وہاں وہ اخلاق انبیاءؑ کے مبلغ بھی تھے اور جناب داؤدؑ نے ایک نابالغ یتیم بچے کی شادی صرف اس لئے کی تھی کہ ایک بیوہ ماں کی آرزو کو پورا کرنا وہ اپنا اخلاقی فرض سمجھتے تھے اور اِن کے اس فرض کی ادائیگی پر خالق نے مہر جواز اسی صورت میں صادر فرمائی کہ اس بچے کی عمر چالیس سال بڑھا دی (اس کی تفصیل مجلس میں موجود ہے)

تائیدات:

اب یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس مسئلہ سے متعلق جہاں دوسری دلائل و تائیدادت موجود ہیں، وہاں معصومینؑ کی طرف سے بھی اس ضمن میں ہر دَور میں تائیداتِ منامی (خواب) بھی صادر ہوتی رہی ہیں اور کوئی بھی دَور ایسا نہیں رہا ہے کہ جس میں یہ تائیدات منامی (خواب) نہ ملی ہوں۔

اس ضمن میں شاید کوئی یہ سوچے کہ عالم خواب میں معصومینؑ کی زیارت محلِ توقف ہے تو اِن لوگوں سے عرض کروں گا کہ سرورکونینؐ نے فرمایا تھا کہ☆ **من رأنی فی المنام فقد رأنی**.....

یعنی جس نے بھی خواب میں ہماری زیارت کی ہے گویا اس نے بیداری میں

زیارت کی ہے، کیونکہ ابلیس اس شکل میں کبھی متشکل نہیں ہوسکتا...... اور یہ حدیث متفقہ بین تشیع ہے اور اس پر امامیہ کا اتفاق ہے کہ کسی بھی معصومؑ کی شکل میں کوئی غیر متشکل نہیں ہوسکتا اور اِن کی زیارت عالم خواب و بیداری میں برابر ہوتی ہے، اس پر ہمارے علمائے اعلام نے اپنی کتاب میں کچھ ابواب بھی قائم کئے ہیں اور رؤیائے صادقہ بھی نقل کئے ہیں اور اِس پر جنابِ ابراہیمؑ اور جنابِ یوسفؑ کے خوابوں سے استدلال بھی کیا ہے۔

اور صاحب دارالسلام علامۃ الجلیل جناب شیخ محمود عراقی نے تو اپنی کتاب غیبت دارالسلام میں منامات (خواب) کا ایک طویل باب بھی قائم کیا ہے، اس لئے جو تائیدات معصومینؑ واقعۂ عروسی کے ضمن میں عالم خواب میں حاصل ہوئی ہیں انہیں بھی درست ماننا لازم ہے اور اس واقعۂ عروسی کے ضمن میں بہت سے رؤیائے صادقہ اور تائیدات معصومینؑ موجود ہیں اور بہت سی تائیدات تو نقل ہی نہیں ہوسکیں، ہاں بعض علمائے اعلام نے ان تائیدات معصومینؑ کو بطور دلیل کے بیان فرمایا ہے جیسا کہ صاحب نفائس الاخبار ہیں یا علامہ دربندی ہیں تو اُنہوں نے اِن واقعات کو بطور دلیل بھی پیش کیا ہے۔

صاحب نفائس الاخبار لکھتے ہیں:

بدان کہ بعض از علما ابرار زیاد اصرار دارد در کتاب خود براینکہ از برائے قاسمؑ زفاف اتفاق افتاد و خبر مذکور را مدرک حکم قرار دادہ واز برائے مطلب خود ادلہ اقامہ کردہ ماند، خوند اِن ذاکرین این قضیہ را در بالای منابر در مجالس علما و تقریر علما را دلیل آوردہ و دیگر آنکہ شعرا آنرا در قصاید و مراثی ادراج نمودہ اند و دیگر آنکہ متداولست درمیان مردم کہ تعزیہ قاسمؑ برپا می کنند، بہ تفصیل عروسی و دیگر خوابہائیکہ جمیع از علما دیدنک کہ در عالم رویا خدمت حضرت سید الشہداؑ مشرف شدہ از وقوع این قضیہ ایشان را اخبار فرمود۔

(بحوالہ کتاب نفائس الاخبار صفحہ ۲۹۵)

یہ جاننا چاہئے کہ علمائے ابرار میں سے زیادہ لوگ اپنی کتابوں میں عروسی شہزادہ قاسمؑ کو متفقہ علیہ قرار دیئے جانے پر اصرار کرتے ہیں اور وہ اس روایت کو فیصلہ کن (حکم) قرار دیتے ہیں اور وہ اپنے مطلب و مقصد پر ان چیزوں سے دلائل لاتے ہیں، یعنی ذاکرین کا اس واقعہ کو علمائے اعلام کی مجالس میں برسر منبر پڑھنا اور اِن کا اِنہیں نہ روکنا اس کو اس امر کی صداقت کی دلیل بناتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ شعرا نے اِس روایت کو قصائد اور مرثیوں میں منظوم کیا ہے اور عوام شہزادہ پاکؑ کی تعزیتی مجالس کو عروسی کی تفصیل کے ساتھ قائم کرتے ہیں۔ (یہ بھی ایک دلیل صداقت ہے)

کثیر علما عظام نے دیکھا ہے کہ وہ عالم خواب میں امام مظلومؑ کی بارگاہ قدس میں مشرف بہ زیارت ہوئے اور اس واقعہ کی تصدیق چاہی اور سرکارؑ نے اس کی خبر دی۔

(تو یہ بھی اس واقعہ کی صداقت پر ایک نا قابلِ تردید دلیل ہے)

صاحب اسرار الشہادہ علامہ دربندی نے ایسے رویائے صادقہ کا ذکر کیا ہے کہ جن میں واقعہ مذکور کی معصومینؑ کی طرف سے تصدیق و تائید ہوئی ہے۔ پاک و ہند کے بعض علمائے عظام کو بھی اسی طرح عالم خواب میں خود معصومینؑ نے اس واقعۂ عروسی کو بیان کرنے کی تاکید فرمائی جیسا کہ جناب مولوی ہدایت حسین نجفی اور سید الواعظین سید آغا حسین شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں ایسی لاتعداد تائیداد و احکامات خود ہمارے بزرگوں کو آئمہ ھدیٰؑ کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔

کچھ لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ خیمۂ عروسی تو شاہانِ قاچار و صفوی نے بنوایا تھا اور یہ کوئی صداقت کی دلیل نہیں ہے میں اُن سے عرض کروں گا کہ شاہانِ صفوی و قاچار نے جو کام کیئے ہیں وہ مراجع عظام کے مشورہ سے کیئے ہیں اور شاہانِ صفوی بھی عرب کی

روایت کو جانتے تھے اس دَور کے مراجع عظام بھی قدیم عرب روایات سے کماحقہ واقف تھے، اس لئے انہوں نے اجازت دی اور شاہانِ وقت نے حجلہ عروسی تیار کروایا تھا۔ کیونکہ ہمارے یہاں کے عربی دان لوگ ساری روایات کو ہندوستان و پاکستان کے تناظر میں دیکھتے ہیں اور عرب روایات کو بالکل جانتے تک نہیں ہیں، اس لئے وہ صرف ''کیوں'' اور ''کیسے'' کی طرح کے اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں۔

دوستو یہاں تک آپ نے دیکھ لیا کہ اِن سارے مراحل میں اس روایت عقد کی توثیق ہوتی ہے اور اسے درست ماننے میں کوئی چیز مانع نہیں ہے سوائے ضد کے اب ہم یہاں چند متفرق اعتراضات کے بھی اجمالی طور پر جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ اس کا کوئی گوشہ خالی نہ رہ جائے۔

اعتراض:

کچھ مہربانوں نے یہ فرمایا ہے کہ اگر امام مظلومؑ نے اپنے لختِ جگر کی شادی ماہ محرم میں کی ہے تو پھر ہمیں سنت امام کے مطابق محرم میں شادیاں کرنا اور خصوصی طور پر روزِ عاشور شادی کرنا جائز ہونا چاہیے تھا، ہمارے لئے ان ایام عزا میں شادی کرنا کیوں حرام مانا جاتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حرمت عمومی کی دو اقسام ہیں۔

(۱) حرمت واقعی (۲) حرمت واقعیتی و واقعاتی۔

یعنی ایک چیز کا حرام ہونا کلی طور پر ہوتا ہے مگر ایک چیز ایسی بھی ہوتی ہے کہ جو اصالتاً حرام نہیں ہوتی بلکہ کسی واقعہ کی وجہ سے یا کسی دوسری وجہ سے حرام ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ شادی کرنا اصالتاً جائز ہے لیکن ایک شخص اپنے بیٹے کی شادی کرنا چاہتا ہے اور وہ کسی سعد تاریخ کو منتخب کرتا ہے، کسی معصوم کے یوم میلاد کو یا کسی دیگر سعد

تاریخ کو شادی طے ہو جاتی ہے، عین شادی کے روز اس کی والدہ یا والد فوت ہو جاتا ہے یا قتل ہو جاتا ہے تو وہ شادی ملتوی کر دیتا ہے، اور اس پر اس وقت شادی کرنا حرام ہو جاتا ہے کیونکہ والد کی وفات یا قتل کے دن شادی کرنے سے شریعت روکتی ہے، یہ حرمت واقعیتی ہے نہ کہ واقعی ہے، کیونکہ شادی کرنا واقعی حرام نہیں ہے۔

اسی طرح واقعۂ کربلا سے قبل اس تاریخ کو شادی کرنے کی منع نہیں تھی اور شہنشاہِ کربلاؑ نے بھی یہ شادی کی تھی تو واقعہ ہونے سے پہلے کی تھی، ہاں اگر واقعۂ کربلا کے بعد کسی امام نے روز عاشور شادی کی یا کسی شہزادہ کی شادی کی ہے تو پھر ان کی بات پر غور کیا جاسکتا ہے، مگر ہمارے آئمہ ہدیٰؑ کا معمول تو یہی رہا ہے کہ ایامِ عزا میں ہمیشہ سوگوار رہے، حتیٰ کہ بعض آئمہ ہدیٰؑ روز عاشور سر برہنہ پا برہنہ عزاداری فرماتے تھے اِن ساری باتوں سے جو بھی ثابت ہو روایت عقد کی نفی نہیں ہوتی۔

اعتراض:

شادی کی روایات کے بارے میں ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ اس میں کوئی خلافِ شان کلمات بھی ہیں۔

اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ اس روایت کی بنیاد میں قباحت نہیں ہے یعنی شادی ہوئی ہے، اب اس کی تفصیلات میں کچھ دیگر مواد شامل ہو جائے تو اس سے اصل واقعہ کی نفی نہیں ہوتی، جیسا کہ ہمارے سامنے ہر شہید کی شہادت کے واقعات میں حتیٰ کہ تاریخ آئمہؑ میں بھی کچھ نہ کچھ مبالغہ موجود ہے اور صاحبانِ عقل اس مبالغہ سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل بات کو تسلیم کرتے ہیں اور جو خلافِ شان مواد ہے اس کی نفی بھی کر دی جاتی ہے نہ کہ اصل روایت یا واقعہ سے انکار کیا جاتا ہے اور اگر ایسا کیا جائے تو یہ بھی ایک جارحانہ رویہ ہے جو کسی عالم کے شایانِ شان نہیں ہے۔

شادی کی روایت کے اجزا کو میں اپنی مجلس میں بیان کروں گا، یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ ہمارے متقدمین روضہ خوان بعض چیزوں کو اعتباراً بیان کرتے تھے جیسا کہ زخموں کو سہروں کے پھول کہتے تھے، خون آلود سرخ زمین کو سیج کہتے تھے، خون کو مہندی سے تشبیہ دیتے تھے، سنگباری کو دولہا پر نثار موتی نچھاور کرنا بیان فرماتے تھے، تو اعتبار کو کسی عالم نے کبھی بھی حرام نہیں کہا ہے، یہ ایک طرح کا کنایہ، استعارہ، تشبیہ، اعتبار ہے جو حسن کلام و بیان ہوتا ہے اور یہ محاسن کلام میں شامل ہے۔

اعتراض: سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد

ہمارے فاضل مہربان اعتراض کرتے ہیں کہ سیج کا بنانا درست نہیں ہے اس پر انہوں نے غلیظ تصورات کو پیش کر کے سیج بنانے سے روکنے کی کوشش کی ہے۔

اس کے جواب میں عرض کروں گا کہ یہ ایک نفسیاتی حربہ ہے کہ کسی اچھی چیز کو بری شکل میں پیش کر دیا جائے تا کہ وہ اچھائی رُک جائے، جیسا کہ میرے سامنے ایک صاحب کسی سے فرما رہے تھے کہ یہ جو شیعوں میں رونے سے نجات کا تصور ہے کہیں یہ عیسائیت سے تو نہیں آیا؟ اور اس کے مقابل جو فاضل شخص بیٹھے ہوئے تھے وہ اس تصور ہی سے انکار فرما رہے تھے کہ ہمارے ہاں رونے پر نجات کا کوئی تصور موجود ہی نہیں ہے کیونکہ یہ تو عیسائیت کا نظریہ ہے اس پر میں نے مداخلت کی اور کہا بھائی صاحب میں تو یہ بھی سوچتا ہوں کہ اللہ ایک ہے اور اس کی وحدت کا نظریہ اسلام میں کہیں یہودیت سے تو نہیں آ گیا کیونکہ اسلام سے پہلے اللہ کو ایک سمجھنے والا مذہب اِن کا تھا اور یہ نظریہ ہم نے ان سے چرایا ہے۔

اِس پر اس نے کہا کہ ایسا کچھ نہیں ہے، تو میں نے گزارش کی بھائی جو سچائی ہو وہ کسی کی ذاتی جاگیر یا پراپرٹی نہیں ہوتی، کسی مذہب کی ملکیت نہیں ہوتی، اس لئے رونے پر

نجات کا تصور صرف اسلام میں نہیں بلکہ سارے مذاہب میں موجود ہے۔ ایسے نفسیاتی حربوں کو آپ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں، جیسا کہ ایک صاحب نے جوش ملیح آبادی کے سامنے نماز کے رکوع وسجود کی ایسی قبیح تصویر بنائی تھی کہ اُنہوں نے بھرپوری زندگی نماز نہ پڑھی اور کہتے تھے کہ عبادت کا یہ انداز غیر شریفانہ ہے اسی طرح آج کوئی سیج پر اپنی غلیظ ذہنی گندگی اچھالتا ہے تو یہ گندگی اس کے منہ پر پڑے گی، ہمیں ایک اچھی چیز کو نہیں چھوڑنا چاہیے، کیونکہ اگر گندی ذہنیت سے دیکھا جائے تو ہر اچھی چیز کی ایک بدترین تصویر بنائی جاسکتی ہے، مگر یہ دشمنانہ سوچ تو ہوسکتی ہے، کوئی شیعہ یا عقیدت مند ایسی گندی باتیں سوچ ہی نہیں سکتا۔ انہی اشارات کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

(جعفر نقوی)

شادی شہزادۂ قاسمؑ

عزادارانِ گرامی!

قدیم عرب کے متعلق تمام مورخین لکھتے ہیں کہ عرب قوم کا معاشرہ بہت بگڑا ہوا تھا ذرا سی بات پر جنگیں شروع ہو جاتی تھیں اور وہ جنگیں صدیوں تک جاری رہتی تھیں، مثلاً عرب کی ایک دشمنی کا واقعہ ہے کہ دو قبائل کے درمیان ایک جنگ اونٹوں کو پانی پلانے سے شروع ہوئی تھی، ایک قبیلہ والے کہتے تھے کہ ہم اونٹوں کو پانی پہلے پلائیں گے اور دوسرے قبیلہ والے کہتے تھے کہ نہیں ہم پانی پہلے پلائیں گے، یہاں سے لڑائی شروع ہوئی جو پورے چار سو سال تک جاری رہی، دونوں طرف سے ہزاروں لوگ مارے گئے، اسی طرح نحوست کے طور پر عرب میں ناقہ بصوص اور براجن کتیہ مشہور تھی جن کی وجہ سے طویل جنگیں ہوئی تھیں۔ ایسے ہی ایک اور مثال بھی ہے کہ ایک قبیلہ کا

سردار ایک جنگ میں قتل ہو گیا تو اس قبیلہ والوں نے اس کی بیوہ کو قبیلے کا سردار بنا دیا، ایسے ہی ایک اور قبیلہ کا سردار قتل ہوا تو اُنہوں نے بھی اپنے سردار کی بیوہ کو سردار بنا لیا۔

اِن دونوں سردار عورتوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ ہم ایک دوسرے سے اپنی برتری ثابت کریں، دونوں عورتیں اس موقعے کی تلاش میں تھیں، ایک دن ایک عورت نے یہ تجویز کی کہ ایک شریک قبیلہ کو دعوت دوں، وہ تمام قبیلہ مع سردار جب مہمان ہوگا تو اس موقعہ پر اپنی برتری کا کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرلوں گی۔ یہ سوچ کر اس قبیلہ کو دعوت دی گئی، جس وقت وہ قبیلہ آ گیا، باہر دستر خوان لگ گئے، اس میزبان سردار عورت نے اپنی کنیزوں کو کہا کہ جس وقت مہمان سردار عورت میرے خیمہ میں کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو تم نمک دانی اس کے قریب رکھ کر آہستہ سے باہر نکل جانا، اس کی کنیزوں نے اس حکم کی تعمیل کی۔

جس وقت سب کنیزیں باہر چلی گئیں تو اس میزبان خاتون نے مہمان خاتون سے کہا کہ ذرا یہ نمک دانی اُٹھا کر مجھے دے دیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ جب یہ نمک مجھے اُٹھا کر دے گی تو میں اس سے برتر ثابت ہو جاؤں گی کیونکہ میں نے اس سے نوکرانیوں والا کام لیا ہے، یہ سوچ کر اس نے جس وقت نمک مانگا تو مہمان خاتون نے اُٹھ کر چلانا شروع کر دیا کہ اس نے مجھے یہ کیوں کہا ہے کہ مجھے نمک اُٹھا دو، میں کوئی اس کی کنیز تھی۔

اس کا یہ شور سن کر مہمان قبیلہ والوں نے تلواریں بے نیام کرلیں اور میزبان قبیلہ کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا، نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں طرف سے کافی لوگ قتل ہوئے اور پھر کافی عرصہ تک یہ دشمنی باقی رہی۔ (اسرار الشہادت)

اِن واقعات سے عرب نسل کی ذہنیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے، لیکن معاشرہ

جتنا بگڑا ہوا ہی کیوں نہ ہو اس میں کچھ نہ کچھ قوانین ضرور موجود ہوتے ہیں جو صلح اور قیام امن کی انسانی خواہش کا تقاضہ ہوتے ہیں، ایسے ہی عرب میں یہ روایتی قوانین موجود تھے جو ماحول کو از سر نو راہ پر لگا دیتے تھے۔ مثلاً

جو قبیلہ مسلسل جنگوں میں تھک جاتا تھا یا اتنا کمزور ہو جاتا تھا کہ اس میں جنگ کرنے کی سکت نہ رہتی تھی تو اس وقت مخالف قبیلہ والے اس کی کمزوری کو سمجھتے ہوئے آخری حملہ کرتے تھے تا کہ دشمن قبیلے کی نسل ہی ختم کر دی جائے۔ اس نیت سے جب وہ مخالف کو گھیر لیتے تھے اور کمزور قبیلہ یہ محسوس کر لیتا تھا کہ ہم اِن کے ساتھ اب نہیں لڑ سکتے اور اگر لڑیں گے تو ہماری نسل ختم ہو جائے گی تو ایسے موقعہ پر عرب میں دو قانون تھے جس سے صلح ہو سکتی تھی۔

پہلا قانون یہ تھا کہ کمزور قبیلہ فوراً اپنی کسی عورت کو برقع پہنا کر میدان میں بھیج دیتا تھا، وہ عورت آ کر کہتی تھی کہ میں تمہارے دشمنوں کی عزت تمہارے پاس چل کر آئی ہوں، ہمیں معاف کر دو، میں اِن کی عزت تمہارے پاس معافی مانگنے کے لئے آئی ہوں، یہ سن کر مخالف قبیلہ فوراً صلح پر آمادہ ہو جاتا تھا کہ اب تو اِن کی عزت ہمارے پاس چل کر آئی ہے۔ اب جنگ ختم کر دو۔ (اسرار شہادت)

دوسرا قانون یہ تھا کہ مخالف قبیلہ اگر اپنی کسی عورت کو بھیجنا توہین سمجھتا تھا تو پھر کسی نوجوان کو دولہا بنا لیتا تھا، اس کو سہرے پہنا کر میدان میں بھیج دیتا تھا، وہ آ کر کہتا ہے کہ میں دولہا چل کر آیا ہوں، آج ہماری خوشی کا موقعہ ہے، تم اسے غم میں تبدیل نہ کرو، میں دولہا منت کرتا ہوں کہ ہمیں معاف کر دو یہ سن کر مخالف قبیلہ والے فوراً معاف کر دیتے تھے بلکہ اس قسم کی معافی مانگنے پر وہ شادی میں شریک بھی ہوتے تھے اور شادی کے اخراجات بھی وہ خود برداشت کرتے تھے۔ (اسرار شہادت)

اس روایت کو عرب میں جناب داوٴدؑ نے رائج کیا تھا اور اس کی وجہ ایک واقعہ بنا تھا جس کو ''قصص النادرہ'' اور ''صاحب ریاض القدس'' نے لکھا ہے کہ :-

جناب داوٴدؑ نے ایک یتیم بچہ پال رکھا تھا، جس وقت وہ پانچ چھ برس کا ہوا تو اُنہوں نے اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا، اس کو درس دینے میں مصروف تھے کہ عین اس وقت جناب عزرائیل نازل ہوئے اور عرض کی کہ جس کی تعلیم کا آپ نے آج آغاز کیا ہے اس کی موت ایک ہفتہ کے بعد واقع ہو جائے گی، اس بچے کو دنیا سے رخصت ہو جانا ہے۔

انہوں نے بچے کو پاس بلایا اور فرمایا کہ شہر کے فلاں تاجر کو ہماری طرف سے پیغام دو اور خواستگاری کرو اور کچھ مال بھی عطا فرمایا، اس بچے نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے تاجر کو پیغام خواستگاری دیا جو اس نے قبول کر لیا۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جناب داوٴدؑ نے اپنی قوم کو یاد فرمایا اور اُنہیں اصل حقیقت سے آگاہ فرمایا کہ خالق کی طرف سے اس بچے کے لئے پیغام اجل پہنچ چکا ہے اور اس کو ایک ہفتہ بعد مر جانا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جب یہ بچہ پیدا ہوا ہو گا تو اس کے والدین کی خواہش ہو گی کہ یہ جوان ہو گا تو اس کی شادی کریں گے، اس کی خوشیاں دیکھیں گے۔

اب اگرچہ وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں مگر ان کی خواہش کی تکمیل کی خاطر ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی بچی کی قربانی دے، ہم اس نابالغ بچے کی شادی کی رسومات ادا کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس کے ماں باپ کی یہی تمنا تھی۔ قوم میں سے ایک شخص آمادہ ہو گیا اور اس نے اپنی بچی پیش کی اور شادی کی رسومات ادا ہونا شروع ہو گئیں۔

دوسری طرف اُنہوں نے اس کے غسل و کفن کا انتظام کرنا شروع کر دیا، جس وقت اس کی شادی کی رسومات مکمل ہوگئیں تو سب لوگ بہت اداس تھے کہ ہفتہ کے بعد یہ بچہ دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔

پھر ہوا یوں کہ موعود ہفتہ گزر گیا مگر وہ بچہ زندہ رہا، جب ایک مہینہ گزر گیا تو اس کے بعد جناب داوٗدؑ نے جناب جبریل کو یاد کیا اور اُن سے پوچھا کہ ہمارے یتیم بچے کو تو کچھ بھی نہیں ہوا حالانکہ اس کے لئے موت کا وعدہ تھا۔

اس وقت انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی صفت رحیمیت نے رحمت کو وسیع فرمایا جس کی وجہ سے اس بچے کی موت کو چالیس برس تک ملتوی کر دیا گیا ہے۔

بروایت دیگر اس وقت وحی نازل ہوئی اور خالق نے فرمایا کہ تم نے س بچے کی خوشیوں کا اہتمام کیا ہے، اس لئے ہم نے مناسب نہیں سمجھا کہ اس کی خوشی کو غم میں تبدیل کریں، ہم نے اس کی عمر چالیس برس بڑھا دی (اسرار شہادت ۴۵۶)

اور اب آپ اُمت کے لئے یہ قانون بنا دیں کہ اگر کسی کی شادی ہو رہی ہو تو جتنی بڑی دشمنی ہی کیوں نہ ہو اس موقعہ پر اِن کی خوشی کو غم میں تبدیل نہیں کریں گے یہی قانون عربوں میں صدیوں سے آ رہا تھا، اس لئے امام مظلومؑ نے کربلا میں اتمامِ حجت کے لئے پاک بھائی کی نشانی کو سہرے پہنائے تھے کہ کل یہ لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ امام مظلومؑ نے صلح کی کوشش نہ کی تھی۔

اب ہم جب سوشل انتھروپالوجی (Social Anthropology) اور (Social Anthology) سوشل انتھالوجی کے حوالے سے اس رواج کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ یہی رواج محمد بن قاسم ہندوستان میں ساتھ لایا تھا، بلکہ تمام عرب نژاد قبائل میں یہ رواج آج بھی موجود ہے کہ کسی خاندان میں جتنا بڑا اختلاف ہی

کیوں نہ ہو، اگر دولہا سہرے پہن کر مخالفین کو منانے جائے تو کوئی انکار نہیں کرتا بلکہ پنجاب میں بھی جو عرب النسل قبائل آباد ہیں اِن میں بھی رواج ہے کہ اگر برادری کا کوئی فرد شادی میں شریک نہ ہو رہا ہو تو دولہا کو اِس کے پاس بھیج دیا جاتا ہے اور دولہا کو امن و صلاح کا پیامبر سمجھتے ہوئے کوئی خالی واپس نہیں لوٹاتا اور اس کے ساتھ برابری میں شامل ہو جاتا ہے، یہ رواج کسی نہ کسی شکل میں پاکستان کے تمام صوبوں میں موجود ہے، بلوچستان ہو یا سرحد، سندھ ہو یا پنجاب اِن کے تمام علاقوں میں دولہا کے ساتھ صلح کا تصور کسی نہ کسی شکل میں موجود ہے۔

شہزادۂ قاسمؑ کی شادی:

روز تاسوعا یعنی نو محرم کا دن ہے، سورج شفق کے خون میں غلطان نظر آ رہا ہے، کربلا کی زمین پر نہر علقمہ کی مغربی طرف ملکہ عالمین بی بیؑ کی پاک بیٹیوں کے سات قناتوں کے درمیان خیام لگے ہوئے ہیں، اِن کے باہر اصحاب کے خیام لگے ہوئے ہیں، بعد از نماز عصر اور قبل از غروبِ آفتاب کا وقت ہے۔

اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے جنگ کا آغاز کرنا چاہا، کیونکہ صلح کے تمام مذاکرات ناکام ہو گئے تھے، اس لئے باقی ایک جنگ کا راستہ رہا تھا، اس لئے اُنہوں نے جنگ کا فیصلہ کیا اور فوجوں کو خیام کی طرف روانہ کیا، اس وقت حضرت عباسؑ عین جوش کے عالم میں خیام میں تشریف لائے اور آ کر عرض کی آقا دشمن خیام کی طرف بڑھ رہا ہے، اب جنگ کی اجازت ہو تو ہم تلوار اُٹھائیں شہنشاہ مظلومیت امام حسینؑ نے فرمایا:

☆ ارجع الیهم فان ستطعت ابن توخرهم الی غدوة و تدافعهم عنا العشیة لعلنا نصلی لربنا اللیلة و ندعوه و نستغفره فهوا یعلم انی کنت احب الصلواة له و تلاوة کتابه و کثرة الدعا و

الاستغفار...... (تاریخِ طبری)

میرے بھائی! تم جا کر ابن سعد ملعون سے ایک رات کی مہلت مانگو، آج رات ہم کو بہت سے کام مکمل کرنا ہیں۔

المختصر ایک رات کی مہلت مانگی گئی یا دی گئی، اس بات کی حقیقت کو محترم مصنف نے اپنے ایک قطعہ میں کچھ یوں واضح فرمایا ہے کہ:-

لوگ کہتے ہیں کہ شبیرؑ نے مہلت مانگی
ذہن میں چھوٹا سا نقطہ ہے ، سماتا ہی نہیں
ایک شب کی انہیں سرکارؑ نے مہلت دی تھی
دینا آتا ہے انہیں ، مانگنا آتا ہی نہیں

یہاں پر میں عرض کروں گا کہ جو واقعہ میں یہاں عرض کر رہا ہوں اس کو اکثر صاحبانِ مقتل نے روز عاشور کے وقائع میں لکھا ہے، مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ واقعہ دن کا نہیں بلکہ شب عاشور کا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ امن کے تمام مذاکرات کی ناکامی کے بعد اتمامِ حجت کرنا حجت اللہ فی العالمین پر فرض تھا، اس لئے یہ ایک رات کی مہلت جہاں عبادت کے لئے مانگی گئی تھی وہاں اس کی لا تعداد اور مقاصد بھی تھے، اِن میں سے ایک اتمامِ حجت کا اہتمام بھی تھا اور یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ کربلا میں شب عاشور سے لے کر اپنی شہادت تک شہنشاہ کربلا امام حسینؑ نے مسلسل اتمامِ حجت کے عمل کو جاری رکھا، خطبات کے ذریعے، عمل کے ساتھ، رسومات اور قدیم رسم و رواج کے حوالے سے، گویا لحہ بہ لحہ اتمامِ حجت کا عمل جاری رہا

(اسرار الشہادت علامہ دربندی اور، ریاض القدس جلد دوم)

اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ واقعہ عقد روز عاشور کا نہیں بلکہ شب عاشور کا ہے اور یہ اس

وقت کا واقعہ ہے جس وقت چراغ خاموش ہونے کے بعد صرف خواص باقی رہ گئے تھے۔

خیام سے باہر کربلا کی زمین پر شاہی قالین بچھا ہوا ہے، اس قالین کے مرکزی مقام پر ایک مسند لگی ہوئی ہے جس پر شہنشاہ کربلا تکیے کا سہارا لے کر تشریف فرما ہیں اور عمومی طور پر سب اصحاب کو اور خصوصی طور پر بنی ہاشم کو آنے والے واقعات وحالات اور شہادت کے بارے میں آگاہ فرمایا جارہا ہے۔

☆...... **یا اھلی و شیعتی اتخذّا ھذا اللیل جملًا......**

فرماتے ہیں اے میرے پاک گھر کے افراد اور میرے شیعہ ہم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ تم رات کو ناقہ بنا کر اس پر سوار ہو کر نکل جاؤ، دشمن کو صرف ہماری ذات مطلوب ہے، اس موقعہ پر ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا:

جناب ابوحمزہ ثمالی جناب امام علی زین العابدینؑ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت باقی ماندہ اصحاب و انصار میں سے سب نے یہ عرض کی کہ آقا ہم آپ کو بالکل نہیں چھوڑیں گے تو اس وقت شہنشاہِ کربلا امام حسینؑ نے فرمایا:

☆ **یا قوم انی غداً اقتل و تقتلون کلکم معی ولا تبقی منکم واحدا......** (الخرائج والجرائح)

اے میرے جانثارو کل کے دن ہم کو بھی معراج شہادت پر فائز ہونا ہے اور تم سب نے ہمارے ساتھ اس سعادتِ عظمیٰ سے مشرف ہونا ہے اور تم میں سے کوئی ایک بھی شہادت سے محروم نہیں رہے گا، امام مظلومؑ نے جس وقت یہ ارشاد فرمایا تو سب نے حمد و شکر کیا، امام علی زین العابدینؑ فرماتے ہیں کہ اس وقت شہزادہ قاسمؑ اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کی:

☆ **و انا فیمن یقتل؟...... فاشفق علیه فقال له یا بنی کیف**

الموت عندك ...... قال یا عم احلی من العسل...... (کلمات الامام)

آقا کیا میرا نام بھی شہدا کی فہرست میں موجود ہے؟ مظلومؑ کربلا نے فرمایا بیٹا پہلے تم یہ بتاؤ کہ تمہیں موت کیسی لگتی ہے۔

شہزادۂ قاسمؑ نے عرض کی حضور مجھے تو موت شہد سے بھی زیادہ میٹھی محسوس ہوتی ہے کیونکہ نوخیز جوانوں کو میٹھی چیزیں بہت زیادہ اچھی لگتی ہیں۔ اس لئے اُنہوں نے شہد سے زیادہ میٹھی کہہ کر موت کے ذائقے کو لذیذ کردیا۔

یہ جواب سن کر امام مظلومؑ نے اِن کو کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ خاموشی اختیار فرمائی، جس کی وجہ سے شہزادہ قاسمؑ نے یہ محسوس کیا کہ شاید ہمارا نام شہدا کی فہرست میں موجود نہیں ہے، اس کے بعد اُنہوں نے عرض کی کہ آقا میرا نام بھی شہدا میں شامل فرمائیں۔ امام مظلومؑ فرماتے ہیں۔

☆ **یا بن الاخ انت من اخی علامة واریدان تبقی لی لا تسلی بك......** (مقتل طریحی)

کہ تم میرے بھائی کی نشانی ہو، تم اِن کی مکمل شبیہ ہو، جس وقت ہمارا دل اپنے بھائی کے لئے اداس ہوتا ہے تو آپ پر نگاہ فرمالینے سے ہماری تمام اداسی دور ہوجاتی ہے، ہم کس دل سے آپ کا نام شہدا میں شامل کریں۔

جناب قاسمؑ حکم امام زمانہ سمجھتے ہوئے مایوس ہوکر کچھ دور جاکر زمین پر بیٹھ گئے، ادھر اِن کے پانچ بھائی نام لکھوانے حاضر ہوئے اور اِن کے نام لکھ لئے گئے، یہ دیکھ کر جناب قاسمؑ کا دل بہت غمگین ہوا اور وہ روتے ہوئے ایک خالی خیمہ میں آبیٹھے۔

فجلس القاسم منا لما واضعا راسه علی رکبته (مقتل طریحی)

انہوں نے اپنے گھٹنوں پر سر رکھ کر رونے کی پیاس بجھائی، اچانک اِن کو خیال آیا

کہ جس وقت بابا امام حسنؑ کا آخری وقت تھا اور میں نے اِن کے قدموں پر سر رکھا تھا تو انہوں نے اس وقت ایک تعویز عطا فرمایا تھا اور حکم دیا تھا کہ جب تمہارا دل بہت غمگین ہو تو اس تعویز کو کھول کر پڑھنا، مایوسی دور ہو جائے گی۔

یہ سوچ کر شہزادہ قاسمؑ نے بازو سے تعویذ کھول کر دیکھا، وہ تعویز نہ تھا بلکہ ایک وصیت نامہ تھا اور اس کی عبارت یہ تھی۔

☆ یا ولدی قاسمؑ اوصیك انك اذا رایت عمك الحسینؑ فی طف کربلا وقد احاطت به الا عداء فلا تترك آله وسلم ولا تبخل علیه بروحك وکلمانهاك عن البراز فعاوده لیاذن فی البزاز لتخوض فی السعاده الابدی...... (طریحی)

حضرت امام حسنؑ نے لکھا تھا کہ اے میرے لعل ہم تمہیں وصیت فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے پاک چچا کو کربلا کے ویرانہ میں مصائب میں مبتلا دیکھنا کہ دشمنانِ خدا و رسولؐ نے انہیں گھیرا ہوا ہو تو اس وقت جہاد سے پیچھے نہ ہٹنا، دشمنانِ خدا سے جنگ ضرور کرنا اور چچا جان سے اپنی جان پیاری نہ کرنا اور ہر صورت میں چچا سے جنت کی اجازت لینا، تاکہ ابدی سعادت ہمیشہ کے لئے تمہارے قدموں میں سر بہ سجود رہے۔

(اسرار الشہادت)

پہلے تو شہزادہ قاسمؑ رو رہے تھے، جیسے ہی یہ وصیت نامہ پڑھا تو رُخِ تاباں پر مسکراہٹ پھیل گئی، خدا جانے کہ اِن کو شہادت کتنی پیاری تھی، شہزادہ فوراً اُٹھے اور جلدی سے چچا کی طرف روانہ ہوئے۔

اِدھر شہنشاہؑ کربلا کی نگاہ پڑی، لعل کو مسکراتے ہوئے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اب کوئی ایسی سفارش لے کر آ رہے ہیں کہ جس کو شاید ہم رد نہ کر سکیں گے۔ آپ اپنے خیمہ میں

تشریف لے آئے، شہزادہ قاسمؑ بھی آپ کے خیمہ میں پہنچ گئے جس وقت شہزادہ قاسمؑ قریب آئے تو امام مظلومؑ نے فرمایا کہ کوئی موت کے لئے بھی سفارش کرتا ہے؟ شہزادے نے مسکرا کر وصیت نامہ پیش کیا۔

امام مظلومؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، رو کر فرماتے ہیں کہ کیا ایسے مشکل وقت میں بھی مجھے بھائی نے آزمایا تھا؟ (اسرار الشہادت)

میں سمجھتا ہوں کہ حضرت امام حسنؑ علم امامت سے یہ جانتے تھے کہ کربلا میں اتمام حجت کے لئے دولہا بنانے کی ضرورت پیش آئے گی اور اُمت ملعونہ اس دولہا کو شہید بھی کردے گی، اس لئے اُنہوں نے اپنے سب سے پیارے فرزند جناب امیر قاسمؑ کو اس کام کے لئے منتخب فرماتے ہوئے یہ وصیت نامہ بصورت تعویذ اِن کو عطا فرمایا اور ساتھ ہی اپنے بھائی کو بھی وصیت فرمائی تھی کہ تم اس موقعہ پر میرے لعل کو دولہا بنانا، اس لئے امام مظلومؑ نے فرمایا:

☆ **قال یا بن الاخ هذا الوصية لك من ابيك و عندی وصية اخری من ابيك لی و لا بد من انفاذها......** (مقتل طریحی)

اس کے بعد فرمایا کہ ایک وصیت تو یہ تھی جو انہوں نے تمہیں فرمائی تھی، ایک وصیت انہوں نے ہمیں بھی فرمائی تھی، وہ بھی ہم کو مکمل فرمانا ہے، یہ فرما کر اپنے خیمہ سے باہر تشریف لائے اور خیام حرم کے اندر جا کر۔

☆ **طلب عوناً و عباساً وجميع اهل بيتهٗ** (مقتل طریحی)

پہلے بھائیوں کو یاد فرمایا، بہنؑ کو بھی یاد فرمایا، جس وقت تمام خاندانؑ جمع ہو گیا تو فرمایا کہ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ پاک بھائی کی نشانی کی شادی کا اہتمام فرمائیں، اس کی بیوہ ماںؑ کی آس پوری ہو جائے کہ ایک مرتبہ اپنے شہزادہؑ کے سر پر سہرے کو دیکھ لیں۔

معظّمہ کائناتؑ حضرت زینبؑ نے جناب فضّہ کو حکم فرمایا کہ جلدی جا کر ہر خیمہ میں اطلاع دیں کہ آج پاک شبیرؑ کے خیمہ میں جناب امام حسنؑ کے پاک لعلؑ کی شادی ہو رہی ہے، ہر پاک بی بیؑ کو دعوت ہے، آج وقت مختصر ہے اور رسومات بہت زیادہ ہیں، یہ سن کر سب مستورات اپنے خیام سے روتی ہوئی روانہ ہوئیں اور امام مظلومؑ کے خیمہ میں جمع ہوئیں، اس وقت پاک بیبیوں نے آپس میں مشورہ کرنا شروع کیا کہ دلھن کے لئے تو کافی چیزیں درکار ہوتی ہیں، یہاں پر سہروں کے لئے پھول بھی موجود نہیں مہندی ہے تو اس کو تیار کرنے کے لئے پانی موجود نہیں ہے، رسومات ادا کرنے کے لئے وقت نہیں ہے، اب کیا کیا جائے؟

آپس میں مشورہ کے بعد ایک خیمہ کو جو کہ سب خیام کی پشت پر یعنی پاک خیام میں سے بالکل جنوب کی طرف تھا (جو کہ آج بھی موجود ہے) کو مختص فرمایا گیا (سفر نامہ حج)

اس خیمہ کو حجلۂ عروسی قرار دیتے ہوئے خیمۂ عروسی بنایا گیا، جس میں پاک دلھن کو بٹھایا گیا، آپ زائرین کرام سے پوچھیں وہ خیمہ آج بھی کربلا میں موجود ہے اس خیمہ کو کافی عرصہ تک تو مستورات جا کر دیکھتی تھیں کہ خیمہ کے پردوں پر مہندی کے نشانات اس رنگ میں موجود رہے کہ جیسے اس خیمہ کے پردے سے کسی نے مہندی والے ہاتھ صاف کئے ہوں، اس خیمہ میں پاک دلہن کو آ کر بٹھایا گیا، پہلا مسئلہ تھا مہندی تیار کرنے کا، اس کی ذمہ داری جناب شریکۃ الحسینؑ بی بی نے اُٹھائی، انہوں نے ایک برتن میں مہندی لی اور اپنے خیمہ میں تشریف لے آئیں اور اپنی آنکھوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ آج مجھے مہندی کے لئے پانی کی ضرورت ہے، کیا اس مشکل وقت میں تم میری امداد کر سکتی ہو؟

حکم ملنے کی دیر تھی، آنکھیں ساون کے بادل کی طرح کھل کر برسیں اور چند لمحوں

میں برتن میں اتنا پانی جمع ہو گیا کہ جس سے بہ آسانی مہندی بنائی جا سکتی تھی۔

صاحبانِ عرفان ذاکر جناب سیّد ذوالفقار علیؒ شاہ صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جن پاک ہاتھوں کے لئے یہ مہندی تیار کی جا رہی تھی ان کی نسبت سے واقعی یہ پاک مہندی اتنی ہی ذی عز و شرف تھی کہ جسے بنانے کے لئے آبِ زمزم یا آبِ کوثر مناسب ہی نہیں تھا، اس لئے اس پاک مہندی کو نبی زادیؑ کے مقدس آنسوؤں سے تیار کیا گیا تھا کیونکہ اس سے زیادہ متبرک پانی ممکن ہی نہیں تھا۔

یہی مہندی پاک تھی کہ جس کے متعلق صاحبانِ مقتل لکھتے ہیں کہ شامِ غریباں جب شامی ملاعین نے پاک خاندان تطہیر کے تبرکات لُوٹے گئے تو اُنہیں یہ مہندی نظر آئی، انہوں نے جس وقت پاک مہندی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو یہ مہندی فوراً راکھ بن گئی تھی، کیونکہ یہ اتنی مقدس مہندی تھی کہ جس کو کوئی غیر معصوم مس نہیں کر سکتا تھا۔

(خصائص الکبریٰ)

پاک دلہنؑ نے اس طرح تیار کی گئی مہندی کو دیکھا تو رو کر فرمایا کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ یہ مہندی کس طرح اپنے ہاتھوں پر لگاؤں، جبکہ میں یہ جانتی ہوں کہ کچھ دیر بعد میرا سہاگ باقی نہیں رہے گا اور مجھے یہ مہندی آنسوؤں ہی سے اُتارنا پڑے گی، پاک دلہنؑ کی یہ بات سن کر مستورات میں گریہ کا کہرام بپا ہوا، دلہن پاک رو رہی تھیں، تمام مستورات بھی رو رہی تھیں سب منت سماجت کر رہے تھے کہ دلہن مہندی لگاؤ، مگر دلہن کی آنکھیں نہیں ساون کے بادل ہیں جو برس رہے ہیں، رو کر فرماتی ہیں کہ مہندی تو سہاگ کی ہوتی ہے کہیں بیوگی کی مہندی بھی کسی نے لگائی ہے؟ جس وقت پاک دلہنؑ نے یہ کہا تو معظّمہ کائناتؑ نے پاک دلہنؑ کا سر اطہر چوم کر فرمایا کہ بیٹی جس طرح بھی ممکن ہو صبر کرتے ہوئے یہ رسم ادا کرنے دو کیونکہ ہم سب پر امامِ زمانہؑ کے حکم کی تعمیل

واجب ہے، اِن کی خواہش کی تعمیل تو ہر حال میں کرنا ہی ہے، پاک دلہنؑ نے جس وقت یہ فرمان سنا تو رو کر عرض کرتی ہیں پھوپھی جان! آپ کا فرمان بھی حق ہے مگر میری مجبوریوں پر بھی نگاہ فرمائیں یہ مہندی کی رسم چند گھڑیوں کی رسم ہے، بیوگی کا درد زندگی بھر کا ہے، یہ آنسوؤں سے تیار کی گئی مہندی کچھ دیر بعد آنسوؤں ہی سے اُتر جائے گی، مگر اس کا رنگ قیامت تک باقی رہے گا۔

پھوپھیوںؑ کا حکم مانتے ہوئے پاک دلہن نے مہندی لگائی، اِدھر امام مظلومؑ نے اپنے خیمہ میں اپنی بیوہ بھاوج کو یاد کیا، جب وہ تشریف لائیں تو سرکار رو کر فرماتے ہیں:

☆ **قال لام القاسمؑ الیس للقاسمؑ ثیاب جدد فقالت لا** (مقتل طریحی)

بھابھی! مجھے آپ کے یتیم کو دولہا بنانا ہے، ہر ماں اپنے بیٹے کی شادی کے لئے پہلے سے لباس تیار رکھتی ہے، کیا آپ نے بھی شہزادہ قاسمؑ کے لئے کوئی جوڑا تیار کیا تھا، کیا وطن سے روانہ ہوتے وقت اس کی شادی کے لئے آپ نے کوئی پوشاک بھی ساتھ لی تھی؟

معظّمہ بی بیؑ حضرت اُمّ فروہ سر جھکا کر عرض کرتیؑ ہیں کہ مجھے تو دکھوں نے وقت ہی نہیں دیا کہ میں اس کی شادی کی پوشاک تیار کرتی، میرے پاس تو اس کے لئے ایسا کوئی لباس بھی نہیں ہے جو اس کا پہنا ہوا نہ ہو۔

امام مظلومؑ فرماتے ہیں کہ اچھا آنکھیں صاف کریں، اس موقعہ پر رونا مناسب نہیں ہوتا، اس کے بعد بہن حضرت زینبؑ کی طرف دیکھا۔

☆ **فقالؑ لا ختہ ایتینی بالصندوق فاتتہ بہ و وضع بین یدیہ ففتحہ واخرج منہ قباء الحسنؑ والبسہ القاسمؑ قباء الحسنؑ والف عمامتہ علی راسہ** (مقتل طریحی)

پاک ہمشیرؑ سے کو فرمایا کہ تبرکات والا صندوق منگوائیں، یہ سن کر پاک بی بیؑ نے

کنیزوں کو حکم فرمایا کہ وہ صندوق فوراً لے کر آئیں، جس وقت وہ صندوق امام مظلومؑ کے سامنے آیا تو انہوں نے اس صندوق کو کھولا، اس میں سے اپنے پاک بھائی مولا امام حسنؑ کی ایک پوشاک برآمد کی، ہاتھوں میں اُٹھا کر آنکھوں سے لگائی، اس کے بعد پاک دولہا بیٹے کو پاس بلایا، بھائی کی پوشاک دولہا کے زیب تن فرمائی، اس کے بعد پاک بھائی کا عمامہ اُٹھایا اور دولہا کے سر پر سجایا۔۔

☆ **ثم ان الحسین ثیابه علی صورة الکفن و شد سیف بوسط القاسمؑ** (اسرار الشہادت)

امام مظلوم نے لختِ جگر کو ایسے پوشاک پہنائی جیسے کسی نوجوان کو کفن پہنایا جاتا ہے، کمر کے ساتھ تلوار آراستہ فرمائی، لباس پہنانے کے بعد۔

☆ **ثم انّ الحسین شق ازیاق القاسم و قطع عمامته نصفین وا ولها علی وجهه۔** (اسرار الشہادت)

عمامہ پاک کے سروں پر لگی ہوئی کناری جدا کر دی، پھر ایک طرف سے عمامہ پاک کو کچھ حد تک دو حصوں میں تقسیم کر دیا، اس کے ایک حصہ کے ساتھ تحت الحنک بنائی، دوسرے حصہ کو پیشانی پر ایسے لٹکایا جیسے مقنع باندھا جاتا ہے، اس کی وجہ علامہ دربندی نے یہ لکھی ہے کہ :-

☆ **ان تعرفه عرسه بهذه العلامة حین عبور حرم رسول الله صلی الله علیه وآلہٖ وسلم وبناته من مصارع القتلی** (اسرار الشہادت)

یعنی اس زمانہ میں دولہا کا مقنع ایسے بنایا جاتا تھا اور امام مظلومؑ نے یہ پسند فرمایا تھا کہ جب خاندان تطہیر کے پاک پردہ دار مقتل میں تشریف لے آئیں تو اس نشانی سے پاک دولہا کو پہچان لیں۔

المختصر جناب قاسمؑ کو دولہا بنانے کے بعد مولا کریم کربلا کافی دیر تک اپنے یتیم بھتیجے کو سینہ سے چمٹا کر گریہ فرماتے رہے، اِن کا منہ چوم کر فرماتے تھے کہ کاش آج آپ کے بابا پاک موجود ہوتے اور آپ کو اس رنگ میں دولہا کے روپ میں دیکھتے۔

حجلہ عروسی کے سامنے دولہاؑ اور دلہنؑ کی مسند لگائی گئی سامنے دلہن کے جہیز کا سامان رکھا گیا، سب رشتہ داری موجود تھے، سب آنکھیں گریہ کناں تھیں، جناب غازیؑ نے جناب قاسمؑ کو آ کر مسند پر بٹھایا، مظلوم کربلاؑ نے دریافت فرمایا کہ کیا میری چند گھڑیوں کی دلہن بیٹیؑ دلہن بن گئی ہے؟

جناب معظّمہ عالیہ حضرت زینبؑ نے عرض کی کہ آپ کا انتظار ہے، یہ سن کر امام مظلومؑ دختر کے خیمہ میں تشریف لے آئے۔

فمسك بيد ابنته التي كانت مسماة للقاسمؑ فعقد له عليها (طریحی)

اپنی پاک شہزادیؑ جو پہلے سے ہی شہزادہ قاسمؑ کے نام سے منسوب تھیں، اِن کو خیمہ عروسی میں بلوایا گیا، جس وقت وہ دلہن کے روپ میں تشریف لائیں اور امام مظلوم نے پاک بیٹی کو دلہن بنے دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے، پیشانی پر بوسہ دے کر فرماتے ہیں میری لائق بیٹی تمہارے بابا کی مجبوریاں ہیں ورنہ اِن دکھ درد کے حالات میں تمہیں دلہن نہ بناتا، یہ فرما کر پاک شہزادیؑ کا ہاتھ پکڑ کر جیسے دلہنوں کو سہارا دیا جاتا ہے، ویسے ہی سہارا دے کر خیمہ سے باہر لائے، سب مستورات نے اُٹھ کر استقبال کیا امام مظلوم نے پاک دلہن کو جناب قاسمؑ کی مسند کے ساتھ بٹھایا، اِس کے بعد جناب غازی پاکؑ نے خطبہ نکاح ادا فرمایا، یہ ایک عجیب منظر تھا کہ دولہا اور دلہن ایک ساتھ تشریف فرما ہوئے، سراطہر پر قضا کا سایہ تھا، مگر چونکہ حکم امام کے تحت یہ رسوم کرنا تھیں تو دولھا کی پاک والدہؑ دستور کے مطابق سب مخدراتِ عصمتؑ کو جہیز دکھانے میں

مصروف تھیں، وہ ایک ایک چیز کو اُٹھا کر پہلے آنکھوں سے لگاتیں، پھر چومتی تھیں، اشکِ غم پلکوں کے بند توڑ کر بہہ رہے تھے اور روکے نہیں رُکتے تھے، سب مستورات پوچھتی ہیں کہ آج تو خوشی کا موقعہ ہے آپ کیوں رو رہی ہیں، یہ چند لمحے تو مسکرا لیں، پاک بی بیؑ رو کر فرماتی ہیں کہ میں یہ جہیز تو دکھلا رہی ہوں مگر دل میں وسوسہ ہے کہ دلہنوں کے جہیز پر کسی بیوہ کو نہیں آنے دیا جاتا، کسی بیوہ کو سامان کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے، یہ میری بہو کا جہیز ہے اور جبکہ میں بیوہ ہوں اس لئے مجھے خوف محسوس ہو رہا ہے اور میں یہ سوچ رہی ہوں کہ کہیں کوئی بدشگونی نہ ہو جائے، میں یہ بھی جانتی ہوں کہ جیسے پاک دلہنؑ کا سہاگ آج کا مہمان ہے، ویسے ہی پاک دلہنؑ کا جہیز بھی آج ہی کا مہمان ہے کیونکہ کل شام غریباں کو شاید کوفہ و شام سے آئے ہوئے لوگ یہ سب کچھ لے جائیں۔

سب مومنین مل کر دعا کریں کہ اس ایک شب کی دلہنؑ کو ابدی خوشیاں نصیب ہوں اور بیوہ ماںؑ شہزادہ قاسمؑ کی خوشیاں دیکھ کر شاد ہوں، امام زمانہؑ کے سائے میں دولہا اور دلہن کی شادی کے شگن دوبارہ ادا کیے جائیں اور شادی کی یہ خوشیاں ابدالآباد تک منائی جاتی رہیں۔

﴿آمین یارب العالمین﴾

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَّعَجِّل فَرَجَھُمْ بِقائِمِهِمْ عجَلَ اللّٰهُ فَرَجَهٗ الشریف وَصَلَوَاتُ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰی اٰلِهٖ اَجْمَعِین

باب ۷

حضرت قاسمؑ کا تذکرہ اردو شاعری میں

مرثیے در حال حضرتِ قاسمؑ

مرزا دکنی

مرزا تخلّص، ابوالقاسم نام، ساکن گول کنڈہ۔ گول کنڈہ کا آخری سلطان تانا شاہ کا درباری شاعر تھا۔ مرثیہ کہنے میں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کرلی تھی۔ میر حسنؔ نے بھی اپنے تذکرے میں اس مرزاؔ کا ذکر کیا ہے۔

مرزاؔ نے حضرت قاسمؑ کے حال کا طویل مرثیہ کہا ہے:-

کہو قصّہ شجاعت کا سو قاسمؑ کی شہادت کا
یزیداں کی عداوت کا کہو یاراں صدا صد حیف

مرزاؔ نے اس مرثیے میں ازرق سے حضرت قاسمؑ کی جنگ کا تفصیلی حال نظم کیا ہے۔

سفارش حسین رضوی لکھتے ہیں:-

''مرزا نے میر انیسؔ کے جناب قاسمؑ کے حال کے مرثیے کی، جس کا مطلع ہے:-

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح

داغ بیل ڈیڑھ پونے دوسو برس پہلے ڈال دی تھی۔ میر انیسؔ کے مرثیے کی عمارت

اس بنیاد پر تعمیر ہوئی ہے"۔(اُردو مرثیہ صفحہ ۱۰۴)

اصغؔر دکنی

اصغؔر بھی ایک قدیم مرثیہ گو ہے، حضرت قاسمؑ کے حال میں اس کا مرثیہ مشہور ہے:۔

جب چڑھے لڑنے کوں قاسمؑ تب کہے رو رو دُلھن
اے نجومی سانچ کہہ کس وقت پر لاگے لگن
تھے کھڑے کیسے یو مجھ کوں چھوڑ گئے ابن حسنؑ
تخت چڑھتے بخت اُلٹے یہ ہوا کیسا شگن

تحقیقؔ دکنی

یہ بھی ایک قدیم مرثیہ گو ہے۔ حضرت قاسمؑ کے حال میں تحقیقؔ کا ایک مرثیہ دستیاب ہے۔

قاسمؑ اِس رن میں بنا بن کے چلا جاتا ہے
تار سہرے کے دیکھو سر سیں چھڑا جاتا ہے
بولے یو بیوہ دولھن دولھا میرا جاتا ہے
گھر عروسی کا دیکھو ہائے لوٹا جاتا ہے

فتح اللہؔ دکنی

یہ بھی ایک قدیم مرثیہ گو ہے۔ فتح اللہؔ نے بھی ایک مرثیہ حضرت قاسمؑ کے حال میں کہا ہے:۔

دن بیاہ کے شامیاں نے قاسمؑ بنے کوں مارا
بستا جو گھر حسنؑ کا کر ظلم سوں اُجارا

دلھن نے توڑ سہرا سر پیٹ یو پکارا
کہوں میں چھوڑ مجھ کوں دولھا کہاں سدھارا

فضلِ علی فضلیؔ دہلوی

محمد شاہ بادشاہِ دہلی کے عہد میں فضلیؔ نے فارسی ''روضۃ الشہداء'' کو ''کربل کتھا'' کے نام سے اردو نثر میں تحریر کیا ہے۔ یہ واقعۂ کربلا پر لکھی گئی عمدہ کتاب ہے دہلی کے نثری ادب میں اردو کی پہلی کتاب ہے۔ فضلیؔ مرثیے بھی کہتے تھے۔ ''کربل کتھا'' میں شہادتِ حضرت قاسمؑ پر ایک مجلس موجود ہے جس میں حضرت قاسمؑ کے حال کے مرثیے بھی ہیں:-

حیف اے قاسمؑ ، اب کنگن تیرا — اور شوانی وُو پیرہن تیرا
تِس پہ ہوتا ہے اب مرن تیرا — پیرہن ہووے ہے کفن تیرا

میرے بھائی حسنؑ کے جیو جگر — اب چلا توں چچا کے تئیں تج کر
اے بھتیجے تیرے چچا اوپر — آ کھڑا ہے گا دوکھ کٹھن تیرا

واری ماں پیٹتی ہے تجھ پہ پڑی — کہتی یہ کیا مصیبت آئی بڑی
اے بچّے ، تجھ بن ایک ایک گھڑی — دوبھر ہوئی ، ہائے ، بالپن تیرا

علی قلی ندیمؔ دہلوی

علی قلی ندیمؔ، دہلی کے رہنے والے تھے، میر مسکینؔ دہلوی کے شاگرد تھے، ندیمؔ نے ایک مرثیہ حضرت امام حسنؑ کی شہادت پر کہا ہے جس میں یہ شعر بھی ہے:-

نئی نسبت میں شاہ قاسمؑ کا
سر جدا تن سے یا حسنؑ دیکھو

میر عبداللہ مسکیںؔ دہلوی

میر عبداللہ مسکیںؔ دہلی کے رہنے والے تھے، محمد شاہ، بادشاہِ دہلی کے عہد میں مشہور مرثیہ گو تھے۔ خاصی تعداد میں مرثیے کہے ہیں۔ حضرت قاسمؑ کے حال میں ایک مرثیہ بہت مشہور ہے:۔

جب کہ قاسمؑ نے پہن گلے میں شہانہ باگا
باندھ سر سہرا چلا بیاہنے شب کا جاگا
موت کی آنکھ میں کیا خوب یہ نوشہ لاگا
ہوکے خوش وقت لگی کہنے بدھاوا گاگا

یہ شہادت کی تمھیں آن مبارک باشد
شادئ مرگ مری جان مبارک باشد

شاہ نجم الدین آبروؔ دہلوی

آبروؔ دہلوی، سراج الدین علی خاں آرزوؔ دہلوی کے شاگرد تھے ۲۰/دسمبر ۱۷۲۲ء میں وفات ہوئی۔ مرثیے بھی کہے ہیں۔ ایک مرثیے میں حضرت قاسمؑ کا ذکر اس طرح کیا ہے:۔

قاسمؑ نے دیکھا قصد لڑائی کا شاہ کا　　تنہائی اُن کی اور ہجوم اس سپاہ کا
مارا جگر کے دردسیں نالہ اک آہ کا　　دامن پکڑ اس اوجِ حقیقت کے ماہ کا
معروض اس طرح سے کیا ماجرا کے تئیں

کاے شاہ میرے باپ کے قائم ہو تم مقام　　ہم کو تمھاری ذات کا ہے آسرا تمام
تم سے ہمارا چھوٹنا دنیا میں ہے حرام　　رخصت قتال کی مجھے اوّل دو یا امام
یہ آرزو ہے جیو میں تمھارے خدا کے تئیں

قاسمؑ کی بات سُن کے یہ رویا بزرگوار　　کاے جان تو امام حسنؑ کا ہے یادگار

کرتا ہوں اپنے بیٹوں سے تجھ کو زیادہ پیار رخصت نہیں تجھے کہ کرے جا کے کارزار
گھر بیٹھ چاہتا ہے جو میری رضا کے تئیں

میر محمد علی محبؔ دہلوی

محبؔ دہلوی، سوداؔ دہلوی کے ہم عصر تھے، دہلی سے حیدر آباد دکن چلے گئے تھے۔ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد دکن میں اُن کے مرثیوں کی بیاض موجود ہے۔ دو مرثیے حضرت قاسمؑ کے حال کے بھی ہیں ایک مرثیے کا مطلع ہے:-

غمگین ہو، چڑھا بیاہ پہ یہ کس کا بنا ہے
نوبت بجی ماتم کی یہ کیوں؟ سہرا کِھلا ہے
یہ کیسا ہے دولھا، کہ کفن سر کو بندھا ہے
دولھن کے چلا گھر کو یا اب گور چلا ہے
موت مشاطہ ساتھ ہے، لینے والی جان
قاسمؑ اب دن بیاہ کے چلے ہیں قبرستان

دوسرا مرثیہ ہے:-

ہائے قاسمؑ کی سواری رن میں پہنچی جس گھڑی
لینے سرِسم دھنگانا یک بیک موت آ اڑی
چاند سے منھ پر لگی تروار جیوں گل کی چھڑی
ہو لہو کی دھار تھی، دولھے کے سہرے کی لڑی

مرزا محمد رفیع، سوداؔ دہلوی

سوداؔ دہلوی نے شاعری کی ہر صنف میں اپنی طبیعت کی جودت وندرت کے نمونے پیش کیے ہیں، مرثیے بھی خوب خوب کہے ہیں۔ آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ آئے،

آغا باقر کے امام باڑے میں لکھنؤ کی سرزمین پر محوِ خواب ہیں۔ سوداؔ نے حضرت قاسمؑ کے حال کے متعدد مرثیے کہے ہیں لیکن مندرجہ ذیل مرثیہ بہت مشہور ہیں:-

مطلع

یارو ستمِ نو یہ سُنو چرخِ کہن کا ٹھانا ہے عجب طرح سے بیاہ ابنِ حسنؑ کا
سنجوگ یہ کچھ باندھا ہے دولھا سے دُلھن کا جو تار کفن کا ہے سو ڈورا ہے لگن کا

مطلع

کیا کروں شادی قاسمؑ کا میں احوال رقم واسطے دیکھنے کے آرسی مصحف جس دم
بیاہ کی رات رکھا تخت پہ نوشہ نے قدم گائے تقدیر و قضا نے یہ بدھاوے باہم

قاسما مرگِ جوانانہ مبارک باشد
جلوۂ شمع بہ پروانہ مبارک باشد

کپڑے بنے تھے جو پہننے کے لیے بیاہ کی رات کیا گھڑی تھی وہ کہ نوشہ کی ہوئی قطع حیات
یوں بدا تھا کہ سیئے جائیں کفن دوز کے ہات شہ نے پہنے تو کہا موت نے کر تسلیمات

بہ قدت خلعت شاہانہ مبارک باشد
جامہ پُرخون شہیدانہ مبارک باشد

میر تقی میرؔ

میر تقی میرؔ کی زندگی خود ایک مرثیہ تھی، آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ پہنچے تو رونے رُلانے کے لیے مرثیہ ہاتھ آ گیا، مرثیوں کا مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ ایک مرثیہ شہادت حضرت قاسمؑ پر بھی کہا ہے:-

قاسمؑ کی شادی اُس دن رچائی جس دن کہ شہؑ سے کچھ بن نہ آئی

دلھن نے سسے ایسی بنائی وہ بزم جن نے ساری رُلائی

بھائی نہ تھے جو ہوتے براتی بزمِ عروسی رونق بھی پاتی
سو تو جلائی ہر اک نے چھاتی آگے ہی جاجا گردن کٹائی

دولھا اگر تھا ظاہر نویلا لیکن نہایت بیکس ، اکیلا
بابا کا مرنا اس طور جھیلا طاقت سے آگے ایذا اُٹھائی

بابا ہوا تھا ہو کر کے مسموم شفقت ، عنایت ، غیروں سے معلوم
ایک جو چچا ہے سو بھی ہے مظلوم ڈھونڈھے ہے اپنے غم سے رہائی

خلیفہ محمد علی سکندؔر دہلوی

جن قدیم مرثیہ نگاروں نے شہرت عام پائی اُن میں سکندؔر کا نام اہم ہے۔ ۱۸۰۰ء میں وفات ہوئی۔ اُن کے مرثیے دوسو سال گذرنے کے باوجود مقبول عام ہیں۔ اُن کا ایک مرثیہ حضرت قاسمؑ کے حال کا بہت مشہور ہے:-

بیاہ کے دن سرِ قاسمؑ پہ جو تیغا لاگا
کٹ کے سہرا جو گرا کھل گیا منھ کا آگا
دیکھا نوشہ کے لوہو کا جو سوہا باگا
ہو کے قربان قضا بولی بدھاوا گاگا

دن شہادت کے تمھیں آن مبارک باشد
جلوۂ موت مری جان مبارک باشد

سکندؔر کا ایک مرثیہ اور حضرت قاسمؑ کے حال میں مربع ہے جس میں ۳۴ بند ہیں:-

بنے قاسمؑ کے سر سہرا بندھا کے

خادم علی خادمؔ دہلوی

خادمؔ دہلوی، میر تقی میرؔ کے شاگرد تھے، عہد آصف الدولہ میں دہلی سے لکھنؤ آ گئے تھے۔ اُن کا ایک مرثیہ درحال حضرت قاسمؑ علی گڑھ یونیورسٹی میں موجود ہے:۔

"قاسمؑ بنرا رخصت ہو کر جب میداں کی طرف چلا"

شیخ غلام ہمدانی مصحفیؔ امروہوی

مرثیہ

کبرؑا نہ کیوں کر آپ کو صرفِ بکا رہے	ابنِ حسنؑ جب اس سے منھ اپنا چھپا رکھے
کیوں اے فلک روا ہے یہی تکمہ کے	اس آستینِ چاک کو معجر کے واسطے

دولھا کے غم سے رو رو کے دلھن ہو یوں ہلاک	ڈالیں براتی خانۂ ماتم میں سر پہ خاک
سہرا بنے تیار گریبان چاک چاک	قاسمؑ بنے سے سرو سیم بر کے واسطے

مرزا گدا علی گداؔ

مرثیے درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ جب دیا میدان کا قاسمؑ کو حضرت نے جواب	بند ۴۹
۲۔ جب مادرِ قاسمؑ نے قاسمؑ کو بنا دیکھا	بند ۳۹
۳۔ ماں نے جب کبرؑا کو مسند پر بٹھایا مومنو	بند ۳۳
۴۔ میں برات کو کہوں اے یارو یا میّت کا ساتھ	بند ۳۷
۵۔ جب حنا بندی کی آئی رات مہر و ماہ کی	بند ۳۱
۶۔ جس کا کنبہ خاک و خوں میں لوٹتا ہو ہائے ہائے	بند ۴۰

گدؔا......مرثیہ(بند۴۰)

جس کا کنبہ خاک وخوں میں لوٹتا ہو ہائے ہائے

قصہ کوتہ جب وہ دولھا ٹکڑے ٹکڑے ہو چکا
اور گِرا میدان میں گھوڑے سے وہ نوکتخدا
وہ چچا لاش اس بنے کی اپنی چھاتی سے لگا
لے چلا جب گھر کی جانب پیٹتا روتا ہوا

دیکھا کیا ڈیوڑھی پہ ماں اُس کی چودھویں کے ماہ کی
منتظر با چشمِ تر بیٹھی ہے اس نوشاہ کی

میر حیدرؔی

۱۔ شادی کہوں میں اس کو ماتم کی آج رات
۲۔ مومنو رن میں مچی جب شادیٔ ابنِ حسنؑ بند۳۵
۳۔ یارو وہ شادی کہ جس میں نالہ و فریاد ہو بند۳۷

سلام

دیکھ کر شادیٔ قاسمؑ کو یہ کہتا تھا ہر اک اس طرح کا بھی کہیں بیاہ بھلا ہوتا ہے
یہی کچھ رسم ہے ہوتی کہ دلھن ننگے سر اور سر دولھا کا نیزہ پہ چڑھا ہوتا ہے

حیدرؔی........مرثیہ

اُٹھ کے تب قاسمؑ کی ماں نے اپنی چھاتی سے لگا بیاہ کا جوڑا جو وہ بیکس بدن پر پہنے تھا
پھاڑ کر اس کو دیا شکل کفن اس دم پنہا پھر سپر تلوار بندھوا ہاتھ میں نیزہ دیا

اور کہا یوں شاہ سے کچھ عرض کرنے آئی ہوں
آپ کے اکبرؑ کا فدیہ اپنا قاسمؑ لائی ہوں

احسانؔ لکھنوی

مرثیہ (بند۳۰) درحال حضرت قاسمؑ

چین نہ دن کو ہے نہ رات کو آرام ہے

سُن کے یہ شبیرؑ واں شور مچانے لگے　　پھینک کے پگڑی کے تیئں خاک اُڑانے لگے
دیکھ کے کبرؑا کا منھ آنسو بہانے لگے　　جس گھڑی قاسمؑ کی آلاش اُٹھانے لگے
ماں نے یہ اس کی کہا ہیں مری گودی پلے
اے مرے صاحب مرا لال کہاں لے چلے

مرزا پناہ علی بیگ افسردہ

مرثیے درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ بیاہ ہے قاسمؑ بنے کا مومنوں زاری کرو　　بند۳۱
۲۔ جنّت چلا ہے قاسمؑ لے کر برات اپنی　　بند۳۲
۳۔ اے فلک کیسا ترے دور میں یہ بیاہ ہوا　　بند۲۵

مرثیہ

کیوں حنائی درو دیوار ہیں ویران سبھی　　سُرخیٔ خون تو مخفی ہے بظاہر سبزی
کیا حسنؑ سیّدِ مسموم کے گھر ہے شادی　　کون دولھا ہے بنا، کون بنی بیوہ بنی
کس کا یہ تختۂ گلزار لُٹا شادی میں
کس کی مہندی تھی جو یہ خون بہا شادی میں

افسردہ......مرثیہ

قاسمؑ یہ لگے کہنے کہ اے بھینا کہوں کیا　　تلواروں سے ٹکڑے ہوا سر پر مرے سہرا

گردن ہے قلم میری میں ہوں خون میں ڈوبا   تھا موت کا حیلہ وہ میرا بیاہ کہاں تھا

کہیو مری دلھن کو نہ رووے مرے غم سے

دے صبر خدا جلد اُسے اپنے کرم سے

سلام......افسردہ

جیسا قاسمؑ گیا بن بن کے بنا تھا بن میں

ایسا دولھا کوئی دنیا میں بنایا نہ گیا

لاشِ قاسمؑ سے کہی مادرِ قاسمؑ نے یہ بات   کیوں تری فصل بہاری گل رعنا نہ رہی

غنچے باغوں میں چٹکتے ہیں پڑے تم ہو خموش   کیوں زباں اے مرے گلرو تری گویا نہ رہی

یہ کہتے تھے قاسمؑ کے لاشے سے اکبرؑ   کہ لو ہم بھی مُلکِ عدم دیکھتے ہیں

لاش قاسمؑ کی دیکھی حسنؑ نے جب کہ آکر   پارہیرے کی دل سے کٹی تھی کربلا میں

آج کاسمؑ کیسو یہ بیاہ کیو موری بِٹیا کو بن میں تباہ کیو

آپ جنّت کی تو راہ لیو گلے پھولن ڈار کے ہار گئیو

دلگیر کے مرثیے

درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ جب قاسمؑ اپنی ماں سے رخصت طلب ہوا   بند۵۱   جلد پنجم

۲۔ جب عزم ہوا بہرِ وغا ابنِ حسنؑ کا   بند۶۱   جلد پنجم

۳۔ جب قاسمؑ نوشاہ گرا خانۂ زیں سے   بند۵۳   جلد اوّل

۴۔	جب کربلا میں شادیٔ ابنِ حسنؑ ہوئی	بند۳۷	جلدسوم
۵۔	جب مادرِ قاسمؑ نے سُنا آتی ہے زینبؑ	بند۴۳	جلداوّل
۶۔	جب کہ قاسمؑ نے چچا جان کو تنہا دیکھا	بند۴۴	جلدسوم
۷۔	جس دم شہؑ مظلوم گرے گھوڑے سے رن میں	بند۴۰	جلدپنجم
۸۔	جب لے چلے شہؑ قاسمؑ ناشاد کا لاشہ	بند۴۳	جلدچہارم
۹۔	جب چاہی رضا مرنے کی قاسمؑ نے چچا سے	بند۴۴	جلدچہارم
۱۰۔	حسینؑ نے جو حسنؑ کی ادا وصیت کی	بند۶۰	جلداوّل
۱۱۔	سرسبز جب بہشت میں ابنِ حسنؑ گیا	بند۵۰	جلددوم
۱۲۔	عقد کبرٰا سے ہوا جب قاسمِ نوشاہ کا	بند۴۵	جلددوم
۱۳۔	فاطمہ کبرٰا جو بنائی بنی	بند۴۳	قلمی
۱۴۔	قاسمؑ نے چچا سے جو اجازت طلبی کی	بند۳۸	جلدچہارم
۱۵۔	کہہ دی یہ خبر آکے کسی نے جو دُلھن سے	بند۴۶	جلدچہارم
۱۶۔	میدان کی مانگی جو رضا ابنِ حسنؑ نے	بند۵۴	جلدپنجم
۱۷۔	میدان سے لاش آئی جو فرزندِ حسنؑ کی	بند۵۲	جلدپنجم

مرثیہ (بند۴۷) جلداوّل

اے مومنو بن بیٹوں کی جب ہوچکی زینبؑ

اس شان سے فرزندِ حسنؑ رن میں چلا تھا　　اک سبز عمامہ سرِ اقدس پہ بندھا تھا

وہ شملہ جو چھوڑا تھا سو کاندھے پہ پڑا تھا　　گردانے ہوئے شان سے دامانِ قبا تھا

تحت الحنک اس وضع سے مکھڑے پہ پڑی تھی

بدلی سی بس اک چاند کے پہلو میں لگی تھی

مرثیہ (بند ۵۵)

جلد اوّل

جب دشتِ کربلا میں شہادت کی شب ہوئی

آپس میں دونوں بھائی تھے یہ کہہ رہے ابھی جو اُن کی آنکھ چہرۂ قاسمؑ پہ پڑ گئی
دیکھا شگفتہ جوں گُلِ خنداں ہے وہ جری گویا کہ اُس کو رن کی اجازت ہے مل چکی
کرتا ہے سجدہ، سجدے سے جب سر اُٹھاتا ہے
گردوں کی سمت دیکھتا ہے مُسکراتا ہے

مرثیہ (۶۰ بند)

حسینؑ نے جو حسنؑ کی ادا وصیت کی

کہا یہ مادرِ قاسمؑ نے اور کِیا نالہ گیا حضورِ حسنؑ میری گود کا پالا
شہیدِ راہِ خدا فدیۂ شہؑ والا مرا جری پسر ازرقؔ کا مارنے والا
مرا حسین پسر اور مرا دلیر پسر
غزال چشم مرا لال اور شیر پسر

مرثیہ (۳۶ بند)

جب مادرِ قاسمؑ نے سُنا آتی ہے زینبؑ

جب ڈیوڑھی پہ پہنچی بنے قاسمؑ کی سواری ماں اُس کی جو پردے سے لگی کرتی تھی زاری
سرورؑ کو جو دیکھا تو یہ کہنے لگی واری کیوں بھر گئی خوں سے ہوئی کیا شکل تمھاری
اس لاڈلے کو میرے یہ کیا ہو گیا رن میں
ہاں رات کا جاگا تھا سو یہ سو گیا رن میں

مرثیہ(۵۳بند)

جب قاسمؑ نوشاہ گرا خانۂ زیں سے

جب قاسمؑ نوشاہ گرا خانۂ زیں سے اور شہ کو پکارا وہ اک آوازِ حزیں سے
گھوڑے کی عناں چھُٹ گئی دستِ شہ دیں سے جاتے ہی اُٹھایا اُسے رورو کے زمیں سے
تھے خاک کبھی پوچھتے چہرے سے بنے کے
آنکھوں کو کبھی ملتے تھے سہرے سے بنے کے

مرثیہ(۴۵بند)

عقد کبراؑ سے ہوا جب قاسمؑ نوشاد کا

مادرِ ابنِ حسنؑ نے یوں کیے رورو کے بین تم پہ اماں ہو صدقے اے حسنؑ کے نورِ عین
تم چچا کے عاشق اور عاشق تمھارے ہیں حسینؑ حق تعالیٰ نے بنایا کیا ہے عشقِ جانبین
شکر ہے آگے ہمارے صدقے عموں پر ہوے
جان دے کر اپنی پیارے صدقے عموں پر ہوے

مرثیہ(۵۰بند)

سرسبز جب بہشت میں ابنِ حسنؑ گیا

ارزق کو تو نے مارا جو اے غیرتِ قمر زہراؑ گری تھی شکر کے سجدے کو خاک پر
تھا ایک تو حسینؑ کی تعلیم کا اثر زہراؑ کی یہ دعا سے ہوئی تھی تری ظفر
سر مکھ جو تجھ سے وہ صفتِ فیل ہوگیا
ہر تیر اُس کو ریزۂ سجّیل ہوگیا

مرثیہ(۳۷بند) جلد سوم

جب کربلا میں شادیٔ ابنِ حسنؑ ہوئی

قاسمؑ قدم پہ شاہ کے یہ کہہ کے گر پڑا　　کیا مانگوں میں ہے آپ نے سب کچھ مجھے دیا
یہ آرزو مری ہے یہی بس ہے التجا　　بابا تمھاری مجکو غلامی میں دے گیا
زہراؑ کی آپ مجکو غلامی میں دیجیے
مرنے کی رخصت آپ سلامی میں دیجیے

مرثیہ (بند ۳۴) جلد سوم

جب کہ قاسمؑ نے چچا جان کو تنہا دیکھا

جب کہ قاسمؑ نے چچا جان کو تنہا دیکھا　　اور اُس شاہ پہ اک حادثہ برپا دیکھا
موج زن دشت میں اک خون کا دریا دیکھا　　قبضۂ تیغ کی جانب بہ تمنّا دیکھا
دل سے رو رو کے کہا اب تجھے کیا کرنا ہے
زندگانی کی تمنّا ہے کہ اب مرنا ہے

مرثیہ (۳۸ بند)

قاسمؑ نے چچا سے جو اجازت طلبی کی

قاسمؑ نے چچا سے جو اجازت طلبی کی　　حالت ہوئی تغیر بہت سبطِ نبیؐ کی
شدّت نظر آئی جو اُسے تشنہ لبی کی　　تقریر تھی یہ سبطِ رسولؐ عربی کی
دانستہ گرفتارِ بلا ہوتے ہو قاسمؑ
اِس وقت میں کیوں مجھ سے جدا ہوتے ہو قاسمؑ

مرثیہ (۴۶ بند) جلد چہارم

کہہ دی یہ خبر آ کے کسی نے جو دُلھن سے

پھر مادرِ قاسمؑ نے یہ شبیرؑ سے پوچھا　　صدقے گئی بیٹا مرا کچھ خوب لڑا تھا
گھبرایا تو رن میں نہیں کم سن مرا بیٹا　　پانی کی طرف تو نہیں اِس پیاسے نے دیکھا

زخمی وہاں سردار بھی دوچار کیئے تھے
بڑھ بڑھ کے مرے لعل نے کچھ وار کیئے تھے

مرثیہ (۴۳ بند) جلد چہارم

جب لے چلے شہؑ قاسمؑ ناشاد کا لاشہ

ڈیوڑھی پہ کھڑا روتا تھا زہراؑ کا وہ جایا — فضّہ نے غرض خیمے کا پردہ جو اُٹھایا
اِس شکل سے زینبؑ کو برادر نظر آیا — یعنی کہ ہے سرتا بہ قدم خوں میں نہایا
اور گھوڑے پہ ہے قاسمؑ ناشاد کا لاشہ
شہؑ روتے ہوے لاتے ہیں داماد کا لاشہ

مرثیہ (۴۴ بند) جلد چہارم

جب چاہی رضا مرنے کی قاسمؑ نے چچا سے

دلگیرؔ کا یہ مرثیہ حالاتِ حضرت قاسمؑ کے موضوع پر بہترین مرثیہ ہے، میر انیسؔ اور مرزا دبیرؔ اگر اس مرثیے پر اپنی توجہ مرکوز کر دیتے تو حضرتِ قاسمؑ کے حال کے تمام مرثیوں کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا۔ زیادہ تر مرثیوں کا موضوع شادیٔ قاسمؑ یا ازرقؔ سے لڑائی ہے۔ دلگیرؔ کا یہ مرثیہ حضرت قاسمؑ کی سیرت و کردار سے متعلق ہے اور اس موضوع پر یہ واحد مرثیہ ہے:۔

قاسمؑ نے کہا آپ یہ کیا کہتے ہیں حضرت — ہیں دیر سے امّاں تو مجھے دے چکیں رخصت
کب اُن کو گوارا ہے کہ ہو آپ پہ آفت — یا شہؑ میری اماں ہیں بڑی صاحبِ غیرت
سو بار ہیں فرما چکی مجھ خستہ جگر سے
مرنے کی رضا مانگ محمدؐ کے پسر سے

سیّد عبداللہ ناظمؔ لکھنوی

مرثیے درحال حضرت قاسمؑ

میر خلیقؔ

درحال شہادت حضرت قاسمؑ

۱۵۔ رن میں جب شبیرؑ کے انصار سب مارے گئے بند۴۰

۱۶۔ جنگ میں قاسمؑ نوشاہ نے جب نام کیا بند۴۹

۱۷۔ جب وادی جنگاہ میں کام آچکے قاسمؑ بند۵۰

۱۸۔ رن میں باندھے ہوے سہرے کو جو آئے قاسمؑ بند۴۱

۱۹۔ مہندی کی آج قاسمؑ نوشہ کی دھوم ہے بند۳۹

میر خلیق (۴۰ بند)

جب تیغ چلی سروِ گلستانِ حسنؑ پر سرتا بقدم زخم کھلے گل سے بدن پر
طاری ہوا غش رن میں جو اس غنچہ دہن پر یکبار خزاں آگئی شادی کے چمن پر
دکھلائی بہار اپنی عجب گلشن غم نے
سنبل سے کیے بال پریشان حرم نے

مرثیہ (۴۰ بند)

صف بندھ چکی میدان میں جب فوجِ ستم کی اور طبل بجے تیغ ہر اک برق سی چمکی
قاسمؑ نے بڑھا گھوڑے کو شمشیر علم کی اعدا نے ہراساں ہو یہ تقریر بہم کی
کس درجہ بہادر ہے یداللہ کا پوتا
کس شان سے آیا اسداللہ کا پوتا

مرثیہ (۴۰ بند)

رن میں جب شبیرؑ کے انصار سب مارے گئے بے خطا، بے جرم، ناحق، بے سبب مارے گئے
حضرت زینبؑ کے بھی فرزند جب مارے گئے اور قاسمؑ کے بھی بھائی تشنہ لب مارے گئے
بارِ غم سے وہ حسنؑ کا لاڈلا گھبرا گیا
دیکھ کر لاشے اسے جوشِ شجاعت آگیا

مرثیہ(۲۹بند)

مومنو آئی جو اولادِ حسنؑ کی باری ماں نے ان کی کہا حضرت سے باآہ وزاری
اپنے مرنے کی نہ بھائی کرو تم تیاری صدقے ہونے دو بھتیجوں کو یہ بھابی واری
اپنے بھائی کی وصیت پہ عمل کرنے دو
پہلے میدان میں بیٹوں کو مرے مرنے دو

مرثیہ(۳۶بند)

قاسمؑ بنا جہاں سے جب کوچ کر گیا عمّو کے دل پہ داغ جدائی کا دھر گیا
رن کو وہ یوں پکارتا با چشم تر گیا وہ میرا سہرے والا بھتیجا کدھر گیا
اسلوب کون سا ہے بھلا دل کے چین کا
ویران ہوتا جاتا ہے لشکر حسینؑ کا

مرثیہ(بند۳۴)

قاسمؑ بنا مسند پر جب بن کے بنا بیٹھا اور شرم سے زانوں پر سر اپنا جھکا بیٹھا
کہنے سے بزرگوں کے اک دم کو تھا آبیٹھا پر دل میں تھا جینے سے وہ ہاتھ اُٹھا بیٹھا
سہرا تو پڑا منھ پر پھولوں کا لٹکتا تھا
وہ چاؤ بھرا پھر پھر میدان کو تکتا تھا

مرزا فصیح کے مرثیے

درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ جب تیغ کھینچی شاہ نے اور باگ لی رہوار کی بند ۶۰ عبداللہ ابن حسنؑ
۲۔ جب جنگ کے میدان میں ابنِ حسنؑ آئے بند ۴۸ حضرت قاسمؑ
۳۔ شادی سے فراغت جو ہوئی ابنِ حسنؑ کو بند ۳۸ حضرت قاسمؑ

۴۔ کربلا میں شاہ کو جب روز عاشورا ہوا بند ۷۶ حضرت قاسمؑ

۵۔ کیا جواں شاہ کے ہمراہ تھے سبحان اللہ بند ۵۷ عبداللہ ابن حسنؑ

۶۔ لشکرِ شام میں جس دم نظر آئے قاسمؑ بند ۵۷ حضرت قاسمؑ

۷۔ لاش نوشاہ کی میدان سے لاتے ہیں حسینؑ بند ۵۰ حضرت قاسمؑ

مرثیہ (بند ۴۷)

لاش نوشاہ کی میداں سے لاتے ہیں حسینؑ

ماں کدھر اشک بہاتی ہے بنے قاسمؑ کی لاش اب خیمے میں آتی ہے بنے قاسمؑ کی

زخمی تلواروں سے چھاتی ہے بنے قاسمؑ کی جان اے بیبیو جاتی ہے بنے قاسمؑ کی

ہوگا کس دھوم سے نوشاہ کے گھر میں ماتم

کیسا جلد آگیا اس ماہ کے گھر میں ماتم

مرثیہ (بند ۴۸)

جب جنگ کے میداں میں ابن حسنؑ آئے

جب جنگ کے میداں میں ابنِ حسنؑ آئے خلعت کو عروسی کے بنا کر کفن آئے

اک دھوم پڑی قاسمؑ گُل پیرہن آئے ہر سمت سے تلواریں لیے تیغ زن آئے

نوشہ تو ادھر جنگ پہ تیار ہوا تھا

روتے تھے حرم خیمے میں کہرام بپا تھا

میر ضمیر کے مرثیے

درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ جب خیمے سے روانہ حسنؑ کا پسر ہوا

۲۔ روشن کیا جب نام چراغِ حسنی نے

۳۔ قاسمؑ ابنِ حسنؑ نے جو شہادت پائی بند۳۹

۴۔ قاسمؑ جب آکے شاہ سے رخصت طلب ہوا بند۳۵ بند

۵۔ لشکرِ شام میں جس دم نظر آئے قاسمؑ

مرثیہ (۴۰ بند)

مطلع:- آبِ دمِ شمشیر سے جب پیاس بجھا کر

آبِ دمِ شمشیر سے جب پیاس بجھا کر فردوس میں پہنچے شہدا حلق کٹا کر
نوشہ نے کہا حق سے یہ ہاتھوں کو اُٹھا کر قاسمؑ کو بھی اب دَین سے بابا کے ادا کر
ارمان ہے فدیہ میں بنوں شاہ زمن کا
قرضِ حسنہ ہے یہ مرے پاس حسنؑ کا

مرثیہ (۶۵ بند)

''مرنے پہ کمر باندھی جو شہؑ کے رفقا نے''

کام آگئے رن میں رفقا شاہ کے سارے فرزند گئے مسلمؑ مظلوم کے مارے
زینبؑ کے پسر بھی سوئے فردوس سدھارے تب حضرت قاسمؑ ہوئے میداں میں اُتارے
واں جنگ کا سامان تھا اور دھوم پڑی تھی
یاں بیبیوں کو جان کی قاسمؑ کے پڑی تھی

مرثیہ (۵۱ بند)

مطلع:- ''گھوڑے سے جو نوشاہ گرا روے زمیں پر''

گھوڑے سے جو نوشاہ گرا روے زمیں پر اور شہؑ کو نہ آیا وہ نظر خانۂ زیں پر
اندوہ کا اک کوہ گرا سرورِ دیں پر فرمانے لگے ہاتھ کو رکھ اپنی جبیں پر
یاں ظالموں نے مار لیا ابنِ حسنؑ کو
کیا جا کے میں دکھلاؤں گا منھ اُس کی دلھن کو

مرثیہ (۷۰ بند)

مطلع:- میداں میں آمد آمد قاسمؑ کی دھوم ہے

میداں میں آمد آمد قاسمؑ کی دھوم ہے اور زلزلہ میں کشورِ سلطانِ روم ہے
ارض و سما میں جن و ملک کا ہجوم ہے اک حملے میں بہشت بزیرِ قدوم ہے
غل ہے کہ یہ ریاضِ حسنؑ کا نہال ہے
ابن کنندۂ درِ خیبر کا لال ہے

مرزا حسین علی خاں اثرؔ لکھنوی (شاگردِ ناسخ)

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف آباد | مرثیہ (بند ۴۴)

مطلع:- بنے قاسمؑ کی کروں گر میں بیاں شادی کا

بنے قاسمؑ کی کروں گر میں بیاں شادی کا نام لیں پھر نہ کبھی اہلِ جہاں شادی کا
رات کو گھر میں تھا دولھا کے سماں شادی کا صبح ہوتے ہی نہ تھا نام و نشاں شادی کا
بنے کے گھر کی ہوئی در پئے بربادیٔ مرگ
دیکھ کر بنری کا منھ بنرا ہوا شادیٔ مرگ

مرزا کلبِ حسین خان نادرؔ (شاگردِ ناسخ)

مرثیہ

جب کہ اعدا نے نشانوں کے پھریرے کھولے

حضرت قاسمؑ کی شہادت پر ماں (اُمِّ فروہ) کے بین:

شانہ کس گیسو میں کروں گی قاسمؑ سُرمہ کس نرگسی آنکھوں میں دوں گی قاسمؑ
صدقے کس چاند کی تصویر کے ہونگی قاسمؑ مرگیا تجھ سا پسر اب نہ جیوں گی قاسمؑ

ترے باعث سے تھی آفاق میں حرمت میری
تیری ماں جان کے سب کرتے تھے عزت میری

رباعی

عارض تھے جو بدر کمال قاسمؑ — تو ابرو پُرخم تھے ہلال قاسمؑ
ہر خال فزوں تھا نجم رخشندہ سے — خورشید تھا روے بے مثال قاسمؑ

تھا خاک پہ جسم ناتوانِ قاسمؑ — دوڑاتے تھے گھوڑے دشمنانِ قاسمؑ
پامال مثالِ سبزہ میداں میں ہوے — تھے ٹاپوں سے چور استخوانِ قاسمؑ

حجلے میں عجب مجلسِ غم برپا تھی — سب سمدھنیں بیہوش تھیں غش کبرؑا تھی
روتے تھے رسولؐ ، پیٹتی تھی زہرؑا — مرگِ قاسمؑ قیامتِ کبرؑا تھی

نواب باقر علی خاں تشفیؔ لکھنوی (شاگرد ناسخؔ)

مرثیے درحال حضرت قاسمؑ

مرثیہ (بند ٦٦)

رو لو محبّو آج یہ مہندی کی رات ہے

یہ سُن کے مستعد ہوے لڑنے پہ اہلِ شام — قاسمؑ نے بھی نیام سے بس کھینچ لی حُسام
میدان میں جنگ سے ہوے دوزادۂ حرام — پوتے نے رن میں خوب کیا مرتضٰی کا نام
اہلِ ستم کی فوج کو مسمار کر دیا
ازرق کے چاروں بیٹوں کو فی النّار کر دیا

مرثیہ (بند ۱۴۴)

مومنو ثانیٔ طوبیٰ یہ میرا منبر ہے

مومنو چاہیئے اِس وقت خیالِ قاسمؑ   مختصر کر کے بیاں کرتا ہوں حالِ قاسمؑ
آج ہے مدِّنظر وصفِ جمالِ قاسمؑ   سب میں ہے مثلِ حسنؑ جاہ وجلالِ قاسمؑ
رُخِ انور کی چمک تابہ فلک جاتی ہے
چاندنی رات کو اُس چاند سے شرماتی ہے

امیر الدّولہ راجہ محمود آباد سر محمد امیر حسن خان حبیبؔ

مرثیہ (بند ۴۶۵)

اے زباں قوّتِ اعجاز بیانی دکھلا

حضرت قاسمؑ پر لکھے گئے مرثیوں میں یہ سب سے طویل مرثیہ ہے، متعدد الفاظ اُردو لغت میں اضافہ ہیں:-

پشتِ مرکب پہ ہے راکب کہ ہے خاتم پہ نگیں   پرتوِ حُسن سے ہے منزلِ مہ خانۂ زیں
جلوہ افروزِ فرس قاسمؑ نوشاہ نہیں   یوسفِ اورنگِ سلیماں پہ ہوئے آکے مکیں
قاف سے قاف تلک شہرۂ رعنائی ہے
اب تو پریوں کو بھی دعوائے زلیخائی ہے

میر انیسؔ

مرثیہ (۱۶۴ بند)

پھولا شفق سے چرخ پہ جب لالہ زار صبح

جب خیمۂ حسینؑ سے نکلا حسنؑ کا لال   دیکھا کہ در پہ روتے ہیں سرورؑ بصد ملال
بس گر پڑا قدم پہ یہ کہہ کر وہ خوش خصال   دیجے رضائے حرب مجھے بہرِ ذوالجلال

چلاّئی ماں کہ سبطِ پیمبرؑ نہ روکیو
شبرؑ نے دی صدا کہ برادر نہ روکیو

مرثیہ(۱۴۲بند)

جب حضرت زینبؑ کے پسر مر گئے دونوں

دی رن کی رضا شاہ نے جب ابنِ حسنؑ کو کیا عید ہوئی مرنے کی اِس غنچہ دہن کو
شیرانہ چلا تیغ بکف خیمے سے رن کو اعدا نے کہا دیکھ کے اس رشکِ چمن کو
نورِ حسنی چہرۂ زیبا سے عیاں ہے
ہم شوکت و شانِ اسداللہ یہ جواں ہے

مرثیہ(۹۸بند)

جب صبح شبِ عقدِ چراغِ حسنؑ آئی

کرتی ہے عروسِ اجل آ آ کے اشارے مشتاق ہوں میں اے حسنؑ پاک کے پیارے
اب چلیے جناں کیجئے حوروں کے نظارے شبرؑ ہیں بہت دیر سے مشتاق تمھارے
اس دھوپ میں جنت کی ہوا کھایئے چل کر
سہرا بندھا دادی کو بھی دکھلایئے چل کر

مرثیہ(۱۶۲)

سب سے جدا روش مرے باغِ سخن کی ہے

نیزہ اُٹھا کے گوشِ فرس سے کیا بلند نکلا شقی پرے سے اُڑاتا ہوا سمند
قاسمؑ پکارے او ستم ایجاد خود پسند نیزے کا ہے غرور تو آ باندھ کوئی بند
کُھل جائے گا کہ ہم اسد حق کے شیر ہیں
نیزوں میں کھیل کر جو پلے وہ دلیر ہیں

مرثیہ (۵۲ بند)

جب ہوے عازم گلگشتِ شہادت قاسمؑ

جب ہوے عازمِ گلگشتِ شہادت قاسمؑ جُھک کے مجرا کیا شاہؑ کو ہوے رخصت قاسمؑ
چڑھ کے تازی پہ بصد شوکت وصولت قاسمؑ فوجِ اعدا پہ چلے شیر کی صورت قاسمؑ
غُل پڑا جنگ کو فرزند حسنؑ آتا ہے
لاکھ سے لڑنے کو اک تشنہ دہن آتا ہے

مرزا دبیرؔ

مرثیہ (۴۷ بند)

رن میں باندھے ہوے سہرے کو جو آئے قاسمؑ

سُن کے یہ گلشنِ جنت کو سدھارے نوشاہ لاش کو لے کے چلے خیمے کو شاہِ ذی جاہ
تھا درِ خیمہ پہ فرزند حسنؑ عبداللہ اُس نے چلّا کے کہا ماں سے بصد نالہ و آہ
عرش پر دادی کے رونے کی صدا جاتی ہے
رن سے لُوٹی ہوئی قاسمؑ کی برات آتی ہے

مرثیہ (بند ۵۶)

میدان میں آمد ہے گُلِ باغ حسنؑ کی

ارمان بھری سُن کے یہ ہمشیر کی تقریر ہاتھوں سے جگر تھام کے رونے لگے شبیرؑ
زینبؑ سے کہا شاہ نے پھر بہ دلِ تغیئر سر رکھنے کو دولھا کے ملا تکیۂ شمشیر
راہیٔ سوے گلزارِ ارم ہوگئے قاسمؑ
جاگے تھے بہت رات کو اب سوگئے قاسمؑ

مرثیہ (۷۱ بند)

دشتِ جنگاہ میں جب آمدِ نوشاہ ہوئی

دشتِ جنگاہ میں جب آمدِ نوشاہ ہوئی ہر طرف جلوہ گر اک روشنیٔ ماہ ہوئی
محوِ دیدار صفِ لشکرِ گمراہ ہوئی رُخِ قاسمؑ پہ فدا قدرتِ اللہ ہوئی
نور سے ساغرِ خورشید تو معمور ہوا
ذرۂ ریگِ رواں بھی شررِ طور ہوا

مرثیہ (۷۰ بند)

خورشید کا طلوع ہے برجِ خیام سے

نزدِ خدا حسینؑ و حسنؑ کا ہے اک وقار دونوں پہ اک نگاہ کرم ہے ہر ایک بار
جیسا پسر حسینؑ کا اکبرؑ ہے گلعذار ویسا حسنؑ کا لعل ہے قاسمؑ بھی نامدار
اکبرؑ کو ہم شبیہ رسولؐ خدا کیا
قاسمؑ کو اپنے شیر کا نقشہ عطا کیا

مرثیہ (۵۴ بند)

جب صف آرائی کی میدان میں سپاہِ شام نے

قتلِ قاسمؑ کی ہوئی سبطِ پیمبرؐ کو خبر روتے دوڑے جانبِ میداں شہِ جنّ و بشر
اکبرؑ و عباسؑ بھی تھے ساتھ شہؑ کے نوحہ گر متصل قاسمؑ کے لاشے کے جو پہنچے آن کر
خون میں غلطاں جو دیکھا قاسمؑ دلگیر کو
آ گیا غش لاش پر نوشاہ کے شبیرؑ کو

مرثیہ (۶۸ بند)

خیمے سے شہؑ کے قدرتِ حق کا ظہور ہے
یعنی ورود قاسمؑ ابنِ غیور ہے

ہے خود فرقِ قاسمؑ نوشہ پہ جلوہ گر　　یا کوندتی ہے برق یہ طوبیٰ کے فرق پر
یا بوسہ زن ہے یہ سر پُرنور پر قمر　　یا ہے چراغ طور یہ روشن، کرو نظر
پر یہ نہ برق ہے نہ قمر نہ چراغ ہے
سودائے عشقِ حق کا یہ اس سر میں داغ ہے

مرثیہ(۴۷بند)

آمد گلِ مرادِ حسنؑ پر خزاں کی ہے

آمد گلِ مراد حسنؑ پر خزاں کی ہے　　رخصت حرم سے قاسمؑ غنچہ دہاں کی ہے
منظور دل کو سیر ریاضِ جناں کی ہے　　ہر سمت دھوم خیمے میں آہ وفغاں کی ہے
سہرا ابھی سر پہ باندھے ہیں سر بھی کٹاتے ہیں
دولھا ابھی بنے ہیں ابھی مرنے جاتے ہیں

بادشاہِ اودھ نصیر الدّین حیدرؔ

مرثیہ (درحال حضرتِ قاسمؑ) بند ۱۷

ابنِ شہر آشوب سے یوں ہے بیان درد وغم

گرچہ قاسمؑ سِن میں چھوٹا تھا مگر دل تھا بڑا　　فوجِ اعدا کو جو دیکھا مستعد رن میں کھڑا
لشکرِ رُوبہ پہ جوں شیرِ نیستاں جا پڑا　　اس قدر اس لشکرِ بدکیش سے ڈٹ کر لڑا
سیکڑوں کو ایک دم میں اس نے بے دم کردیا
مارے تلواروں کے لشکر سارا برہم کردیا

میر انیسؔ

مرثیہ (بند ۲۰۲)

کیا دلفریب حُسنِ عروسِ کلام ہے

میّت پہ یہ ستم تہ افلاک ہائے ہائے گھوڑوں کی نعل اور وہ تنِ پاک ہائے ہائے
چور استخوان سینۂ صد چاک ہائے ہائے اور تار تار بیاہ کی پوشاک ہائے ہائے
ارمان تھے جتنے ماں کے وہ مٹی میں مل گئے
زخموں کے پھول سب تنِ رنگیں پہ کھل گئے

میر مونس

مرثیہ (بند۱۶۲)

اے حجلہ نشیں پردۂ دل سے نکل اب تو

نعرہ کیا قاسمؑ نے کہ او کافر بدمست آمیں ہوں وہ جس نے ترے بیٹوں کو کیا پست
کیوں ناوکِ غم تیرے جگر میں نہ ہوں پیوست وہ چار، یہ دو ٹکڑے، وہ بے سر ہے یہ بے دست
کھیلے ہوے ضیغم کے شکاروں کو اُٹھا لے
او پیلِ دماں پشت پہ چاروں کو اُٹھا لے

مرثیہ (بند۵۷)

پھولا جب آسماں پہ گُلِ آفتابِ صبح

رخصت ہوا حسینؑ سے جب دلبرِ حسنؑ غُل تھا کہ رانڈ ہوتی ہے اک رات کی دلھن
گھوڑا اُٹھا کے پہنچا جو وہ شیرِ صف شکن ہیبت سے کانپنے لگے روئیں تنوں کے تن
حملوں سے صاف جنگ کا میدان کر دیا
قاسمؑ بنے نے فوج کا گھمسان کر دیا

مرثیہ (بند۱۷۰)

طے کی خدیوِ مُلکِ سحر نے جو راہِ شب

محشر بپا تھا گھر میں کہ باہر سے آئی لاش مسند پہ لا کے قبلۂ دیں نے لٹائی لاش

پرخوں جو اپنے لال کی مادر نے پائی لاش   رُخ کی بلائیں لے کے گلے سے لگائی لاش
چلائی سر کو رکھ کے تن پاش پاش پر
قاسمؑ بنے نثار یہ ماں تیری لاش پر

میر مونسؔ کا یہ مرثیہ مراثیٔ مونسؔ جلد ششم (۱۹۱۵ء) میں شائع ہوا۔ مہذبؔ لکھنوی نے غلطی سے یہ مرثیہ ''معیارِ کاملؔ'' میں علی میاں کاملؔ کے نام سے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا۔

مرثیہ (بند ۲۰۳)

مشاطۂ عروسِ سخن ہے زباں مری
بانو پکاری قاسمؑ ذیجاہ الوداع   اے نور چشم، چودھویں کے ماہ الوداع
آواز دی پھوپھی نے کہ نوشاہ الوداع   اے ابنِ فاطمہؑ کے ہوا خواہ الوداع
پھر چاند سی یہ شکل دکھانا نصیب ہو
دولھا بنا ہوا تجھے آنا نصیب ہو

میر مونسؔ کا یہ مرثیہ مندرجہ ذیل مطلع سے مشہور ہے:-
''اے مومنو جدائی ہے دولھا دلھن میں آج''

مرثیہ (بند ۲۰۸)

اے طبع رسا شانہ کشِ زلفِ سخن ہو
عباسؑ پکارے کہ جگر بندِ حسنؑ واہ   یہ ضرب یداللّٰہ تھی اے قلعہ شکن واہ
دکھلا دیا دادا کی لڑائی کا چلن واہ   اے رات کے جاگے ہوئے اے تشنہ دہن واہ
سب فوج کے سر جھک گئے اس گیو کو مارا
مرحب کو تہہ تیغ کیا دیو کو مارا

میر عشق

مرثیہ (بند ۱۷۴)

دارِ فنا میں شادی و غم کی پکار ہے

تکتے تھے در سے اہلِ حرم صورتِ غزال — تھا دشت میں یہ قاسمؑ گُل پیرہن کا حال
تیغوں کے برچھیوں کے جراحت سے تھے نڈھال — مہندی کے بدلے خوں سے تھے دونوں ہاتھ لال
سہرے کی جا کٹے ہوئے کاکل کے ہار تھے
کپڑے بدن میں سُرخ تھے زخموں کے ہار تھے

مرثیہ (بند ۱۷۴)

میں طائر خوش نغمۂ گلزارِ حسنؑ ہوں

مانندِ حسنؑ خُلق کے خلاّق ہیں قاسمؑ — احمدؐ کی طرح معدنِ اشفاق ہیں قاسمؑ
مثلِ شہؑ دیں موت کے مشتاق ہیں قاسمؑ — مانندِ علیؑ جنگ کے مشّاق ہیں قاسمؑ
حیدرؑ کی طرح یہ کرم حق سے لڑے ہیں
وہ مرحب و عنتر سے یہ ازرق سے لڑے ہیں

کلیم لکھنوی

مرثیہ (۱۹۷ بند)

شادی ہے کربلا میں یہ کس گلعذار کی

دامن قبا کا باندھ کے نوبادۂ حسنؑ — بیٹھے فرس پہ صورتِ ضرغام ذوالمنن
خوشبو سمائی پھول میں آکر چمن چمن — منقارِ عندلیب میں مہکا گُلِ سمن
سکّہ طلائے مہر پہ حیدرؑ کا پڑ گیا
گویا نگیں مہرِ سلیماں پہ جڑ گیا

مرثیہ(۲۲۹بند)

اے حُسنِ بیاں آئینۂ نور دکھا دے

کس محفلِ شادی میں بپا سینہ زنی ہے — کس شیر کی پوشاک شہانی کفنی ہے
گردش سے زمانے کی عجب شکل بنی ہے — سکتے میں بنا ہے تو پریشان بنی ہے
کہتا ہے جو دل کس کی یہ روودادِ محن ہے
ہاتف کی ندا ہے کہ وہ فرزندِ حسنؑ ہے

میر نفیسؔ

مرثیہ(بند۱۸۹)

ہاں اے عروس حجلۂ اعجاز رو دکھا

قاسمؑ نے کی یہ عرض کہ یا شاہِ نامدار — سب اُس پہ ہیں نثار جو ہو آپ پر نثار
آتی ہے یہ صدائے پدر مجھ کو بار بار — جنّت میں فاطمہؑ کو تمھارا ہے انتظار
آفت کا وقت ہے دل و جانِ بتول پر
اب تک نہ تم فدا ہوئے سبطِ رسولؐ پر

مرثیہ(بند۱۵۱)

ثنائے آلِ محمدؐ ہے افتخار سخن

لہو رواں ہے کھلے ہیں تمام زخم بدن — ڈھلی ہے دہنی طرف فرطِ ضعف سے گردن
فرس پہ عالمِ غش میں ہے نورِ عینِ حسنؑ — اجل حیات کا پامال کر رہی ہے چمن
قدم رکابوں کے حلقوں میں جم نہیں سکتے
بس اب سمند پہ نوشاہ تھم نہیں سکتے

مرثیہ(بند۱۶۲)

باغِ سخن میں آمدِ فصلِ بہار ہے

زور ایک خشم ایک سا قہر و جلال ایک — بل ابروؤں کا ایک نگاہوں کا حال ایک
جرأت کی راہ ایک طریقِ جدال ایک — تیغ و سپر کے وقت جدل چال ڈھال ایک
شیرِ خدا نے مرحبِ نامی کو دو کیا
ابنِ حسنؑ نے ازرقِ شامی کو دو کیا

مرثیہ(بند۱۴۸)

خاندانِ شہؐ لولاک کا مدّاح ہوں میں

پیار کرلوں تمہیں آؤ مرے جانی قاسمؑ — ہم کو دکھلائی نہ پوری بھی جوانی قاسمؑ
تھے تمہیں حضرت شبرؑ کی نشانی قاسمؑ — ہوگی تر خون میں یہ پوشاک شہانی قاسمؑ
نکہتِ گیسوے پیچیدہ مجھے بھاتی ہے
تم سے بُو مجھ کو بڑے بھائی کی آجاتی ہے

مرثیہ(بند۸۲)

پھر طبع سلیم انجمن آرائے سخن ہے

غُل تھا کہ رُخِ قاسمؑ ذی قدر کو دیکھو — اس چاند کو دیکھو تو نہ پھر بدر کو دیکھو
رخسارۂ دوش و کمر و صدر کو دیکھو — تیر اس کے لیے لیس ہیں اس غدر کو دیکھو
غنچہ بھی تو یہ تنگ دہانی نہیں رکھتا
دیکھو یہ وہ یوسف ہے جو ثانی نہیں رکھتا

میر رئیسؔ

مطلعے در حال حضرت قاسمؑ

۱۔ یارب عروسِ فکر کو حُسن و جمال دے

۲۔ ہاں اے زباں روانیٔ ذہنِ رسا دکھا

مرثیہ(بند...۱۷۱)

یارب عروسِ فکر کو حُسن و جمال دے

تلوار تولتے ہوئے قاسمؑ جدھر چلے — خود بڑھ کے بہرِ نذر لعینوں کے سر چلے
گر سامنے سے بھاگ کے کچھ بدگہر چلے — تلوار نے لپک کے صدا دی کدھر چلے
بھاگو نہ بار بار صفِ کارزار میں
آؤ ادھر کہ فوج کی بھرتی ہے نار میں

میر سلیسؔ

مطلعے درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ حرؑ سرخ رو اُٹھا جو حسینی سپاہ سے

۲۔ خورشید نے جب سر پہ رکھا تاج زری کا

۳۔ فرزندوں کو جب شہ پہ فدا کر چکیں زینبؑ

مرثیہ

حرؑ سُرخ رو اُٹھا جو حسینی سپاہ سے

ہے وصفِ چشمِ قاسمؑ گلگوں قبا محال — لکھے قلم سے گر کوئی شاعر یہ کیا مجال
مضموں بندھا ہوا ہے جو نرگس سے دو مثال — اے طبع تیز ہاں کوئی تشبیہ تو نکال
گردش ہے صاف قدرتِ حق کا ظہور ہے
کعبہ کے سات پردوں میں خالق کا نور ہے

میر وحیدؔ

مرثیہ(بند۱۹۶)

یارب مرے قلم کو جواہر نگار کر

بہرِ وغا جو قاسمِؑ گل پیرہن چلا　　رہوار کیا چلا کہ غزال خُتن چلا
دُلدل کا فارسوں کو دکھاتا چلن چلا　　طاؤس بن کے سیر کو سوئے چمن چلا
مہمیز کی جو قاسمِؑ گلگوں عذار نے
پائی قدم کی گرد نہ بادِ بہار نے

مرزا محمد جعفر اوجؔ لکھنوی

۱۔ رخصت جو شہ سے لختِ دلِ مجتبیٰ ہوا　　حضرت قاسمؑ
۲۔ سرسبز فضلِ حق سے ہے باغِ سخن مرا　　حضرت عبداللہ بن حسنؑ
۳۔ سروِ حسنؑ سبز قبا آتا ہے رن میں　　حضرت قاسمؑ
۴۔ ہاں نوعروسِ نظم اُلٹ دے نقاب کو　　حضرت قاسمؑ
۵۔ یوں شیر زرہ پوش ہیں داغوں سے بدن کے　　حضرت قاسمؑ

مرثیہ (بند ۱۲۵)

باغِ سخن میں رنگ جما ہے بہار کا
ہاں ساقیا عطا ہو مئے ارغوانِ رزم　　ایسی شراب دے کہ بڑھے عزّ وشانِ رزم
پہنچے ثرا سے تا بہ ثریا نشانِ رزم　　مُنکر بھی مان جائیں دم امتحانِ رزم
لکھتا ہوں جنگ قاسمؑ روشن ضمیر کی
تصویر ہے جہادِ جنابِ امیرؑ کی

مرزا شریف بیگ شریف دہلوی

ہندی مرثیہ (۲۱ بند)

کون دیس سے آئی بہنا جن یہ لگن دھرائی

ہے ہے کاسمؑ ہے ہے کاسمؑ سگرے مندر میں ہوئی
ساس نہار بہو کو کہتی ہے ہے سیّاں موئی
ما کہے موری بالی بچّی ہے ہے بیوہ ہوئی
دلھن کہتی رو رو میں بِن سیّاں آج ہوائی

ہمرے پتا اب کہتے ہیں رو رو مر گیا مورا بھتیجا
ہم کو جی سے بِسار کے دولھا موت دلھن پر ریجھا
دلھن کی اب چوتھی ہوئی یاں ، واں دولھا کا تیجا
ہم سے نین چُرا کے سیّاں گور سے آنکھ لگائی

نگاہیؔ دہلوی

مرثیہ (۳۰ بند)

مومنو سُنیو ذرا ہے یہ عجب ماجرا

رن سے جو قاسمؑ کی لاش گھر میں لے آئے حسینؑ دیکھ اُسے قاسمؑ کی ماں آنسوؤں سے بھر کے نین
خاک اُڑا سر اُوپر بولی یہ با شور و شین لُٹ گئی بستی میری اُٹھ گیا آرام چین
میرے کلیجے میں آہ آج چُھری چل گئی
پوت مرا مر گیا کوکھ مری جل گئی

نواب سرفراز علی خاں سرفرازؔ (شاگرد انسؔ)

مرثیہ (بند ۱۳۶)

جب نمایاں ہوئی گردوں پہ شہادت کی سحر
شور تھا قاسمؑ ذیجاہ کی صورت دیکھو پھول سے نرم ہیں عارض کی نزاکت دیکھو

تازگی روح کو ہوتی ہے لطافت دیکھو　　مسکراتے ہیں کھڑے شوق شہادت دیکھو
ولولے جنگ کے دل میں جو کبھی آتے ہیں
دمبدم گل کی طرح ہونٹ کِھلے جاتے ہیں

تعشق

مطلع :-　محو جنگ قاسمؑ ابرو کماں ہوے

محوِ جنگ قاسمؑ ابرو کماں ہوے　　ایسے لڑے کہ خون کے دریا رواں ہوے
اندازِ حربِ حیدرؑ صفدرِ عیاں ہوے　　نامی جو تھے جوان وہ سب بے نشاں ہوے
یکبار کچھ عجیب ہَوا رن میں چل گئی
صبح اجل سے شام جوانی بدل گئی

میر علی محمد عارف لکھنوی

مرثیہ (۱۵۵بند)

آئینہ ہے جوہر مری شمشیرِ زباں کا

تھا شور کہ اب جاؤ گے ہَے ہَے بنے قاسمؑ　　داغ اب ہمیں دکھلاؤ گے ہَے ہَے بنے قاسمؑ
شمشیر وسناں کھاؤ گے ہَے ہَے بنے قاسمؑ　　اب پھر نہ یہاں آؤ گے ہَے ہَے بنے قاسمؑ
ہے تیرھواں سال آہ نہ پھولے نہ پھلے ہو
ہیہات کہ اس عمر میں مرنے کو چلے ہو

مرثیہ (بند ۶۷)

دے ساقیِ الست شرابِ وِلا مجھے

در حال حضرت قاسمؑ

فرما رہے تھے یہ ابھی شبیرؑ خوش خصال   قاسمؑ کے دل میں آ گیا ناگاہ کچھ خیال
تعویذ اک جو باندھے ہوئے تھا حسنؑ کا لال   بازو سے کھول کر اُسے بولا وہ نونہال
بہتر ہے جو ہو رائے شہ نیک نام کی
پڑھ لیں حضور اسے یہ ہے خواہش غلام کی

دولھا صاحب عروجؔ

مرثیہ (بند ۹۵)

پھر گلشن سخن میں ہے آمد بہار کی

ہنگام جب وفاتِ حسنؑ کا ہوا قریں   بولے بُلا کے قاسمؑ محزوں کو شاہِ دیں
چھٹتا ہے تم سے اب پدرِ بیکس و حزیں   تعویذ یہ باندھ لو اے میرے مہ جبیں
رنجِ عظیم جب تمھیں گردوں دکھائے گا
اُس وقت یہ نوشتۂ غم کام آئے گا

مرثیہ (بند ۱۵۴)

رن کی جب قاسمؑ ذی جاہ نے رخصت پائی

رن کی جب قاسمؑ ذی جاہ نے رخصت پائی   صبح سے جس کی تمنّا تھی وہ دولت پائی
دل ہوا شاد کہ ہم چشموں میں عزت پائی   بڑھ گیا اور لہو تن میں وہ نعمت پائی
ہوسِ جنگ سوا تھی جو دلِ مضطر میں
کر کے تسلیم گئے قاسمِؑ ذیشاں گھر میں

مرثیہ (بند۵٦)

قاسمؑ کو جب حسینؑ سے اذنِ وغا ملا

پہنچے قریبِ فوج جو قاسمؑ بہ کرّ و فر   گھوڑے کی باگ روک کے دیکھا اِدھر اُدھر
آواز دی کہ او پسرِ سعد کینہ ور   گر مرد ہے تو سامنے آ دیر اب نہ کر
جلدی سے خاکِ معرکہ میں مل کے خاک ہو
دنیا خدا کی تیری نجاست سے پاک ہو

بابو صاحب فائق لکھنوی

حضرت قاسمؑ کے حال کے دو مرثیے :-

تجلۂ شاہد مضموں ہے فصاحت میری (۹۵ بند)

مرثیہ (بند۱۴۲)

ہے جلوہ گاہِ حُسنِ مضامیں سخن مرا

حضرت قاسمؑ ازرق شامی پر حملہ آور ہوے ہیں :-

جس سمت سے نکلتا تھا بچ کر وہ روسیاہ   ہوتا تھا رہوار وہیں آ کے سدِّ راہ
عاجز تھا اپنی جان سے نا اہل و کینہ خواہ   چرکے پہ چرکے کھانے سے احوال تھا تباہ
اُٹھتا تھا شور فوجِ ہزیمت شعار سے
بچّہ اسد کا کھیل رہا ہے شکار سے

شمیم امروہوی

مرثیہ (بند۱۱۱)

جب فلک پر سحر قتل کا تارا چمکا

شاہِ دیں پر فلک پیر نے یہ غم ڈھائے　　چاند سے تن پہ ہزاروں مہ نو دکھلائے
ہوش نوشہ کو نہ تھا بات نہ کرنے پائے　　کبھی انگڑائیاں لیں اور کبھی تھرّائے
حال کچھ کہہ نہ سکے درد کے مارے قاسمؑ
شاہ کی گود میں جنّت کو سدھارے قاسمؑ

مرثیہ(بند۱۱۴)

خضرِ چرخ عجب شاہدِ شبرینہ ہے

آئے قاسمؑ تو یہ حسرت سے کہا رو رو کر　　الوداع اے مرے ناشاد، پدر کا ہے سفر
لکھ کے اک نامہ دیا اور کہا اے رشکِ قمر　　مثل تعویذ کے تم اِس کو رکھو بازو پر
اس نشانی کی کسی کو نہ خبر کرنا تم
جب کوئی وقت پڑے اس پہ نظر کرنا تم

مرثیہ(بند۱۱۱)

میں دلدادۂ گلعذار سخن ہوں

کہا بھائی عباسؑ کچھ تم نے دیکھا　　لڑا آج کس دھج سے شبّرؑ کا جایا
وہ بولے میں ہر وار پر رو رہا تھا　　نگاہوں میں پھرتا تھا شبّرؑ کا نقشہ
کیے نعرے خیبر شکن کی طرح سے
لڑے آج قاسمؑ حسنؑ کی طرح سے

ظہیر دہلوی

مرثیہ(۹۵بند)

گلگونۂ شفق جو ہوا رونمائے صبح

ازرق پہ فتح یاب ہوا جب حسنؑ کا لال　　فرطِ عطش سے جان پہ صدمہ ہوا کمال

آ کر حضورِ خدمتِ سلطانِ خوش خصال کی عرض تشنگی سے بس اب زیست ہے وبال
رو کر گلے سے سرورِ دیں نے لگا لیا
انگشتری سے پیاس کا صدمہ بجھا دیا

سیّد نفاست حسین نفاستؔ زید پوری (شاگرد فراست زید پوری)

مرثیہ (بند ۱۰۰)

قرآن میں قسم جس کی ہے وہ کون سحر ہے

آئی جو سرِ لاشِ پسر بیوۂ شبّرؑ پہلو میں کسی طرح نہ سنبھلا دلِ مضطر
لاشے پہ نظر کر کے یہ چلّائی تڑپ کر افسوس یہ کیا ظلم ہوا، اے مرے دلبر
حسرت رہی ملنے کی جوانانِ وطن سے
قسمت نے کیا تم کو جُدا قبرِ حسنؑ سے

مرثیہ (بند ۸۱)

درحال حضرت قاسمؑ و حضرت احمد بن حسنؑ

بلبل باغِ نفاست ہے طبیعت میری

لاشِ قاسمؑ پہ یہاں روتے تھے شاہ دوسرا ناگہاں شورِ مبارز طلبی رن میں ہوا
آ کے شبیرؑ سے احمدؑ نے لیا اذنِ وغا سولھواں سال تھا قاسمؑ سے یہ تھے سِن میں سوا
چڑھ کے رہوار پہ کی شاہِ زمن کو تسلیم
موت کرنے لگی دلبندِ حسنؑ کو تسلیم

مرثیہ (بند ۱۲۰)

باغِ جہاں مرقعِ رنج و ملال ہے

جب ہو چکا لباس وہ قاسمؑ کے زیبِ تن		کچھ ایسا ٹھیک تھا وہ جامۂ حسنؑ
یاد آگئے حسنؑ شہؑ والا کو دفعتن		روئے اِسی خیال میں شاہنشہ زمن
آنکھوں سے سلکِ گوہرِ شہوار گر گئی
شہؑ کی نظر میں بھائی کی تصویر پھر گئی

واجد علی شاہ کے مرثیے

درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ سفینۂ دل عالم تباہ ہوتا ہے		بند ۵۰		حضرت قاسمؑ
۲۔ سامان بوستان محمد خزاں ہے آج		بند ۴۴		عبداللہ بن حسنؑ

مرثیہ (۴۷ بند)

درحال حضرت قاسم علیہ السلام

"اے قاسمِ رزقِ دوجہاں ایزدِ منّاں"

روکا بہت اُس کو نہ رُکا شاہ سے قاسمؑ		میدان کا جس وقت کہ وہ ہو چکا عازم
اُس وقت ہوا شاہ پہ بھی اَمر یہ لازم		یعنی کہ وہ خود ہو چکا تھا موت کا جازم
عمامے کو دو گوشے کیا چہرے پہ چھوڑا
اور بازوؤں پر بھی اُسے لٹکا دیا تھوڑا

میر بادشاہ علی بقاؔ لکھنوی خلف میر وزیر علی صباؔ لکھنوی

شاگرد و خویش مرزا دبیرؔ

مرثیہ (بند ۱۰۵)

یارب سخنِ تازہ کو تاثیر عطا کر

کس شان سے شبرؑ کے جگر آتے ہیں رن میں ارماں بھری بیوہ کے پسر آتے ہیں رن میں
داماد شہ جنؑ و بشر آتے ہیں رن میں باندھے ہوئے مرنے پہ کمر آتے ہیں رن میں
اخلاص سے سورے کئی دم کر کے پڑھے ہیں
یہ نامِ خدا پہلے پہل رن پہ چڑھے ہیں

علی میاں کاملؔ

مرثیہ (۱۵۰)

پھر گلشن سخن میں ہے آمد بہار کی

یہ مرثیہ میر نفیسؔ کے مرثیے :-

"پھر گلشن سخن میں ہے آمد بہار کی"

کا جواب ہے، کاملؔ نے مطلع کا پہلا مصرع نفیسؔ کا ہی رکھا ہے :-

یہ کہہ کے خیمے گاہ سے نکلا وہ رشکِ ماہ دیکھا کہ در پہ خیمے کے گریاں کھڑے ہیں شاہ
قاسمؑ کے منھ پہ آپ نے حیرت سے کی نگاہ سینے سے سر لگا کے یہ بولے بہ اشک و آہ
ہوگا وہی جو مرضیٔ پروردگار ہو
اچھا سدھارو پشتِ فرس پر سوار ہو

مرثیہ (۱۶۶ بند)

عترتِ احمدؐ مرسل کا ثنا خواں ہوں میں

ہے روایاتِ صحیحہ میں یہ مضمون تحریر خاک پر جبکہ گرا گھوڑے سے وہ ماہِ منیر
لشکرِ شام کے اسواروں کا اک جمِ غفیر آیا رہواروں کو دوڑاتا ہوا بے تاخیر
ٹکڑے ٹکڑے ہوا یوں ابنِ حسنؑ کا لاشہ
شاہؑ نے باندھ کے چادر میں اُٹھایا لاشہ

سیّد فضل علی وقاؔر زید پوری (شاگرد میر انیسؔ)

مرثیہ (بند ۱۵۸)

اُلٹا جو حورِ صبح نے رُخ سے نقاب کو

قاسمؑ مُصِر تھے شہ سے پئے اذنِ کارزار   رن کی رضا نہ دیتے تھے شبیرؑ زینہار
کیا کیجئے یہ ابنِ حسنؑ کو تھا انتشار   یاد آگئی پدر کی وصیت جو ایک بار
دل میں کہا کہ پہلے وہ تحریر دیکھئے
اب کیا دکھاتی ہے ہمیں تقدیر دیکھئے

لطیؔف لکھنوی (شاگرد میر انیسؔ)

مرثیہ (بند ۲۸۰) درحال حضرت قاسمؑ

مدح ریاضِ مرتضوی سے نہال ہوں

(یہ مرثیہ راجہ صاحب محمود آباد کے کتب خانے میں قیصر باغ لکھنؤ میں موجود ہے)

اویسؔ بلگرامی

مرثیے درحال حضرت قاسمؑ

۱۔ مشاطۂ قدرت کی ثنا زیب بیاں ہے   بند ۱۳۵
۲۔ رنگ گل سخن کو نہ یارب زوال ہو   بند ۱۴۴
۳۔ ابن حسنؑ کا وقت شہادت قریب ہے   بند ۲۷

مرثیہ

اے مرے گلعذار نثار اس شکوہ پر   پٹ رِی جما کے پھیرو فرس کو اِدھر اُدھر
حربہ عدو کرے گا رُکا رہوار گر   ہاں بڑھ کے کاٹ لو سرِ مغرور و خیرہ سر

اے مرے شہسوار یہ وقتِ جدال ہے
ہاں پیاس تین دن کی ہے اس کا خیال ہے

آغا ذہین دہلوی

آغا ذہین بریلی میں ۷رمحرم کو مہندی کی مجالس پابندی سے پڑھتے تھے اس لیے حضرت قاسمؑ کے حال میں اُن کے مرثیے خاصی تعداد میں موجود ہیں۔آغا ذہین کا ایک قلمی مرثیہ ان کے دستخط کے ساتھ ہمارے کتب خانے میں موجود ہے جس کا مطلع ہے:۔

چرخ پر صبح کا تارا جو نمودار ہوا (بند ۵۰)

ان کے دیگر مرثیوں کے مطلعے درحال حضرت قاسمؑ مندرجہ ذیل ہیں:۔

۱۔ جب وادیٔ جنگاہ میں کام آچکے قاسمؑ بند ۳۹

۲۔ جو رن سے لاشۂ قاسمؑ اُٹھا کے لائے حسینؑ بند ۵۱

مرثیہ

شاہ سے زوجۂ شبرؑ نے یہ جب کی تقریر سر اُٹھا کر سوے قاسمؑ لگے کہنے شبیرؑ
اپنی سی لاکھ کی بن آئی نہ کوئی تدبیر لومری جان رضا دی کہ یوں ہی تھی تقدیر
کیا پیدا ہے اِسی دن کو خدا نے ہم کو
ابھی باقی ہیں بڑے رنج اُٹھانے ہم کو

حکیم کاظم حسین غیور عظیم آبادی (شاگرد میر نفیس)

مرثیہ (۱۱۶ بند)

مطلع:۔ رن کی جب لیکے رِضا قاسمؑ نوشاہ چلے

رن کی جب لے کے رضا قاسمؑ نوشاہ چلے چڑھ کے گھوڑے پہ سوے لشکر گمراہ چلے

فتح و اقبال جلو داری میں ہمراہ چلے   ساتھ پوتے کے مدد کو اسداللہ چلے
تازہ داماد چلے ہیں جو یہ سر دینے کو
خود عروسِ اجل آگے سے بڑھی لینے کو

سیّد محمود حسن عقیلؔ (شاگردِ اوجؔ)

مرثیہ (بند ۹۷)

دیتا ہوں آج زیب ، عروسِ کلام کو

دو ہو کے یاں تو گر پڑا یہ خانماں خراب   واں در پہ تھے کھڑے ہوئے شاہِ فلک جناب
اہلِ حرم کو دی یہ صدا باصد اضطراب   لو بیبیوں دعائیں ہوئیں سب کی مستجاب
سجدے کرو کہ فضل کیا ذوالجلال نے
ازرق کے سر کو کاٹا ہے شبّرؑ کے لال نے

سیّد مصحف حسین مشتاقؔ مصطفےٰ آبادی

مرثیہ (۹۵ بند)

دشتِ آفت میں جو صبح شبِ عاشور ہوئی

وجد میں آکے یہ کہنے لگے ہم شکل نبیؐ   واہ کیا خوب لڑے سلمک اللہ اخی
دی صدا شاہ نے لڑتے تھے اِسی طرح علیؑ   فرطِ الفت سے قریب آگئے عباسؑ جری
کہتے تھے ٹھہرو ذرا پاس تو آ لوں قاسمؑ
مرحبا کہہ کے گلے تم کو لگا لوں قاسمؑ

عسکری میرزا مودبؔ لکھنوی

۱۔ ممدوح جانتے ہیں جو کچھ میرا حال ہے   بند ۹۱   درحالِ حضرت قاسمؑ

۲۔ سچ ہے گلشنِ ہستی کی فضا کچھ بھی نہیں درحال حضرت قاسمؑ

مرثیہ

ناموس شہؑ سے مل کے حسنؑ کا پسر چلا قصدِ جہاد میں سوے افواجِ شر چلا
شوقِ عروسِ مرگ میں عالی گہر چلا پوشاکِ نور پہنے ہوے وہ قمر چلا
زلفوں میں عطر اسلحہ تن پر لگا ہوا
نکلا دلیر خیمے سے دولھا بنا ہوا

مودبؔ نے اپنے خاندان کے برخلاف حضرت قاسمؑ کی شادی کا حال ترک کردیا تھا حضرت اُمِّ فروہؑ کے بین میں صرف یہ بیت کہی ہے:-

تم مر گئے میں خلق سے ناشاد جاؤں گی
اے میرے لال اب کیسے دولھا بناؤں گی

نسیمؔ بھرت پوری (شاگرد میر نفیسؔ)

ا۔ عروسِ نظم دل افروز ہے کلام مرا بند۸۲ درحال حضرت قاسمؑ

مرثیہ

پھر بڑھے خیمۂ قاسمؑ کی طرف شاہِ زمن دیکھا بیٹھا ہوا ہے فرش پہ دلبند حسنؑ
اُمِّ فروہؑ کی زباں پر یہ ہے حسرت کا سخن آبرو میری ترے ہاتھ ہے اے غنچہ دہن
جان پیاری نہ شہنشاہِ زمن سے کرنا
ماں کو شرمندہ نہ اب روحِ حسنؑ سے کرنا

سیّد شبیر حسن اریبؔ

مرثیہ

رخصت ملی جو ابنِ حسنؑ کو حسینؑ سے

رخصت ملی جو ابنِ حسنؑ کو حسینؑ سے ہو کر چلے وداع شہؑ مشرقین سے
تھا سلسلہ جو فاتح بدر و حنین سے گھوڑے پہ بیٹھے جم کے اسی زیب و زین سے
رونق فزا جو زین پہ دیکھا جناب کو
فتح و ظفر نے دوڑ کے تھاما رکاب کو

رُستم علی خاں سپہرؔ دھولپوری

مرثیہ (۱۵۶ بند)

جب عازم جہاد حسنؑ کا پسر ہوا
نکلا غرض محل سے جبکہ جگرِ بند مجتبا گریاں قریبِ در کے ملے شاہِ اتقیا
سر کو قدم پہ رکھ کے یہ بولا وہ مہ لقا دیجیے مجھے اب رخصتِ وغا
در پر کھڑے ہیں گلشن عنبر سرشت میں
والد کو انتظار ہے میرا بہشت میں

بادشاہ مرزا اثرؔ لکھنوی

مرثیہ (۱۰۸ بند)

یارب مرے قلم میں کُل ایماں کا زور دے
ہمشیر اُٹھو مادرِ قاسمؑ کے پاس جاؤ غم کا پہاڑ ٹوٹتا ہے یہ خبر سناؤ
مسند بچھا کے قاسمِؑ مضطر کو تم بٹھاؤ بھابھی کے سامنے انھیں نوشاہ سا بناؤ
جا کر یہ باغِ خلد میں لیں گے قرار آج
ہوں گے عروسِ مرگ سے یہ ہمکنار آج

سیّد سجاد حسین شدید لکھنوی

حُسنِ کلام ہے حسنؑ مجتبیٰ کا ذکر

قاسمؑ ہے نام کرتا ہوں تقسیمِ نار بھی　　اور بانٹتا ہوں باغِ جناں کی بہار بھی
ہے صلح بھی پسند، لڑائی شعار بھی　　بندھواتا ہوں رسن بھی میں کرتا ہوں وار بھی
خوش ہے کریم شانِ اطاعت کو دیکھ کے
کرتا ہوں کام اس کی مشیت کو دیکھ کے

سیّد حیدر عباس حیدر سبزواری

۱۔ جب صبح کے چراغ سے روشن جہاں ہوا　بند۸۰
۲۔ جب رزم گہہ کو لختِ دلِ مرتضیٰؑ چلا　بند ۸۱
۳۔ ازرق کے لال ہو چکے دوزخ کو جب رواں　بند۸۶

سبیلِ سکینہؑ حیدرآباد لطیف مرثیہ (بند۱۳۷)

جب فوجِ شاہِ دیں میں سحر کی اذاں ہوئی

قاسمؑ ہے میرا نام میں ہوں دلبرِ حسنؑ　　ہیں عمّو جان میرے شہنشاہِ بے وطن
دادا علیؑ ہیں نانا نبیؐ سرورِ زمن　　چھوٹے چچا ہیں حضرتِ عباسِ صف شکن
یہ سب بزرگوار خداداد ہیں مرے
عباسؑ فنِ جنگ میں استاد ہیں مرے

یونس زید پوری

مرثیہ (۱۶۴ بند)

کس باغ میں بہارِ گلستانِ خلد ہے

کچھ ایسا یہ سماں تھا جسے دیکھ دیکھ کر آتا تھا منہ کو دیکھنے والوں کا بھی جگر
قاسمؑ بھی فرطِ غم سے جھکائے ہوے تھے سر پوشاک جب پنہا چکے سلطانِ بحر و بر
تلوار اپنی باندھی کمر میں دلیر کی
پھر دل بھر آیا دیکھ کے یہ شان شیر کی

محسنؔ زید پوری

مرثیہ (۱۷ بند)

پھر آج آئینۂ نظم پر جِلا ہوجائے
چلے جو خیمے سے مقتل کو قاسمِؑ ذیشاں کمر سے لپٹی بہن سینے سے لپٹ گئی ماں
پکاریں زینبؑ غم دیدہ گھر ہوا ویراں حسینؑ کہتے تھے اب تجھ کو پاؤں گا میں کہاں
اُٹھانے کے لیے بارِ عظیم جاتا ہے
پئے حصولِ شہادت یتیم جاتا ہے

مرزا غضنفر حسین عروج بھرتپوری

مرثیہ (۱۰۲ بند)

عالم افروز ہوا جب رُخِ تابانِ سحر
لاش قاسمؑ کی غرض خیمے میں لائے حضرت بی بیاں جمع ہوئیں پُرسے کو باصد حسرت
خوں بھری دیکھی جو مادر نے پسر کی صورت بولی، ماں واری، یہ کیا تم نے بنائی حالت
ہائے، رنگین ہے سب خون سے چہرا بیٹا
باندھ کر آئے ہو کیا بیاہ کا سہرا بیٹا

سیّد غلام امام نامیؔ جونپوری

مرثیہ (۱۱۱ بند)

فدائے قاسمِؑ نوشاہ ہے عروسِ سخن

باندھ کر چادرِ معصومہ میں آیا لاشہ گود میں اکبرؑ مہرو نے اُٹھایا لاشہ
لا کے مسند پہ شہؑ دیں نے لٹایا لاشہ دوڑ کر فروہؑ نے سینے سے لگایا لاشہ
توڑ کر چادرِ زہرؑا کو اُبھر آئے تھے تیر
جس طرح باپ کے تابوت میں درآئے تھے تیر

قمرؔ جلالوی

مرثیہ (۶۰ بند)

مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی

الغرض در کی طرف جھومتا وہ شیر آیا تا درِ خیمہ حرم نے اُسے خود پہنچایا
سب نے مِل مِل کے کیا پیار گلے لپٹایا بانوؑ کرنے لگیں قرآن کا سر پر سایا
کر کے تسلیم جو شبرؑ کا دُلارا نکلا
چاند کے بُرج سے چھوٹا سا ستارا نکلا

حضرتِ قاسمؑ کے حال کے مندرجہ ذیل مرثیے ہمارے کتب خانے میں موجود ہیں تلاش کے بعد بھی نہیں ملے، انشاء اللہ دوسرے ایڈیشن میں اِن مرثیوں کے بند انتخاب کر کے لکھے جائیں گے۔ فی الحال مرثیوں کے مطلعے درج ہیں۔

	مرثیے	تعداد بند	شاعر
۱۔	اے مومنو جدائی ہے دولھا دلھن میں آج		میر مونس

۲۔ جب لاشۂ قاسمؑ پہ شہ بحر و بر آئے		میر نفیسؔ
۳۔ جب قاسمؑ جری نے جہاں سے سفر کیا		میر نفیسؔ
۴۔ جب دولتِ شبّر پہ زوال آگیا رن میں		مرزا دبیرؔ
۵۔ جب ازرق شامی کو فنا کر چکے قاسمؑ		مرزا دبیرؔ
۶۔ جب آئی خزاں سروِ گلستانِ حسنؑ پر		مرزا عشقؔ
۷۔ زخمی جو رن میں قاسمؑ گل پیرہن ہوا		میر انیسؔ
۸۔ عقد کبرؑا سے ہوا جب قاسمِ نوشاہ کا		دلگیرؔ
۹۔ قاسمؑ نے فنا کر دیا جب فوجِ گراں کو		نفیسؔ
۱۰۔ گھوڑے سے جب کہ قاسمؑ گلگوں قبا گرا		مرزا دبیرؔ
۱۱۔ اے قاسمؑ مضموں مجھے مضمون نیا دے	۱۴۷	امانتؔ لکھنوی
۱۲۔ قاسمؑ ابنِ حسنؑ جب سوئے میداں نکلے	۴۵	دلاور علی عزاؔ لکھنوی
۱۳۔ نیرنگ ہے عجب چمن روزگار میں		محیطؔ
۱۴۔ میدان میں آمد ہے جگر بندِ حسنؑ کی		حمیدؔ لکھنوی
۱۵۔ سوا ہے غم سے اگر ہو سُرور غربت میں		حمیدؔ لکھنوی
۱۶۔ ثنائے ابنِ حسنؑ سے ہے تر زبانِ سخن		مرزا رفیعؔ لکھنوی
۱۷۔ سکّہ رواں ہے ضربِ شجاعت کا دہر میں	۲۰۵	ثابتؔ لکھنوی
۱۸۔ اے عندلیبِ طبع بہارِ سخن دکھا		طالب لورپوری
۱۹۔ ازل سے عقد زبان و سخن ہے عالم میں	۵۰۰	مہدی حسین ماہرؔ لکھنوی
۲۰۔ طور منبر مجھے ذکرِ شہؑ والا سے ملا	۲۴۰	اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی
۲۱۔ جب رن میں قتل بنتِ علیؑ کے پسر ہوئے		اصغر حسین فاخرؔ لکھنوی

۲۲۔ پھر آج قلم وصفِ شہؑ دیں میں رواں ہو		سیّد محمد کاظم جاویدؔ لکھنوی
۲۳۔ ہاں اے قلم خوشی سے مری اب رواں ہو پھر		سیّد محمد کاظم جاویدؔ لکھنوی
۲۴۔ پھر آج کل ہے بڑے حُسن پر شبابِ سخن		سیّد محمد کاظم جاویدؔ لکھنوی
۲۵۔ شکر صد شکر کہ پھر آج زبان کھلتی ہے		سیّد محمد کاظم جاویدؔ لکھنوی
۲۶۔ جواب پائے نہ جس کا وہ گفتگو نہ کرے	۱۲۸	فرزند حسین ذاخرؔ لکھنوی
۲۷۔ نخل بند چمنستان معانی ہوں میں		برجیسؔ
۲۸۔ جب گُل ہوا چراغِ حسن رزم گاہ میں		فرزند حسن جلیلؔ لکھنوی
۲۹۔ فیض شبیرؑ سے گلزار سخن ہے میرا		حسنؔ بھرتپوری
۳۰۔ آئی ہے طبیعت مری لیلائے سخن پر		شادؔ بھرتپوری
۳۱۔ عالم افروز ہوا جب رُخِ تابانِ سحر		عروجؔ بھرتپوری
۳۲۔ عزیزو سنو ! یہ نیا ماجرا	دہ مجلس	عطا حسین عطاؔ
۳۳۔ کیونکر نہ کروں وصفِ حسنؑ کارِ حسن ہے	۴۵	ناظمؔ شکارپوری
۳۴۔ ہوا جو زہرِ ہلاہل کا مجتبیٰؑ پہ اثر	۱۱۰	ناظمؔ شکارپوری
۳۵۔ یارب مرے قلم میں کل ایماں کا زور دے	۱۰۸	ثمرؔ لکھنوی
۳۶۔ زندگی کیا ہے محبت میں فنا ہوجانا	۹۰	منظر عظیمی
۳۷۔ اہلِ تسلیم شجاعت کا چلن جانتے ہیں	۷۷	زیبا ردولوی
۳۸۔ میں گیسوئے عروسِ ولا کا اسیر ہوں	۹۶	اطہر جعفری
۳۹۔ یہ زندگی میں تنازع جو ہے بقا کے لیے	۶۳	فیض بھرتپوری
۴۰۔ قاسمؑ بخدا وارثِ قرآنِ جلی ہیں		منظور رائے پوری
۴۱۔ مسند آرائے فلک جب شبِ عاشور ہوئی	۶۰	قمر جلالوی

باب ۸......

نوحے درحالِ حضرتِ قاسمؑ

نوحہ
دلگیر لکھنوی

ماں لاشہ قاسمؑ پہ لگی کرنے یہ زاری ہے ہے بنے قاسمؑ
پامال صد افسوس ہوئی لاش تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ

بے گور و کفن لاش تری دیکھ کے بیٹا پھٹتا ہے کلیجہ
اس غربت و تنہائی پہ مادر گئی واری ہے ہے بنے قاسمؑ

واری گئی احوال ذرا دیکھ دلھن کا جی کھوتی ہے کبرؑا
سر پیٹتی ہے لاش پہ با گریہ و زاری ہے ہے بنے قاسمؑ

کچھ تو کہو واری گئی کبرؑا سے مری جان امّاں گئی قربان
صدقے گئی اس چاندسی صورت پہ تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ

یہ کہہ کے لگی پیٹنے سر مادرِ قاسمؑ کیا قہر ہے اس دم
رنڈسالہ پہنتی ہے دلھن ہائے تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ

ناشاد کہے یا کہے دولھا تمہیں اپنا ہے ہے مرے نوشاہ
کیا کہہ کے دلھن پیٹے تمہیں ظلم کی ماری ہے ہے بنے قاسمؑ

ماں نے کہا سر پیٹ کے ہے ہے مرے نوشاہ پھٹتا ہے کلیجہ
نتھ ناک سے واری گئی کبرؑا نے اُتاری ہے ہے بنے قاسمؑ

ہے ہے مرے دولھا مرے نوشہ مرے پیارے ماں کس کو پکارے
تم مر گئے جیتی رہی مادر یہ تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ

جس وقت کہ تم زخمی ہو گھوڑے سے گرے تھے میدان ستم میں
میں سنتی تھی جو عمّو کو تھا تمنے پکارا ہے ہے بنے قاسمؑ

یا تو مجھے وہ بیاہ کا جوڑا تھا پہنایا خوش ہو کے پھپھی نے
یا اب مجھے رو رو کے ہے رنڈ سالہ پنہایا ہے ہے بنے قاسمؑ

اِک بات بھی کی آپ نے خوش ہو کے نہ مجھ سے یہ بیاہ تھا کیسا
کچھ ہم سخنی کا بھی مزا میں نے نہ پایا ہے ہے بنے قاسمؑ

تم خون میں اب ڈوب کے میدان سے ہو آئے یہ قہر ہوا ہے
اس شادی کے ہوتے ہی عجب رنگ دکھایا ہے ہے بنے قاسمؑ

پانی کے نہ ہونے سے میسر نہ ہوا رنگ جو خیمہ میں تم کو
سو تم نے وہاں خون سے سب جوڑا رنگایا ہے ہے بنے قاسمؑ

میں شرم زدی ہو گئی تم رن کو سدھارے کچھ کی نہ تسلّی
اس شرم نے ہاتھوں سے مرے تم کو گنوایا ہے ہے بنے قاسمؑ

اُٹھ کر تو مرا حال ذرا دیکھئے صاحب کس نیند ہو سوتے
گردوں نے مجھے خاک میں کیسا ہے ملایا ہے ہے بنے قاسمؑ

کبرؑا تو یہ کہتی تھی کہ چلائی سکینہؑ اس لاش پہ آکر
کچھ مہندی کا نیگ آپ کی سالی نے نہ پایا ہے ہے مرے قاسمؑ

دلگیر سکینہؑ یہی کہتی تھی بصد غم اس لاش سے لپٹی

کیوں تم پہ رنڈاپا مری آپا کا خوش آیا ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

دلگیر لکھنوی

مجرے کو چچا کے قاسمؑ جب بنڑا بن کر آیا زینبؑ نے کلیجہ پکڑا دل سرور کا بھر آیا

کبرؑا رو رو چلائی اب مجھ پر محشر آیا بیتابی کی حالت میں یہ حرف زباں پر آیا

قاسمؑ مرنے چلا چھوڑ مجھے ناشاد

دادی زہرؑا پہنچیے پوتی کی فریاد

نادان سکینہؑ سے پھر بولا یوں رو کر قاسمؑ عموں کے سر پہ بنی ہے کٹاوے گا اب سر قاسمؑ

جاوے گا ضرور اب بہنا اعدا کے برابر آیا اس وقت مجھے مت روکو اب وقت برابر آیا

بھولی بچی شاہ کی روئی دھاڑیں مار

لپٹی بھائی کے گلے ننھے ہاتھ پسار

اُس بنڑے نے واں سب کو القصہ بلکتے چھوڑا ماں سے بھی چھپائیں آنکھیں دلھن سے بھی منہ موڑا

تلوار کمر میں کس کر اور اپنا ڈپٹ کر گھوڑا رو بہ صفتوں کے مقابل جوں شیر دلاور آیا

بیڑے بولے دیکھو مرنے کو اِس آن

سر پر باندھے سہرا آیا ایک جوان

آخر کو لعین نے جوانی ماٹی میں ملائی اُس کی کاٹی پہنچوں سے ہے ہے ہر ایک کلائی اُس کی

گھوڑے سے گرا اور گھر میں آواز جو آئی اُس کی یوں روتا لاش پر اُس کی فرزند پیمبر آیا

قاسمؑ دلھن کو تیری ٹھور رہو نہ ٹھاؤں

ماٹی میں یوں مل گیو بیر حسنؑ کے ناؤں

گہہ سرور اُس کا سہرا آنکھوں سے لگا کر روئے گاہے منھ سے قاسمؑ کے منھ اپنا ملا کر روئے
لاشے پہ بھتیجے کے شہ یہ شور مچا کر روئے خیمہ سے جو خاک اُڑاتا ہمشکلِ پیمبر آیا

بولا اکبرؑ بھائی کے لاشے پہ ڈھاڑیں مار
قاسمؑ بھائی چل بسے ہم بھی چلتے ہار

عباسؑ نے اکبرؑ کو جب میدان میں روتے دیکھا اور لاش پر ابنِ حسنؑ کی شہ کو جی کھوتے دیکھا
بھائی کو بھتیجے کو جب رو رو غش ہوتے دیکھا ہاتھوں سے کلیجہ پکڑے عباسِ دلاور آیا

بولا اپنی زندگی کیونکر مجھ کو بھائے
قاسمؑ سہرا باندھ کر جب رن میں مر جائے

گھوڑے پر لاشہ رکھ کر اُس زخمی تیغ و سناں کا خیمہ کی جانب رو رو شبیرؑ نے گھوڑا ہانکا
سوہے چولے سے اُس دم بنڑی نے منہ اپنا ڈھانکا دولھا کا لاشہ جس دم خیمے کے اندر آیا

ہاتھ کی چوڑی پھوڑ کے نوچے اپنے کھیس
منھ کو دھور لپیٹ کے کیا فقیری بھیس

کہے کیا آگے سب اہلِ حرم کی زاری دولھا کی ماں کا رونا اور دلھن کی خونباری
تھی رو رو حشر مچاتی ہر بی بی غم کی ماری تھا شافعِ حشر کے گھر میں گویا ایک محشر آیا

رو رو بولیں بیبیاں سر پر ماٹی ڈالی
سر کٹوانے جائے گا اب زہراؑ کا لال

نوحہ

نواب باقر علی خاں تشفّی لکھنوی

کبراؑ نے کہا لاش پہ با گریہ و زاری ہے ہے بنے قاسمؑ
جیتے نہ پھرے آئی یہاں لاش تمھاری ہے ہے بنے قاسمؑ

افسوس کہ سہرا تمہیں راس نہ آیا یوں سر کو کٹایا
یہ چاند محرم کا نہایت ہوا بھاری ہے ہے بنے قاسمؑ
میدان میں یوں تیر سے زخمی ہوئی چھاتی روتے تھے براتی
تابوت کی مانند پھری رن سے سواری ہے ہے بنے قاسمؑ
پانی نہ ملا اور نہ ممکن ہوا شربت تھی پیاس کی شدت
کوثر کی طرف روح پئے آب سدھاری ہے ہے بنے قاسمؑ
تن خاک میں غلطاں ہے بدن سارا ہوا سرد ہے مجھکو غم و درد
خوں سیروں بہا جاتا ہے کیا زخم ہے کاری ہے ہے بنے قاسمؑ
یوں مانگ مری لٹ گئی تم مر گئے قاسمؑ میں ہوتی ہوں نادم
بن آپ کے ہوتی ہے مجھے ذلّت و خواری ہے ہے بنے قاسمؑ
خیمے میں تشفّی تھا عجب طرح کا عالم سب کرتے تھے ماتم
ہر ایک کے لب پر یہی اس وقت تھا جاری ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ
میر انیس

بیان کرتی تھی کبرؑا اے مرے رشک قمر دولھا
ہوا پامال گھوڑوں سے ترا تن سیم بر دولھا
پھراتے در بدر کس طرح سے اک دن کی بیاہی کو
جو کوئی کاٹ لیتا تیرے بدلے میرا سر دولھا
جہاں میں ایسی بھی شادی کسی کی کم ہوئی ہوگی
گیا مرنے دلھن کو چھوڑ کر وقتِ سحر دولھا

نہ چھوڑوں گی کبھی رونا نہ بدلوں گی کبھی کپڑے
رہوں گی جوڑا رنڈسالے کا پہنے عمر بھر دولھا

نہ پایا رسم کا شربت گئے دنیا سے تم پیاسے
ہوئے ہے ہے نہ مرتے مرتے لب پانی سے تر دولھا

نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسؑ دلاور ہیں نہ بابا ہیں
پھرائیں گے لعین اونٹوں پہ ہم کو در بدر دولھا

تمہارے آگے مرتی میں پہ یہ قسمت میں لکھا تھا
دلھن بیٹھی رہے، کر جائے دنیا سے سفر دولھا

ہوے مہندی کے بدلے سُرخ دست و پا ترے خوں سے
ہوا طرّے کی جا تم کو میسر زخمِ سر دولھا

وطن میں جا کے کب ہمجولیوں کو منہ دکھاؤں گی
تمہاری قبر پر بیٹھی رہوں گی عمر بھر دولھا

جو کوئی مجھ سے پوچھے گا یہ کس کی قبر ہے بتلا
کہوں گی رو کے میں تھا یہ مرا خستہ جگر دولھا

ہوئی میں رانڈ بیاہی ایک شب کی دل جلی دکھیا
سحر کو رن میں کھا کر مرگیا تیغ و تبر دولھا

نشانی آستیں دے کر گئے تم ایسے دنیا سے
دوبارہ پھر دلھن کی پوچھتے کچھ آ کر خبر دولھا

سوائے آرسی مصحف نہ صورت دیکھنے پائی
نہایت تم نے جلدی باندھی مرنے پر کمر دولھا

مجھے یاں چھوڑ کر کس پر گئے گلزار جنت کو
مرے والی، مرے وارث مرے رشکِ قمر دولھا
انیسؔ خستہ دل حق سے دعا کر ہاتھ پھیلا کر
محرّم سے بُلا روضے پہ اپنے پیشتر دولھا

نوحہ
میر انیس

اک رات کی بیاہی یہ بیاں کرتی تھی رو کر
میں لٹ گئی صاحب
تم رن میں پڑے سوتے ہو یاں میں ہوں کھلے سر
میں لٹ گئی صاحب
اک شور ہوا خیموں میں در آئے ستمگر
جب مر گئے سرور
خیمے جلے اسباب لُٹا، چھن گئی چادر
میں لٹ گئی صاحب
کنگنے کی جگہ ہاتھوں میں اب دوہری رسَن ہے
یہ رنج و محن ہے
افشاں کی جگہ خاک پڑی ہے مرے سر پر
میں لٹ گئی صاحب
دڑوں سے ہوئی چوتھی، رسن سے ہوئے چالے
دل پر چلے بھالے

جب منہ کی دکھائی میں پھرائی گئی در در
میں لٹ گئی صاحب
آیا نہ مجھے راس یہ مہندی کا رچانا
سہرا وہ شہانا
تم مر گئے ، میں لٹ گئی ، برباد ہوا گھر
میں لٹ گئی صاحب
امّاں نے مجھے آن کے رنڈسالہ پنہایا
اور سہرا بڑھایا
جب چوڑیاں توڑیں تو سخن لائی یہ لب پر
میں لٹ گئی صاحب
رکھے ہوئے ہاتھوں پہ انیسؔ آستیں کبریٰؑ
کہتی تھی یہ دُکھیا
لو جلد خبر ، نیزہ چبھوتے ہیں ستمگر
میں لٹ گئی صاحب

نوحہ

مرزا دبیرؔ

یتیمِ مجتبیٰؑ قاسمؑ شہیدِ کربلا قاسمؑ
ہوا صد حیف تو مقتول بے جرم و خطا قاسمؑ
جوانی تیری دیکھی موت دیکھی بیاہ بھی دیکھا
مجھے تقدیر نے کیا کیا دکھایا ماجرا قاسمؑ

اُٹھو بیٹا اُٹھو جانی اُٹھو دلبر اُٹھو پیارے
چلے ہیں سیّدِ بیکس کٹانے کو گلا قاسمؑ

اگر یہ جانتی تو خلعت شادی بدلتی میں
پنہا دیتی کفن تجکو مرے گُل گوں قبا قاسمؑ

ہزار افسوس یہ اعضا رگِ گل سے جو نازک تھے
ہوئے پامال میداں میں بسان نقشِ پا قاسمؑ

نہ چوتھی ہونے پائی کہ اجل نے اس قدر جلدی
مگر چوتھی کے بدلے اب سوم ہوگا ترا قاسمؑ

دلھن کو یہاں سے لے جاؤ نجف میں بٹھلاؤ اس کو
کہ ہم سب بیکسوں کی شمر چھینے گا رِدا قاسمؑ

جگر میں داغ، اشک آنکھوں میں، لب پر نالہ وافغاں
تمہاری نوجوانی کا یہ سکھ مجھ کو ملا قاسمؑ

تمہیں میں بخشتی ہوں دودھ لیکن بخش دو تم بھی
ہوئی ہو پالنے والی سے گر کوئی خطا قاسمؑ

یتیمی بیکسی بیچارگی سب ختم ہے تم پر
کوئی مظلوم اب تم سا نہ ہوگا نہ ہوا قاسمؑ

ترا یہ بھولا بھالا منہ اور اس پر سہرے کی لڑیاں
نہ بھولے گی مجھے یہ شان تا وقتِ قضا قاسمؑ

نہ رنڈ سالہ بنی کو نہ کفن ہے تیرے لاشہ کو
عجب سادات پر وقت مصیبت ہے پڑا قاسمؑ

ہوے عمّو پہ تم صدقے نبیؑ راضی خدا راضی
مگر میں لُٹ گئی میرا مقدر تھا برا قاسمؑ

نہ کی شربت کی خواہش اور نہ مصری بیاہ کی کھائی
ملا ایسا تمہیں کیا آبِ خنجر میں مزا قاسمؑ

جوانی پر تری روؤں کہ غربت پہ تری روؤں
مرے مظلوم قاسمؑ اے مرے بے دست و پا قاسمؑ

کفن تم کو گدائی کر کے پہناتی میں اے جانی
مگر مجبور ہوں ہے نام اس گھر کا بڑا قاسمؑ

قسم تیرے جواں مرنے کی اس دم دیکھتی ہوں میں
پڑے لاشہ پہ صدقہ ہورہی ہے فاطمہؑ قاسمؑ

سدھارو تم حسنؑ آغوش پھیلائے یہ کہتے ہیں
بیا قاسمؑ بیا قاسمؑ بیا قاسمؑ

سفارش اب میں کرتی ہوں قسم حیدرؑ کی دیتی ہوں
دبیرؔ خستہ کو بخشائیو روزِ جزا قاسمؑ

نوحہ

میر مونسؔ

ماں کہتی تھی رو رو کے یہ با گریہ وزاری ہے ہے بنے قاسمؑ
میں رانڈ تو جیتی رہی تم مر گئے واری ہے ہے بنے قاسمؑ

کچھ ماں کی ضعیفی پہ تمہیں رحم نہ آیا حلق اپنا کٹایا
لٹوا گئے جنگل میں کمائی کو ہماری ہے ہے بنے قاسمؑ

کنگنا ہے کہیں ہاتھ کہیں اور کہیں سہرا مجروح ہے چہرا
ٹکڑے ہے یہ پوشاک شہانی تری ساری ہے ہے بنے قاسمؑ

تلواروں سے کٹ کٹ کے ترے دست بلوریں خوں میں ہوئے رنگین
یہ بیاہ کی مہندی تجھے راس آئی نہ واری ہے ہے بنے قاسمؑ

کیا سور ہے ہو آنکھیں تو صدقے گئی کھولو کچھ منہ سے تو بولو
لے جاؤں کہاں یہاں سے دولہن کو میں تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ

کل دولھا بنے بیٹھے تھے مسند پہ مری جاں ہے آج یہ ساماں
پامال ہے لاش اور لہو زخموں سے جاری ہے ہے بنے قاسمؑ

نیزوں پہ ہیں سر اونٹ پہ سر ننگے بنی ہے اور سینہ زنی ہے
کس دھوم سے جاتی ہے برات آج تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ

مونسؔ کہوں کس منہ سے میں اُس بی بی کا ماتم جیسا تھا اُسے غم
ہر دم یہی چلاتی تھی با گریہ و زاری ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

نالاںؔ لکھنوی

لاش قاسمؑ پہ دلھن پکاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ
آئی دکھیا دلھن یہ تمھاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ

ظلم کرتے ہیں ظالم بچا لو قید ہوتے ہیں آ کر چھڑا لو
رکھیو عزت تم اپنی ہماری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ

لاش میداں میں بے سر پڑی تھی لڑی سہرے کی کٹ کر گری تھی
خون میں ڈوبی ہے پوشاک ساری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ

رن میں لاشہ تمھارا پڑا ہے قتل ہر اک براتی ہوا ہے
کیا بنی شکل ہے ہے تمھاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ
لے گئے ہائے جوڑا شہانا لے گئے وہ کلائی سے کنگنا
کٹ گئی ہے کلائی تمھاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ
مجھ کو اماں نے دلھن بنایا سوہا جوڑا ہے مجھ کو پنہایا
گھر کو چلئے منگا دوں سواری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ
حال کبرؔیٰ کہوں کیا میں نالاںؔ سر پٹکتی ہے ہو ہو کے گریاں
یہی کہتی تھی وہ شہ کی پیاری سوتے ہو کیوں بنے میرے قاسمؑ

نوحہ

رافتؔ لکھنوی

روکے کہتی تھی یہ ماں ہائے مری جاں قاسمؑ
میرے ناشاد جواں مرگ پُر ارماں قاسمؑ
مرے محبوب مرے گلرو مرے غنچہ دہن
مرے شہزادے مرے یوسفِ کنعاں قاسمؑ
اے مرے قوّتِ دل اے مری آنکھوں کی ضیا
مرے عاشق مرے شیدا مرے جاناں قاسمؑ
مری راحت مرے آرام کے خواہاں قاسمؑ
مرے دلدار مرے تابع فرماں قاسمؑ
مر گیا دولھا دلھن روکے تڑپتی ہی رہی
ہائے شادی میں ہوا غم کا یہ ساماں قاسمؑ

کیا پھبن سہرے کی تھی چاند سے منھ پر جانی
امّاں اس شانِ شہانی پہ ہو قرباں قاسمؑ

ہے غضب کس کی نظر کھا گئی دولھا کو مرے
تجھ کو نوشاہ بنا کر ہوں پشیماں قاسمؑ

سوجھتا کچھ نہیں اندھیر ہے دنیا لوگو
ہائے آنکھوں سے مری ہوگئے پنہاں قاسمؑ

مسند الٹی گئی ماتم کی صفیں بچھتی ہیں
نام لے لے کے ترا روتے ہیں مہماں قاسمؑ

جا کے سسرال میں چوتھی کا نہ پہنا خلعت
رہ گیا سالیوں کو نیگ کا ارماں قاسمؑ

نذر دو واری حسینؑ آئے ہیں تسلیم کرو
کچھ ضیافت کا چچا کی کرو ساماں قاسمؑ

رکھّو سر قدموں پہ منّت سے چچا کو روکو
سنتی ہوں جاتے ہیں شہ جانبِ میداں قاسمؑ

واری ماں اُٹھ کے ذرا اپنی دلھن کو سمجھاؤ
ترے مرنے سے بہت ہے وہ پریشاں قاسمؑ

رافتؔ اس لاش پہ رو رو کے وہ کہتی تھی یہی
خلد کو جاتے ہو اللہ نگہباں قاسمؑ

نوحہ
میر نفیسؔ

کبرٰا نے کہا تم نہ مجھے چھوڑ کے جانا ہے ہے بنے قاسمؑ
اِک شب کی دُلہن کو نہ کہیں رانڈ بنانا ہے ہے بنے قاسمؑ

کِس وقت میں افسوس پیامِ اجل آیا پردیس میں تم کو
راس آیا نہ صاحب کو مرا بیاہ کے لانا ہے ہے بنے قاسمؑ

اِک بات میں کہتی ہوں ذرا اُس کا رہے دھیان لونڈی ہوئی قربان
فردوس میں لونڈی کو کہیں بھول نہ جانا ہے ہے بنے قاسمؑ

سب خاک میں مل جائے گی یہ عزت و توقیر بعد آپ کے صاحب
والی نہ رہا جب تو کہاں میرا ٹھکانا ہے ہے بنے قاسمؑ

کس طرح سے کٹواؤں گلا آپ کے ہمراہ ہے ہے مرے نوشاہ
مجھ کو ابھی زندان کی صعوبت ہے اُٹھانا ہے ہے بنے قاسمؑ

اللہ کو سونپا تمہیں لو جاؤ سدھارو مختار ہو صاحب
لونڈی کو بھی خدمت کے لیے پاس بُلانا ہے ہے بنے قاسمؑ

جب شام کے بازار میں سر ننگے پھروں گی کیسا یہ غضب ہے
تقدیر میں لکھا ہے مرے خاک اُڑانا ہے ہے بنے قاسمؑ

دکھلائیو دیدار مجھے خواب میں آکر زندانِ ستم میں
دیکھو یہ وصیت نہ میری دل سے بھلانا ہے ہے بنے قاسمؑ

بلواؤ نفیسؔ جگر افگار کو اپنے اب کرب و بلا میں
ملتا نہیں اب ہند میں رہنے کا ٹھکانا ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

میر وحید

لاش آئی جو خیمہ میں تو کبریٰ نے سنایا ہے ہے بنے قاسمؑ
نوشاہ مرے تم نے یہ کیا حال بنایا ہے ہے بنے قاسمؑ

شادی ہوئی کل آج تمہاری اجل آئی افسوس صد افسوس
صد حیف کہ یہ بیاہ تمہیں راس نہ آیا ہے ہے بنے قاسمؑ

جو منہ سے کہا تھا وہ کیا آپ نے صاحب میرا نہ رہا دھیان
دولہ بھی بنے سر کو بھی میدان میں کٹایا ہے ہے بنے قاسمؑ

تقدیر میں لکھا تھا کہ ہو جاؤں میں بیوہ مجبور تھے تم بھی
یوں اُٹھ گیا سر پر سے میرے آپ کا سایہ ہے ہے بنے قاسمؑ

کل تک تو میں پہنے ہوئے تھی بیاہ کا جوڑا اور ناک میں نتھ تھی
اور آج ہے تقدیر نے رنڈسالہ پنہایا ہے ہے بنے قاسمؑ

ہے ہے مرے والی مرے مالک مرے صاحب یہ کیا کیا مجھ سے
کیا میں نے خطا کی جو مجھے دل سے بھلایا ہے ہے بنے قاسمؑ

افسوس صد افسوس ملے خاک میں ارمان مجھ سوختہ دل کے
اِس گردشِ گردوں نے عجب رنگ دکھایا ہے ہے بنے قاسمؑ

یہ تو کہو پردیس میں کس پر مجھے چھوڑا کچھ منہ سے تو بولو
منہ موڑ کے اِس لونڈی سے جنگل کو بسایا ہے ہے بنے قاسمؑ

نادار ہوں محتاج ہوں کس طرح کفن دوں کچھ بن نہیں آتی
ہمسایہ بھی اپنا نہیں، ہے دیس پرایا ہے ہے بنے قاسمؑ

ہے آرزو صاحب کہ سدا لاش کے اوپر رویا کروں دن رات
میں جیتی رہی تم کو پیامِ اجل آیا ہے ہے بنے قاسمؑ
وسواس مجھے آتا ہے اب خاک سے اُٹھو بس سو چکے صاحب
اب اُٹھو کہ بازو بھی کئی بار ہلایا ہے ہے بنے قاسمؑ
امّاں نے خوشی سے مجھے کل بیاہ کا جوڑا پہنایا تھا ہنس کر
ہے آج چچی جان نے رنڈ سالہ پہنایا ہے ہے بنے قاسمؑ
لکھ بین نہ کبرؑا کے وحیدِ جگر افگار کر عرض بہ منّت
بلواؤ سوئے کرب و بلا بہرِ خدایا ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

علی میاں کاملؔ

لاشِ قاسمؑ پہ کہا ماں نے بہ فریاد و بکا میرے ناشاد پسر
رانڈ بیکس کے نشاں کشتۂ شمشیرِ جفا میرے ناشاد پسر
واری دیکھو تو ذرا مانگ دلھن کی دولھا کیسی ہے خون میں تر
جس میں صندل ابھی تھا بانوئے بیکس نے بھرا میرے ناشاد پسر
میرے ناشاد تری روح سے مادر ہے خجل کیسا شرمندہ ہے دل
کچھ زمانہ نہ ہوا نام ہوا شادی کا میرے ناشاد پسر
آج کیا ہے جو نہیں کرتے ہو تم جھک کے سلام حیرت کا ہے مقام
آنکھ کھولو تو میں صدقے گئی بیٹھے ہیں چچا میرے ناشاد پسر
دل میں اک رات کے بیاہے کے نہ ہو کیسے ملال مجھ کو اس کا ہے خیال
منہ سے کچھ بات کرو ماں سے بڑھا کر سہرا میرے ناشاد پسر

دھوم سے شادی نہ کی ماں نے جوائے ماہ لقا تجھیو اس کا نہ گلا
واری نادار تھی میں اور گرفتارِ بلا میرے ناشاد پسر

اے علیؑ کیا کہوں ہوتا تھا جو کچھ شورِ فغاں جو وہ کرتی تھی بیاں
میرے قاسمؑ میرے بے کس میرے پامال جفا میرے ناشاد پسر

نوحہ
علی میاں کاملؔ

جاں بلب قاسمؑ کے غم میں مادرِ ناشاد ہے — بجھ گئی شمع مزار مجتبیٰ فریاد ہے
رات کو دولھا بنا تھا صبح کو بے جاں ہوا — جانگزا میں مہ جبیں کے قتل کی روداد ہے
وائے قسمت یہ نہ سمجھے اشقیا ہنگام ظلم — راحتِ جاں ایک بیوہ کا یہ نو داماد ہے
قتل کا کس نازنیں کے حکم ظالم نے دیا — ابنِ سعدِ بے حیا ہے ہے بُرا جلاّد ہے
کیا نہ تھا معلوم دادا اُس شہیدِ ظلم کا — مصطفےٰؐ کا جانشینِ جبرئیل کا اُستاد ہے
آہ اتنا کہنے والا کوئی دنیا میں نہیں — کچھ خدا کا خوف بھی اے بانیٔ بیداد ہے
کیوں کمر باندھی ہے خونریزی پہ اُن کے اے لعیں — جن کے دم سے زیب وزینِ عالمِ ایجاد ہے
کیا وصیت کی تھی پیغمبرؐ نے اُن کے باب میں — کچھ تجھے ارشاد ختم الانبیاء کا یاد ہے

نوحہ
طُورؔ لکھنوی

بیان کرتی تھی کبرؐا اے مرے رشکِ قمر دولھا — ہوا پامال گھوڑوں سے تیرا تن سیمبر دولھا
یہ غم ایسا نہیں ہرگز نکل جاوے کسی دل سے — تمہارا نام لے کر پیٹوں گی شام وسحر دولھا
حیا سے بات تک کرنے کی دل میں رہ گئی حسرت — نہ یہ معلوم تھا مہمان ہو تم تا سحر دولھا

لعیں اب شام سے لے جاویں گے ہم کو اے تنِ قاسمؑ کھلے سر میں تو پیچھے ہوں گی آگے ترا سر دولھا
تمھارے آگے میں مرتی پہ یہ قسمت میں لکھا تھا دُلھن بیٹھی رہے کر جائے دنیا سے سفر دولھا
نہ اکبرؑ ہیں نہ عباسِ دلاور ہیں نہ ہیں بابا پھراویں گے لعیں اُونٹوں پہ ہم کو در بدر دولھا
جگر شق ہوتا ہے اے طوؔر جب کبرا یہ کہتی ہیں
مرے دولھا مرے وارث مرے رشکِ قمر دولھا

نوحہ
غضنفر حسین عروؔج بھرت پوری
(شاگردِ میر عارف)

ذی شاں مرے قاسمؑ بے جاں میرے قاسمؑ صدقے ترے یہ مادر نالاں مرے قاسمؑ
مجھ بیوہ کو اس پیری میں چھوڑا کہو کس پر جنگل میں مرا کون ہے پُرساں مرے قاسمؑ
اب جاتے ہو جنگل میں مجھے چھوڑ کے کس پر اس عالم غربت میں پریشاں مرے قاسمؑ
دیکھی نہ دلھن اور نہ تمہاری کوئی اولاد دل میں رہا مادر کے یہ ارماں مرے قاسمؑ
اک بار مجھے اور دکھا جایئے صورت ڈھونڈے ہیں تجھے دیدۂ حیراں مرے قاسمؑ
بلوا لو مجھے کرب و بلا کہہ کے چچا سے
رکھتا ہے عروؔج اب تو یہ ارماں مرے قاسمؑ

نوحہ
واجؔد لکھنوی

قاسمؑ کی یہ ماں کہتی تھی با گریہ وزاری ہے ہے بنے قاسمؑ
تم مر گئے افسوس ردا لے گئے ناری ہے ہے بنے قاسمؑ

سہرے کے ابھی پھول بھی کملائے نہیں ہیں جو مر گئے ہے ہے
کس منہ سے کہوں تیر لگے سینہ پہ کاری ہے ہے بنے قاسمؑ
آلودہ ہے خون میں تری پوشاک شہانی اے یوسف ثانی
صدقے تری صورت کے تری لاش پہ واری ہے ہے بنے قاسمؑ
جن ہاتھوں میں مہندی تھی لگی لعل تمہارے وہ کٹ گئے سارے
اور گھوڑوں سے پامال ہوئی لاش تمہاری ہے ہے بنے قاسمؑ
عموں پہ فدا ہوگئے دو روز کے پیاسے شمشیر جفا سے
دے صبر دلھن کو تری اب خالق باری ہے ہے بنے قاسمؑ
واجد یہ چلاتی تھی وہ خاک اُڑا کر اے دلبر شبرؑ
فردوس کو مقتل سے گئی تیری سواری ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

واجد لکھنوی

رو رو لاشے پہ بنڑی پکاری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری
بن کے تقدیر بگڑی ہماری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری
تم کو کیا کہہ کے روئے یہ ناشاد کیجئے کچھ تو بیکس سے ارشاد
کیا کرے بین بیوہ تمہاری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری
تم کو شادی نہ یہ راس آئی عقد کی صبح گردن کٹائی
ہے قبا خون میں آلودہ ساری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری
چُور لاشہ تمہارا ہوا ہے اور سہرا بھی خون میں بھرا ہے
مر گئے تم سنان کھا کے کاری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری

کوئی سنتا نہیں میری فریاد رہ گئی ہائے اس دن کو ناشاد
مجھ کو در در پھراتے ہیں ناری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری
عرض واجدؔ کی ہے تم سے رو رو میرے نوحہ پہ تم صاد کرو
کہہ کے لایا ہے مہندی تمہاری میرے قاسمؑ بنے تم پہ میں واری

نوحہ

واجدؔ لکھنوی

لاش پر تھی یہ کبرؑا کی زاری میرے نوشہ بنے تم پہ واری
بس کے اجڑی ہے بستی ہماری میرے نوشہ بنے تم پہ واری
رخ پہ سہرے کی لڑیاں کٹی ہیں خاک میں دونو زلفیں اَٹی ہیں
نیند ہے یا ہے غش تم پہ طاری میرے قاسمؑ بنے تم پہ واری
سر پہ چادر ہے نہ رخ پہ برقعہ غیر بستی ہے اور ہے یہ بلوہ
کس طرف جائے آفت کی ماری میرے نوشہ بنے تم پہ واری
ساتھ زخموں کے کپڑے پھٹے ہیں پیچ پگڑی کے سارے کٹے ہیں
بھر گئی خون میں صورت تمہاری میرے نوشہ بنے تم پہ واری
کھل گیا سر ہے چادر اُڑھاؤ اور قید جفا سے چھڑاؤ
ہے گرفتار یہ غم کی ماری میرے نوشہ بنے تم پہ واری
کیوں نہیں بولتے غمزدہ سے رن لرزتا ہے آہ و بکا سے
کیا گئی خلد کو ہے سواری میرے نوشہ بنے تم پہ واری
عرش ہلتا تھا واجدؔ کہوں کیا رو کے کہتی تھی جس دم یہ کبرؑا
ظلم پہ ظلم کرتے ہیں ناری میرے نوشہ بنے تم پہ واری

نوحہ

واجدؔ لکھنوی

زینبؑ نے کہا لاشہ قاسمؑ پہ یہ روکر پیارے بنے قاسمؑ
ویران ہوا ہے مرے بھائی کا بھرا گھر پیارے بنے قاسمؑ

کمھلا گیا یہ پھول سا رخ دھوپ میں جانی ہاتھ آیا نہ پانی
دادا سے نہ کرنا مرا شکوہ لبِ کوثر پیارے بنے قاسمؑ

ٹکڑے ہے قبا جسم پہ ہیں زخم نمایاں پیاسے ہوئے بے جان
تم خواب اجل میں ہو بپا گھر میں ہے محشر پیارے بنے قاسمؑ

راس آئی نہ افسوس یہ شادی تمہیں بیٹا ہے پیٹنے کی جا
گھونگھٹ میں دلھن روتی ہے غش آتے ہیں غش پر پیارے بنے قاسمؑ

زخموں سے سنانوں کے کلیجہ ہے نمایاں زینبؑ ترے قربان
غربال ہے تیروں سے ترا سینہ سراسر پیارے بنے قاسمؑ

زینبؑ کے بیان کا نہیں واجدؔ مجھے یارا ہے قلب دو پارا
ہلتی تھی زمیں کہتی تھی جس وقت وہ روکر پیارے بنے قاسمؑ

نوحہ

عاجزؔ لکھنوی

در پہ خیمہ کے فضہ پکاری لاش آتی ہے ابنِ حسنؑ کی
کرتے آتے ہیں شبیرؑ زاری غیر حالت ہے شاہِ زمن کی

لاشِ نوشہ کو سرور ہیں لاتے اکبرؑ عباسؑ ہیں روتے آتے
ہوئی بیوہ خوزادی ہماری کیا ہے برگشتہ قسمت دلھن کی

چل کے دلھن کو بیوہ بناؤ کالی چادر دلھن کو اُڑھاؤ
لٹ گئی آج کبرٰاؑ بچاری تھی یہ تقدیر اُس خستہ تن کی

لاش نوشہ سے لپٹی تھی مادر بین کرتی تھی رو کے وہ مضطر
گئی جنت کو بیٹا سواری بات پوچھی نہ تم نے دلھن کی

کر کے دلھن کو بیوہ سدھارے ہائے قاسمؑ بنے میرے پیارے
کیا یہ تقدیر اُلٹی ہماری سیر کی تم نے باغِ عدن کی

کیا میں سمجھاؤں دلھن کو بیٹا منہ کو آتا ہے ہر دم کلیجہ
غش پہ غش ہے گا کبرٰاؑ کو طاری صورت ابتر ہے تشنہ دہن کی

گئے ناشاد بیٹا جہاں سے لاؤں سامانِ مدفن کہاں سے
ماں پریشاں ہے حد سے تمہاری غیر ممکن ہے صورت کفن کی

یاد آتے ہیں خمدار ابرو کیا مسلسل تھے پیچیدہ گیسو
خوں سے تر شکل ہے گی یہ ساری زلف میں بو ہے مشکِ خُتن کی

مہندی ہاتھوں میں کیسی لگائی راس تم کو یہ شادی نہ آئی
بگڑی تقدیر بن کر ہماری لاش آئی ہے رشکِ چمن کی

یاد تیری جوانی کروں گی سوگ میں روز و شب میں رہوں گی
عمر بھر تم کو روؤں کی واری ہے گی درپیش صورت محن کی

سوتے ہو خاک پر میرے جانی کیا مٹی مفت میں یہ جوانی
لاش سونپی خدا کو تمہاری کون لے گا خبر بے وطن کی

روکے کہتی تھی ناداں سکینہؑ بھائی قاسمؑ ہوئے رن میں بے جاں
رانڈ ہوئی آج بہنا ہماری یہ ہے تقدیر کُبرا بہن کی
غیر حالت تھی عاجز بنی کی لاشِ قاسمؑ پہ سینہ زنی تھی
دل پہ لگتے تھے نشتر یہ کاری تاب کب ہے گی آگے سخن کی

نوحہ

مضطرؔ لکھنوی

ہوا رن میں تو جا، بے سر بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ
ہوں میں روتی تری مادر بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

تجھے یوں موت ہے آئی نہ روئے کیونکر یہ دائی
ہے گردن تو نے کٹوائی بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

ترے غم نے کیا حیراں ہوں غم میں سرِ عریاں
ہوا تو خون میں غلطاں بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

ترے سینہ کے صدقے اور تری جرأت کے میں صدقے
تری ہمت کے میں صدقے بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

کیا تو نے جو وعدہ تھا اُسے لایا بجا بیٹا
نہ پیٹوں کیونکر میں دکھیا بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

ترا کنگنا ترا سہرا پڑا ہے خون میں ڈوبا
موا تو ہائے سر کٹوا بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

ترے قربان ہوں جانی ملا تجھ کو نہیں پانی
ترے غم سے ہوں دیوانی بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

چلے عباسؑ بھی مرنے فدا جی شاہ پر کرنے
بڑے دکھ درد میں مرنے بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

نہیں ہے تاب دل کے اندر اب آگے کیا کہے مضطرؔ
یہی کہتی تھی وہ مضطر بنے قاسمؑ بنے قاسمؑ

نوحہ

نجمؔ لکھنوی

اے فلک ہے یہ اندھیرا کیسا مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا
غم سے شق ہے کلیجہ دولہن کا مرنے جاتا ہے اک شب کا دولھا

ہے بندھا سر پہ شادی کا سہرا اور دستِ حنائی میں کنگنا
بر میں پہنے ہے جوڑا شہانا مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

جب سے ہے ہے دلھن نے سنا ہے ہائے سینہ میں دم گھٹ رہا ہے
بی بیوں میں قیامت بپا ہے مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

کوئی دیکھے دلھن کا مقدر پھٹ پڑا ہے فلک غم کا سر پر
کہتی ہے کیا کروں اب میں مضطر مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

مر گئے جتنے تھے شہ کے ساتھی اب عزیزوں کی آئی ہے باری
مومنو دو خدا کی دوہائی مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

اے فلک ظالموں نے یہ کیسی ہائے آلِ نبیؐ پر جفا کی

سر کٹائے پڑے ہیں براتی مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

اب ہوئی رانڈ اِک شب کی بیاہی اب ہوئی دو گھروں کی تباہی

اب ہے بے وارثوں کا خدا ہی مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

نجمؔ اور اب میں آگے کہوں کیا حشر اہلِ حرم میں تھا برپا

کہتی تھی جب حسنؑ کی یہ بیوا مرنے جاتا ہے اِک شب کا دولھا

نوحہ

نواب زُہرہ بیگم (زوجۂ واجد علی شاہ، بادشاہِ اودھ)

ماں یہ کہتی تھی کہ مرنے کو نہ جاؤ قاسمؑ — اپنی صورت کو نہ مٹی میں ملاؤ قاسمؑ

رات کو پہلو میں اپنے میں سُلاؤں گی کسے — نیند کیونکر مجھے آئیگی بتاؤ قاسمؑ

ہے دعا حق سے کہ دولھا تمھیں بنتے دیکھوں — خاک میں میرے نہ ارمان ملاؤ قاسمؑ

قصد مرنے کا مصمم ہے تو اک کام کرو — ساتھ اپنے مجھے لیتے ہوے جاؤ قاسمؑ

حرف ہر بار نہ مرنے کا زباں پر لاؤ — دل کو مادر کے نہ لِلّٰہ کُڑھاؤ قاسمؑ

تم تو کہتے تھے کہ ہم ساتھ نہ چھوڑیں گے کبھی — کرتے ہو وعدہ وفا خوب بتاؤ قاسمؑ

آ کے لگ جاؤ گلے سے مرے، قربان گئی — آگ تم اُٹھ کے مرے دل کی بجھاؤ قاسمؑ

کیا کہے زہرہؔ وہ مادر کا تڑپ کر کہنا — پاس اپنے مجھے اب جلد بلاؤ قاسمؑ

نوحہ

نواب زُہرہ بیگم (زوجۂ واجد علی شاہ، بادشاہِ اودھ)

ماں یہ قاسمؑ کی رو کر پکاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

اب جیے گی نہ دُکھیا تمھاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

ہے یہ لازم کہ میداں میں جاؤ جان عمو کے قدموں پہ وارو
تھی وصیت حسنؑ کی بھی واری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

دودھ قاسمؑ کو جب ماں نے بخشا ایک کہرام تھا گھر میں برپا
تھا زباں پر یہ زینبؑ کے جاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

بیٹا جنت میں جس وقت جانا میری تسلیم دادا سے کہنا
اور کہنا خبر لو ہماری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

بولیں کلثوم قاسمؑ سے رو کر کہنا دادی سے قربان جا کر
بھائی کو میرے گھیرے ہیں ناری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

اور کہنا یہ تم جا کے بیٹا آیئے اب مدد کرنے بابا
بے خطا یہ ستاتے ہیں ناری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

جب چلے رن کو قاسمؑ تو مادر پیٹی اپنا سر و سینہ کہہ کر
پھر دکھاؤ گے صورت نہ پیاری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

کیا کہے زہرہ ماں کا تڑپنا اور رو رو کے ہر بار کہنا
لٹ رہی ہے کمائی ہماری رن کو جاتے ہو تم پر میں واری

نوحہ

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثریا قدر بہادر
ثُرّیا لکھنوی

روکے کہتی تھی کبریٰ کہ ہائے میرے دولھا تو جنت سدھارے
اب یہ بیوہ کہاں اُن کو پائے میرے دولھا تو جنت سدھارے

دیکھنے بھی نہ پائی میں صورت آ گئی جو یکا یک یہ آفت
اب دُلھن خاک سر پہ اُڑائے میرے دولھا تو جنت سدھارے

اپنے دولھا کے لاشے پہ جاؤں بین کرنے کو گر اذن پاؤں
راہ مقتل کی کوئی بتائے میرے دولھا تو جنت سدھارے

پاس عمو کے تم تو سدھارے کون دکھ درد دیکھے ہمارے
بگڑی تقدیر اب کیا بن آئے میرے دولھا تو جنت سدھارے

ہائے شادی نہ یہ راس آئی ہوگئی خانماں کی صفائی
دست و پا میں حنا کو لگائے میرے دولھا تو جنت سدھارے

جب کہ خیمہ میں آئیں گے ناری کیا سنیں گے مری آہ و زاری
کون اُس وقت مجھ کو بچائے میرے دولھا تو جنت سدھارے

ہاتھ پاؤں میں مہندی لگائی خوں کے دریا میں جا کر نہائے
پاس میرے وہ پھر کر نہ آئے میرے دولھا تو جنت سدھارے

کوئی لِلّٰہ مجھ کو بتائے پاس میرے سکینہؑ جو آئے
سالی اب نیگ کس طرح پائے میرے دولھا تو جنت سدھارے

اے ثریا یہ کہتی تھی کبریٰ ہے قیامت پہ موقوف ملنا
چین اب دل کو کس طرح آئے میرے دولھا تو جنت سدھارے

نوحہ

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثریا قدر بہادر

ثُرؔیا لکھنوی

لاشِ قاسمؑ پہ یہی کہتے تھے شہ رو رو کر اے میری جان برادر کی نشانی دولھا
کس طرح سے نہ مرا قلب حزیں ہو مضطر اے میری جان برادر کی نشانی دولھا

میں یہ کیونکر کہوں گا لاش کو پامال کیا نیزہ و تیغ سے سب جسم کے اعضا ہیں جدا
مجھ سے پوچھے گی اگر خیمہ میں تری مادر اے مری جان برادر کی نشانی دولھا

پیچ ہر ایک ہے سہرے کا جدا اے ذیشاں نہیں باقی ہے کلائی میں بھی کنگنے کا نشاں
رات کو عقد ہوا دن کو ہوئے تم بے سر اے مری جان برادر کی نشانی دولھا

تھا مقدر میں یہی کاتب قدرت نے لکھا آج کے روز تمھارا جو ہوا یہ نقشا
سب بدن چور ہے کھائے ہیں وہ تیر و تبر اے مری جان برادر کی نشانی دولھا

مجھ سے پوچھے گی جو کبریٰ کہ نہ لائے بابا میرے دولھا کو کہاں چھوڑ کے آئے بابا
کس زباں سے میں کہوں گا جو یہ گذری تم پر اے مری جان برادر کی نشانی دولھا

غش سے چونکو تو ذرا آنکھ کو بیٹا کھولو تم پہ صدقے ہو چچا منھ سے تو اس دم بولو
آہ پیاسے ہی گئے جانب حوض کوثر اے مری جان برادر کی نشانی دولھا

اکبرؑ و حضرت عباسؑ کھڑے روتے تھے اے ثریاؔ شہ دیں کہہ کے یہ جاں کھوتے تھے
تیرا لاشہ ہمیں قدرت نے دکھایا اے مری جان برادر کی نشانی دولھا

نوحہ

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثُریّا قدر بہادر

ثُریّا لکھنوی

بیمار نے تحریر کیا ابنِ حسنؑ کو بھیّا بنے قاسمؑ
کیا بھول گئے جا کے وہاں تم بھی بہن کو بھیّا بنے قاسمؑ

وہ کونسی ساعت تھی کہ تم گھر سے سدھارے دکھ درد کے مارے
پھر کر جو سفر سے نہیں پھر آئے وطن کو بھیّا بنے قاسمؑ

سنتی ہوں وہاں آپ نے ہے بیاہ رچایا ہم کو نہ بلایا
کیا اس کے بھی قابل نہ ذرا سمجھا بہن کو بھیّا بنے قاسمؑ

دولھا بنے مارے گئے تم ظلم و جفا سے کیا زور قضا سے
سب کہتے ہیں باندھے ہوئے سہرا چڑھے رن کو بھیّا بنے قاسمؑ

تن چور ہوا اور ہوئے گھوڑوں سے پامال سینہ ہوا غربال
اب تک تو پڑی لاش ہے محتاج کفن کو بھیّا بنے قاسمؑ

چوبیس پہر پیاس کی تکلیف اُٹھائی صابر مرے بھائی
لب خشک ہوئے تر نہ کیا اپنے دہن کو بھیّا بنے قاسمؑ

بیوہ ہوئی بھینا مری اک رات کی بیاہی یہ آئی تباہی
کیا رنج ہوا ہوگا شہنشاہِ زمن کو بھیّا بنے قاسمؑ

ان باغیوں نے حیف کسی گل کو نہ چھوڑا چن چن کے ہے توڑا
مسمار کیا فاطمہؑ دادی کے چمن کو بھیّا بنے قاسمؑ

مدّاح ثرّیا ہے تمھارا جو نہایت مشتاقِ زیارت
روضہ پہ بلا دیکھیں اُس زار و محن کو بھیا بنے قاسمؑ

نوحہ

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثُرّیا قدر بہادر
ثُرّیا لکھنوی

لاش پر بولی بنی مرگئے قاسمؑ بنے
چہرے پہ ہے مردنی مرگئے قاسمؑ بنے

مار کے بہتوں کو آپ جامِ شہادت پیا
کیسی یہ دل میں ٹھنی مرگئے قاسمؑ بنے

گھوڑوں نے روندا ہے تن سر میں چبھی ہائے ہائے
نیزے کی کیسی انی مرگئے قاسمؑ بنے

خنجر و تیغ و سناں تن پر پڑی اس قدر
خوں میں زِرہ ہے سَنی مرگئے قاسمؑ بنے

رحم نہ آیا اُسے جس نے کہ مارا تمھیں
کیسا تھا مردِ دنی مرگئے قاسمؑ بنے

حشر میں مجھ سے ملیں دے گئے ہیں آستین
بات کے تو ہیں دھنی مرگئے قاسمؑ بنے

لاش جو تھی بے کفن اس پر اب اللہ کی
چادر رحمت تنی مر گئے قاسمؑ بنے

نوحہ

سجّاد لکھنوی (شاگرد مہر علی اُنس)

تھا یہ ماں کا سخن قاسمؑ گلبدن — میرے گل پیرہن قاسمؑ گلبدن
مل کے ماں سے گئے پر نہ واپس ہوئے — ہو کہاں جانِ من قاسمؑ گلبدن
اے مرے دلربا کیا پسند آگیا — کربلا کا یہ بن قاسمؑ گلبدن
کیسی موت آگئی کیا نظر کھا گئی — ہائے ابنِ حسنؑ قاسمؑ گلبدن
شاد تھا میرا جی تجھ سے تھی زندگی — اے مرے کم سخن قاسمؑ گلبدن
کچھ تو میری سُنو اور اپنی کہو — مہ جبیں سیم تن قاسمؑ گلبدن

خاک منھ پر ملے آئی ہوں سر کھلے کچھ تو کرو تم سخن قاسمؑ گلبدن
دیکھوں کیا مہ لقا حال ہے جو ترا ٹکڑے ٹکڑے ہے تن قاسمؑ گلبدن
حال سجّاد وہ تو کرے کیا رقم تھا جو ماں کا سخن قاسمِؑ گلبدن

نوحہ
فرّخ لکھنوی

ماں کہتی تھی تم خون میں نہائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ
کیا رنگ یہ تم رن سے بنائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

جھڑتا ہے گریباں سے فوارّہ لہو کا تر خوں سے ہے دامن
کیا برچھی کوئی سینے پہ کھائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

کنگنا ہے کلائی سے جدا خون میں ڈوبا سب جوڑا شہانا
سہرے کی لڑیوں کو کٹائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

کیا نیگ نہ دینے کی سکینہؑ سے ہے تم کو شرمندگی پیارے
گردن کو جو تم اپنے جھکائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

گھونگھٹ میں بنی ہچکیاں لے لے کے ہے روتی زانو پہ رکھے سر
تم گھوڑے پہ گردن جو ڈھلائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

اتنے میں دلھن دولھا کا سر گودی میں رکھ کر رو رو کے یہ بولی
کیوں مجھ سے تم آنکھوں کو چرائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

پیاسے تھے بہت جا کے پیا آبِ دمِ تیغ دریا کے کنارے
بھوکے گئے پھل برچھی کا کھائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ ۰

شق ہوگا جگر دیکھ کے مرجائے گی اماں اس واسطے بیٹا
تم سینے کا زخم اپنے چھپائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

وعدہ تھا دُلھن سے کہ ابھی آتا ہوں پھر کر میدانِ ستم سے
اب آئے تو تم خوں میں نہائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

پھر چوڑیوں کو توڑ کے اور پھینک کے نتھ کو منہ پیٹ کے بولی
گھونگھٹ میں مجھے رانڈ بنائے ہوئے ہے ہے بنے قاسمؑ

تلوار کا ہے زخم لگا چہرے کے اوپر منہ خوں میں ہے ڈوبا
کیا شکل یہ اے لال بنائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

فرّخ یہی کہتی تھیں بہم بیبیاں اُس دم منہ پیٹ کے ساری
اچھے گئے تھے برچھیاں کھائے ہوئے آئے ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

میر بہادر حسین انجم لکھنوی (شاگردِ میر مونس)

بین کرتی تھیں کبرؑا یہ رو رو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو
خوف جنگل میں آتا ہے مجھ کو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو

ہائے جنگل میں کیسی لٹی ہوں کن عزیزوں سے اپنے چھٹی ہوں
کیوں نہ روؤں یہ کہہ کہہ کے لوگو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو

اب کہاں جا کے بیٹھوں میں دُکھیا ہیں نہ عمّو نہ بھائی نہ بابا
کتنے ماتم ہیں اور ہاتھ ہیں دو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو

سر برہنہ ہوں میں زار و مضطر کوئی والی نہ وارث ہے سر پر
جمع ہیں آلِ احمدؐ کے بدگو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو
چپ لگی ہے زباں کو یہ کیسی میں نے دیکھی نہیں بات ایسی
منھ سے بولو ذرا کچھ کہو تو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو
غم سے تنگی نفس کر رہا ہے ہم پہ ہر وقت جور و جفا ہے
ظلم کرتے ہیں جلّاد ہیں جو ہائے ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو
ہائے کیا حال لکھوں اب انجمؔ وہ اسیری وہ گھر کا تلاطم
بین کرنا دلھن کا وہ رو رو ہائے دولھا بنے تم کہاں ہو

نوحہ

زوّار حسین زائرؔ لکھنوی (خاندانِ انیسؔ)

کہا کبرا نے رو کر اے مرے تشنہ دہن دولھا — تمہاری لاش جنگل میں ہے بے گور و کفن دولھا
رسن بستہ مجھے اعدا لیے جاتے ہیں زنداں میں — تمہاری لاش پر کیونکر ہوں آ کر سینہ زن دولھا
میرے سر پر تو چادر بھی نہیں مجھ کو چھپانے کو — کفن دے تم کو کا ہے کا یہ آوارہ وطن دولھا
تمہارے سامنے اے کاش مجھ کو موت آ جاتی — نہ کہتے بدقدم مجھ کو جہاں کے مرد و زن دولھا
گواں کر جان پہنچے آپ تو عمو کی خدمت میں — دلھن کو کر گئے برباد اے ابنِ حسنؑ دولھا
تمہاری لاش پامالِ سُمِ اسپاں ہوئی ہے ہے — کیا اعدا نے ٹکڑے ٹکڑے یہ گل سا بدن دولھا
تمہارے بیاہ کا بھی رہ گیا دنیا میں افسانہ — یہ قصہ سن کے روئیں گے جہاں کے مرد و زن دولھا
بڑھا کر نتھ ملی ہے خاک منہ پر بدلے افشاں کے — گلے میں سوگ کا پہنا ہے میں نے پیرہن دولھا
ہم ہیں سہتے زنداں میں جفائیں قید اعدا کی — مبارک ہو تمھیں فردوس میں سیرِ چمن دولھا

یہی کہتی تھی رو رو کر دلھن دولھا کے ماتم میں
میرے شریں سخن دولھا میرے گل پیرہن دولھا
بلا لو پاس تم اپنے تو پردہ میرا رہ جائے
غضب ہے بچپن میں یہ رنڈاپے کا محن دولھا
بندھا تھا ہاتھ میں شادی کا کنگنا شب کو واقسمت
سحر کو باندھ دی اعدا نے بازو میں رسن دولھا
غمِ نوشاہ میں زائرؔ یہ نوحہ تھا سرور کا
چچا کے بدلے لڑ کر مر گئے اے صف شکن دولھا

نوحہ

بشیر حسین بشیرؔ بجنوری

کرتی تھیں فروہؑ بیاں ہائے حسنؑ کے نشاں
ہونے نہ پائے جواں ہائے حسنؑ کے نشاں
آئی اجل ناگہاں ہائے حسنؑ کے نشاں
جان کو عمّو پہ فدا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

آہ یتیم حسنؑ دوں میں کہاں سے کفن
وقت پڑا ہے کٹھن دوں میں کہاں سے کفن
مر گئے تشنہ دہن دوں میں کہاں سے کفن
فکر نہ کچھ مجھ کو بتا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

بیاہ رچاتی یہ ماں دولھا بناتی یہ ماں
مہندی لگاتی یہ ماں دولھا بناتی یہ ماں
عید مناتی یہ ماں دولھا بناتی یہ ماں

مر کے غضب آج یہ کیا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

ہائے مرے کم سخن چل بسے تشنہ دہن
لا نے نہ پائی دلھن چل بسے تشنہ دہن
کیا یہ کرے بے وطن چل بسے تشنہ دہن
مجھ کو نہ سہرا بھی دکھا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

ہائے یہ کیا حال ہے بارھواں ہی سال ہے
خون سے تن لال ہے بارھواں ہی سال ہے
لاش بھی پامال ہے بارھواں ہی سال ہے
بیاہ نہ تم اپنا رچا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

خوں سے اے لالہ فام سرخ ہیں کپڑے تمام
ہائے مرے تشنہ کام سرخ ہیں کپڑے تمام
موت کا آیا پیام سرخ ہیں کپڑے تمام
نہر پہ جاں اپنی گنوا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

خون میں سرشار ہو کوچ پہ تیار ہو
موت سے لاچار ہو کوچ پہ تیار ہو
دائی سے بے زار ہو کوچ پہ تیار ہو

پیاس کا غم دل پہ اُٹھا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

نازنیں پیارے مرے راج دُلارے مرے
آنکھوں کے تارے مرے راج دُلارے مرے
دل کے سہارے مرے راج دُلارے مرے
دائی کا گھر آج لٹا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

ہائے مرے نامور روؤں گی آٹھوں پہر
ہر گھڑی شام و سحر روؤں گی آٹھوں پہر
اُٹھتا ہے دردِ جگر روؤں گی آٹھوں پہر
دل کی مرے کچھ نہ دوا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

خواب میں بھی آئیو زیادہ نہ ترسائیو
چین جو واں پائیو زیادہ نہ ترسائیو
ماں کو بھی بلوائیو زیادہ نہ ترسائیو
ساتھ سے کیوں مجھ کو جدا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

چھوڑ کے مجھ کو یہاں چل بسے سوئے جناں
اُٹھتا ہے دل سے دھواں چل بسے سوئے جناں
ہائے مرے نوجواں چل بسے سوئے جناں

ماں کو گرفتار بلا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے
ہائے غضب اے بشؔیر قاسمؑ گردوں سریر
وقت جو آیا اخیر قاسمؑ گردوں سریر
موت کا پہنچا سفیر قاسمؑ گردوں سریر
کوچ سوئے ملک بقا کر گئے قاسمؑ جرّار قضا کر گئے
بڑھ کے دلیروں سے وغا کر گئے

نوحہ

بشیر حسین بشؔیر بجنوری

اے عرش کے تارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ
صدقے ہیں تمہارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ
جنگل میں ماں کو چھوڑا ہے دائی سے منہ کو موڑا
بن بیاہے پیارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ
صدمہ ہے بھاری دل پر بے آس ہوئی اب مادر
مرنے سے تمہارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ
ہے موت تمہیں تو آئی اس گھر میں رہی یہ دائی
اب کس کے سہارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ
چوبیس پہر سے جانی اک بوند نہ پایا پانی
اس ندی کنارے قاسمؑ چاند ہمارے قاسمؑ

کل تیرہ برس کے ہو کر دنیا سے گئے جان کھو کر
تم پیاس کے مارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ

برپا تھا بشیرؔ اک محشر جب کہتی تھی ماں یہ رو کر
اے راج دُلارے قاسمؑ اے چاند ہمارے قاسمؑ

نوحہ

بشیر حسین بشیرؔ بجنوری

ماں لاش پہ کرتی تھی یہی نالہ و فریاد اے قاسمؑ ناشاد
تم مر کے مجھے کر چکے پردیس میں برباد اے قاسمؑ ناشاد

تم تیرھویں ہی سال زمانہ سے سدھارے ہے ہے مرے پیارے
گھر چھوڑ کے دائی کا یہ جنگل کیا آباد اے قاسمؑ ناشاد

کیا آؤ گے میدان سے امداد کی خاطر بتلاؤ تو آخر
جب سر سے اُتاریں گے ردا بانیٔ بیداد اے قاسمؑ ناشاد

اب کس کے سہارے بسر عمر کرونگی دن غم کے بھرونگی
وارث تھے تمہیں اور تم ہی مری اولاد اے قاسمؑ ناشاد

بعد آپ کے زندہ علی اصغرؑ نہ بچے گا سر شہ کا کٹے گا
ہو جائیں گے قیدی محن سیّد سجادؑ اے قاسمؑ ناشاد

سب عترت اطہار کو رسی سے جکڑ کر بچوں کو پکڑ کر
لے جائینگے دربار میں ہے ہے ستم ایجاد اے قاسمؑ ناشاد

برپا تھا بشیرؔ عترت اطہار میں ماتم جس وقت بصد غم
ماں کہتی تھی کیوں، کر گئے بیٹا مجھے برباد اے قاسمؑ ناشاد

نوحہ
بشیر حسین بشیرؔ بجنوری

کہتی تھی قاسمؑ کی ماں راج دُلارے مرے ڈھونڈوں میں تم کو کہاں راج دُلارے مرے
لکھا تھا یہ بخت میں جاتے ہی تم دشت میں آؤ گے پھر کر نہ یاں راج دُلارے مرے
سر پہ نہ سہرا بندھا بیاہ کا ارماں رہا ہونے نہ پائے جواں راج دُلارے مرے
تیرہ برس سے سوا سن نہ تمہارا ہوا آئی اجل ناگہاں راج دُلارے مرے
آس مری توڑ کے بن میں مجھے چھوڑ کے چل بسے سوئے جناں راج دُلارے مرے
گھوڑوں کی ٹاپوں سے پاش آئی تمہاری جو لاش دیکھے کن آنکھوں سے ماں راج دُلارے مرے
پہلے لٹا تھا سہاگ چھوٹ گیا پھر یہ بھاگ اُٹھتا ہے دل سے دھواں راج دُلارے مرے
توڑ کے تم میری آس پہنچے جو دادی کے پاس کون ہے میرا یہاں راج دُلارے مرے
آگے لکھے کیا بشیرؔ فروہؑ کا حالِ تغیرؔ تھی یہی محوِ فغاں راج دُلارے مرے

نوحہ
بشیر حسین بشیرؔ بجنوری

سر پیٹ کے لاشہ پہ بیاں کرتی تھی مادر اے قاسمؑ مضطر
مرنے سے تمہارے ہوا برباد مرا گھر اے قاسمؑ مضطر

اس دشتِ پر آشوب میں ڈالا کہاں ڈیرا گھر چھوڑ کے میرا
ہے ہے مرے جانی مرے پیارے مرے دلبر اے قاسمؑ مضطر

کس بات پہ تم روٹھ گئے مجھ سے بتا دو اتنا تو سنا دو
کیوں آج سرِ خاک لگایا ہے یہ بستر اے قاسمؑ مضطر

کیا بہر مدد آؤ گے تم ماں کو بچانے اعدا سے چھڑانے
جب بعد شہؑ دیں مجھے لوٹیں گے ستم گر اے قاسمؑ مضطر

میں کرنے بھی نہ پائی ترے بیاہ کا ساماں واللہ مری جاں
بس دل ہی میں حسرت یہ رہی وائے مقدر اے قاسمؑ مضطر

جینا مجھے منظور نہیں بعد تمہارے اے راج دُلارے
بہتر ہے کہ پھر جائے میرے حلق پہ خنجر اے قاسمؑ مضطر

کیا لکھے بشیرؔ آگے وہ احوال مصیبت برپا تھی قیامت
ناموس حسنؑ لاش پہ جب روتی تھی کہہ کر اے قاسمؑ مضطر

نوحہ

سیّد ابن حسن زائرؔ لکھنوی

چلاتی تھی لاشہ پہ یہ سر پیٹ کے مادر ہے ہے بنے قاسمؑ
تم مر گئے جیتی رہی میں بیکس و مضطر ہے ہے بنے قاسمؑ

دل ٹکڑے ہوا جاتا ہے بیٹا میں کروں کیا اے وائے دریغا
کس طرح چھاتی پہ رکھوں صبر کا پتھر ہے ہے بنے قاسمؑ

یہ نیند ہے کیسی کہ نہیں اُٹھتے ہو بیٹا پھٹتا ہے کلیجہ
لڑیاں تو کرو سہرے کی چہرے پہ برابر ہے ہے بنے قاسمؑ

اک رات کی بیاہی نہیں جینے کی مری جاں اے مرے پُر ارماں
دیکھو تو کہ ہے غش میں پڑی خاک کے اوپر ہے ہے بنے قاسمؑ

پوشاک شہانی نہیں اب سادہ ہے جوڑا منہ تم نے جو موڑا
بٹھلایا ہے سب نے اُسے رنڈ سالہ پنہا کر ہے ہے بنے قاسمؑ

کیا ہے کہ دلھن سے بھی نہیں بولتے اصلا یہ بیاہ تھا کیسا
شب کو تو ہوا عقد چلے صبح بچھڑ کر ہے ہے بنے قاسمؑ
سمجھی میں کہ یہ نیند نہیں خواب اجل ہے تن موت سے شل ہے
پامال تمہیں کر دیا گھوڑوں سے سرا سر ہے ہے بنے قاسمؑ
زائرؔ غم و اندوہ سے تھا حشر کا عالم ماں کہتی تھی جس دم
اے مرے پر ارماں مرے یوسف مرے دلبر ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

سیّد ابن حسن زائرؔ لکھنوی

کبرٰیؑ نے کہا صاحبو رنڈ سالہ پنہاؤ دولھا گیا مارا
میں رانڈ ہوئی مجھ کو عزادار بناؤ دولھا گیا مارا
شادی میں غمی ہوگئی گھر ہو گیا برباد فریاد ہے فریاد
افشاں کے عوض خاک مرے منہ پہ لگاؤ دولھا گیا مارا
وہ دن ہے سہاگن نہ رہی وائے مقدر برباد ہوا گھر
ان بیاہ کے کپڑوں کو میرے آگ لگاؤ دولھا گیا مارا
مانگ اُجڑی مری راج لٹا مر گیا نوشاہ راس آیا نہ یہ بیاہ
مسند کو ہٹاؤ صفِ ماتم کو بچھاؤ دولھا گیا مارا
سہرے کی ضرورت نہیں بیکار ہے کنگنا دوبھر ہے یہ کنگنا
لو چوڑیاں ٹھنڈی کرو نتھ میری بڑھاؤ دولھا گیا مارا
تقدیر مری سوگئی اجڑی مری قسمت اے وائے مصیبت
لوگوں میں دلھن بن چکی اب بیوہ بناؤ دولھا گیا مارا

کالی کفنی چاہیے مجھ سوگ نشیں کو اور زار و حزیں کو
ہاں شالِ عزا دوش پر اب لا کے اُڑھاؤ دولھا گیا مارا
زائرؔ یہی سر پیٹ کے فرماتی تھیں کبرا میں کیا کروں دکھیا
کیا بین کروں صاحبو تم مجھ کو بتاؤ دولھا گیا مارا

نوحہ

سیّد ابن حسن زائرؔ لکھنوی

ماں لاشہ قاسمؑ پہ یہ دیتی تھی دہائی ہے ہے بنے قاسمؑ
پردیس میں سب لٹ گئی زہرؑا کی کمائی ہے ہے بنے قاسمؑ
مجروح کیا تجھ کو ذرا رحم نہ آیا وا حسرت و دردا
تصویرِ حسنؑ خاک میں اعدا نے ملائی ہے ہے بنے قاسمؑ
پیارے ابھی پورے بھی جوان تم نہ ہوئے تھے آ کے قضا نے
یوں لوٹ لی پردیس میں بیوہ کی کمائی ہے ہے بنے قاسمؑ
کبریٰ بنی لاشے پہ ترے روتی ہے یہ کہتی ہے دکھیا
صاحب گئے جنت میں مجھے موت نہ آئی ہے ہے بنے قاسمؑ
لوٹا مجھے بے رحموں نے پردیس میں آ کر اے وائے مقدر
اب جائے کہاں یاں سے یہ گردوں کی ستائی ہے ہے بنے قاسمؑ
زائرؔ تھا بپا حشر کہ تھا لاش پہ ماتم ماں کہتی تھی ہر دم
غربت میں خوش آئی تمھیں کبریٰ سے جدائی ہے ہے بنے قاسمؑ

نوحہ

متینؔ دہلوی

یوں لاشہ قاسمؑ پہ بکا کرتے تھے اکبر اے جانِ برادر
پامال ہوا گھوڑوں سے ہے ہے تنِ اطہر اے جانِ برادر

یاد آتا ہے اس سن میں جوانوں کی طرح سے اے قوتِ بازو
وہ جھوم کے چلنا ترا تلوار پکڑ کر اے جانِ برادر

کیا اُنس تھا ہم تم میں کہ سب دیکھنے والے یہ کہتے تھے اکثر
دو قالب و اِک جان ہیں یہ قاسمؑ و اکبرؑ اے جانِ برادر

اِس اُنس پہ تنہا سوئے فردوس سدھارے بیٹھا ہوں میں تم بن
دم بھر کی یہاں زیست ہے اب موت سے بدتر اے جانِ برادر

ہم بطن بھی بھائی کبھی ایسے نہیں دیکھے جو عشق تھا ہم میں
میں آپکا عاشق تھا فدا آپ تھے مجھ پر اے جانِ برادر

اصغرؑ بھی جواں ہوتے تو وہ تم سے زیادہ کرتے نہ اطاعت
جو امر کیا پوچھ کے قربان ہوں تم پر اے جانِ برادر

کیا اُن سے کہوں پوچھیں چچی جان جو تم کو شرم آتی ہے مجھ کو
رخصت کو بھی جا سکتا نہیں خیمے کے اندر اے جانِ برادر

اُس شخص کی بخشش کا رہے آپکو بھی دھیان دن حشر کے بھائی
سیّد جو ازل سے ہے غلامِ علی اکبر اے جانِ برادر

نوحہ

سجاد حسین نگیں حیدرآبادی

پامال ہو کے آیا ہے لاشہ غضب ہوا   لائے عبا میں ڈال کے ہے ہے شہ ہدا
ہیہات سارے عضو بدن ہیں جدا جدا   نوشاہ ایسا کوئی جہاں میں نہ ہوے گا

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا
کیا نامراد ہائے جہاں سے گذر گیا

کیا ہائے خاک صبر کرے بیوۂ حسنؑ   منہ رکھ کے منہ پہ روتی ہے ماں ہائے بے وطن
سکتے میں پائینتی ہے غریب الوطن دلھن   اللہ رے ضبط شرم سے کرتی نہیں سخن

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا
کیا نامراد ہائے جہاں سے گذر گیا

بیوہ تھی ماں بہو کو بھی بیوہ بناتی ہے   رنڈ سالا ایک شب کی دلھن کو پنہاتی ہے
چادر سفید اُڑھاتی ہے کنگنا بڑھاتی ہے   سر پیٹتی ہے گاہے کبھی خاک اُڑاتی ہے

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا
کیا نامراد ہائے جہاں سے گذر گیا

گل ہو گیا چراغ حسنؑ پیٹ سر نگیںؔ   تھرا رہا ہے فاطمہؑ زہرا کا نازنین
تکتے ہیں آہ سوئے فلک اور کبھی زمیں   کہتی ہے سینہ پیٹ کے یہ زینبؑ حزیں

سہرا لہو میں ڈوب گیا ہے یتیم کا
کیا نامراد ہائے جہاں سے گذر گیا

نوحہ

سجاد حسین نگیںؔ حیدر آبادی

لائے مقتل سے خیمے میں سرور، لاش نوشہ
ٹکڑے ٹکڑے عبا میں اٹھا کر، لاش نوشہ

جان باقی تھی بچے کی تن میں گھوڑے دوڑے
ہو کے پامال آئی ہے گھر پر، لاش نوشہ

پاؤں لٹکے ہوئے ہیں زمیں تک، سر ہے پیچھے
ہوگئی ہائے شہ کے برابر، لاش نوشہ

چُور چُور استخواں چاند سے ہیں، ہے قیامت
یوں دلھن دیکھتی ہے مقدر، لاش نوشہ

شاہ ڈوبے ہوئے ہیں لہو میں، فرطِ غم سے
ہاتھ تھامے ہیں عباسؑ و اکبرؑ، لاش نوشہ

ہر بُنِ مو سے خون بہہ رہا ہے، مثلِ دریا
آئی کس رنگ سے پیشِ مادر لاش نوشہ

اے نگیںؔ خاک اُڑاتی ہے اس دم، سر پہ اپنے
ہائے گھیرے ہوئے آلِ اطہر، لاش نوشہ

نوحہ

واعظؔ لکھنوی

مچلے ہوئے ہیں جذبہ شبیرؑ کی الفت کے
طالب ہیں جواب قاسمؑ مرنے کی اجازت کے

رن کی نہ رضا دوں گا شبیرؑ یہ کہتے تھے
اصرار ہے قاسمؑ کو انداز سے مِنّت کے

بوسے دیے ہاتھوں کو پاؤں کو کبھی چوما
آنسوں بھی نکل آئے آنکھوں سے محبت کے

لپٹایا جو سینے سے شبیرؑ نے قاسمؑ کو
غش دونوں کو آیا ہے طوفان سے رقّت کے

ہوش آنے پہ قاسمؑ نے کی عرض چچا جاں سے
جی بہلے گا اب میرا گلزار میں جنت کے

سرورؑ نے اجازت دی مرنے کی بھتیجے کو
کام آئے شہؑ والا اس طرح بھی اُمّت کے

گھوڑے پہ بٹھایا ہے سرورؑ نے بھتیجے کو
سن اتنا ہے قاسمؑ کا بس سامنے حضرت کے

کُرتا ہے اِکہرا اک وہ ہے بھی بس اس طرح
جس طرح کفن ہوئے تن میں کسی میّت کے

ہے چاک گریباں بھی اور جوتی بھی ہے ٹوٹی — اس رنج یتیمی میں آثار ہیں غربت کے
عمامے کے دو گوشے ہیں دونوں طرف لٹکے — اور رخ سے اثر ظاہر ہیں پیاس کی شدّت کے
اس حال پریشاں پر اک نے نہ ترس کھایا — شعلے بھڑک اٹھے جو اعدا میں عداوت کے
سر لاتا ہوں قاسمؑ کا یہ کہہ کے اُٹھا ظالم — کس طرح بچیں قاسمؑ اب ظلم سے ضربت کے
تلوار وہ تولے ہے پشتِ سرِ قاسمؑ پر — کوئی تو بچالیوے داماد کو حضرت کے
وہ تیغ ستم کھائی وہ شق ہوا سر رن میں — فائز ہوئے وہ قاسمؑ درجے پہ شہادت کے
میری بھی خبر لیجئے اے میرے چچا رن میں — میں نے بھی فدا کردی جان پاؤں پہ حضرت کے
فریاد سے قاسمؑ کی شہ دوڑے سوئے مقتل — شعلے جو بھڑک اٹھے دل میں غم فرقت کے
اب لاش ہے قاسمؑ کی اور بین ہیں سرورؑ کے — آثار نظر آئیں کیوں کر نہ قیامت کے
واعظؔ نے دعا مانگی قاسمؑ کے ذریعہ سے — آثار نظر آئے کامل اسے صحت کے

نوحہ

واعظؔ لکھنوی

نوشاہ کی میت کو شبیرؑ اُٹھاتے ہیں — شبرؑ کے کلیجے کو یوں دل سے لگاتے ہیں
جب رن سے صدا دی تھی قاسمؑ نے شہؑ دیں کو — وہ منظرِ غم تم کو ہم آج دکھاتے ہیں
غصّہ میں شہ بیکس جھپٹے ہیں سوئے مقتل — نوشاہ کے قاتل کو شمشیر لگاتے ہیں
تلوار نے مولا کی ہاتھ اس کا کیا زخمی — فریاد جو کی اس نے سب اس کو بچاتے ہیں
ہلچل جو پڑی رن میں گھوڑوں کے قدم اٹھے — پامال ہوئے قاسمؑ سب شور مچاتے ہیں
آئے ہیں شہ مضطر لاشے پہ بھتیجے کے — دل پکڑے ہیں ہاتھوں سے اور اشک بہاتے ہیں
افسوس مدد تیری میں کر نہ سکا بچے — رو رو کے یہی سرورؑ قاسمؑ کو سناتے ہیں

اے مومنو یہ کہہ دو دیکھے نہ دلھن میت نوشاہ کے لاشے کو شہؑ خیمے میں لاتے ہیں
لپٹائے ہیں لاشے کو سینے سے شہؑ والا اب گنج شہیداں میں اس طرح سے آتے ہیں
لاشوں میں لٹاتے ہیں کب قاسمؑ بے کس کو احباب کی محفل میں دولھا کو بٹھاتے ہیں
غم حضرت قاسمؑ کا یوں حد سے بڑھا آخر اب خون کے آنسو ہم آنکھوں سے بہاتے ہیں
ڈھونڈھو نہ یہاں ان کو وہ حضرتِ واعظ ہیں شبیرؑ کے روضہ کو آنکھوں سے لگاتے ہیں

نوحہ

رضا عارف رضوی

اے گلِ باغِ پنجتنؑ قاسمؑ تم سے تھی شوخیٔ چمن قاسمؑ
کیسے ملتا تمھیں کفن قاسمؑ ماں کے بازو میں تھی رسن قاسمؑ
ہوگیا جسم نازنیں پامال آئے ہو رن سے خستہ تن قاسمؑ
خلوتِ قبر میں ہوے روپوش رونق افزائے انجمن قاسمؑ
کیوں سمجھتے نہ موت کو شیریں پائی تھی جرأتِ حسنؑ قاسمؑ
سامنے کوہ تھے مصائب کے اور نہ ماتھے پہ تھی شکن قاسمؑ
ہوگئی تم پہ موت گرویدہ رن میں دیکھا وہ بانکپن قاسمؑ
شہؑ پہ قربان ہو کے پوری کی آرزوئے دلِ حسنؑ قاسمؑ
ہیں تمھاری وفاؤں کے شاہد زرد رُو سرخ پیرہن قاسمؑ
کر دیا ماں کو اپنی فرقت سے مبتلائے غم و محن قاسمؑ

لکھ دو اُٹھ کے جواب صغرؑا کو
ہو نہ جائے خفا بہن قاسمؑ

نوحہ

رضاعارف رضوی

تڑپ کے مادرِ بیکس یہ بین کرتی تھی!
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
ابھی حسنؑ کے دلارے کی عمر ہی کیا تھی!
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
یہ کس کو رحم نہ آیا مری ضعیفی پر؟
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
کسی نے ہائے نہ اس کو یتیم ہی سمجھا!
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
اسے تو موت بھی شیریں تھی شوقِ نصرت میں
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
یہ لال تیرہ برس کی مری کمائی تھی!
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
وہ جس کی موت پر کرتی ہے کمسنی ماتم
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
اسی کے دم سے مری زندگی تھی وابستہ
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
یہ کس قصور پہ گھوڑوں سے کردیا پامال؟
شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو
اسی کے نور سے میری نگاہ روشن تھی

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

وہ اُٹھ گیا تو نہ کچھ لطف زندگی میں رہا

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

خبر تو ہوگی کہ تھا تین روز کا پیاسا

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

حسینؑ اس کو تمنّائے دل سمجھتے تھے

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

وہی تو جنگ میں کُرتا پہن کے نکلا تھا

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

کئی ہزار کے نرغے میں تھا تن تنہا

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

سُنا ہے رن میں گرایا گیا تھا دھوکے سے

شہید کس نے کیا ہائے میرے قاسمؑ کو مجھی سے چھین لیا ہائے میرے قاسمؑ کو

نوحہ

مضطرؔ تاج پوری

میرے ناشاد دلربا قاسمؑ تم چھٹے حشر ہو گیا قاسمؑ

لاش قاسمؑ پہ ماں کا نالہ تھا اپنی آواز تو سُنا قاسمؑ

ہائے اس بن میں لٹ گیا کنبہ چل گئی کیا بری ہوا قاسمؑ

تم نے بے آس کر دیا مجھ کو بس خدا کا ہے آسرا قاسمؑ

ہائے کیوں تم نے منھ کو موڑ لیا کچھ بتادو مری خطا قاسمؑ

چھن گیا دل کا چین اے بیٹا کچھ نہیں مجھ کو سوجھتا قاسمؑ
کس طرح صبر دل کو آجائے میرا گھر ہی اُجڑ گیا قاسمؑ
بعد تیرے یہ ظلم رن میں ہوا تیر بے شیر کو لگا قاسمؑ
لُٹ گیا کارواں غریبوں کا شہ کا سایہ بھی اُٹھ گیا قاسمؑ
ظالموں نے جلا دیا گھر کو اور سر سے چھنی ردا قاسمؑ
اہل بیتِ نبیؐ کا بعد حسینؑ عام مجمع ہے سر کھلا قاسمؑ
بن ترے کس طرح سے طے ہو گا شام و کوفہ کا راستا قاسمؑ
ہر جگہ تیری یاد آئے گی ہو مدینہ کہ کربلا قاسمؑ
کوئی صورت بتادے پردے کی تیری بیوہ ہے بے رِدا قاسمؑ
اپنے مضطؔر پہ ہو نگاہِ کرم
آپ سے ہے یہ التجا قاسمؑ

نوحہ

سجاؔد زیدپوری

صد پارہ نہ کیوں شاہ کے ہوں قلب و جگر ہائے
دلبر حسنؑ رن میں ہوا خون سے تر ہائے
ٹکڑے تن صد پاش کے شہ لائے عبا میں
یوں لا نہ سکے لاش شہ تشنہ جگر ہائے
فرماتے تھے رُو کر کہ گئے خلق سے قاسمؑ
غلطاں ہوا خوں میں مرے بھائی کا پسر ہائے

رُو رُو کے بیاں کرنے لگی بیوۂ شبرؑ
بچے کو مرے کھا گئی یہ کس کی نظر ہائے
عالم میں اندھیرا نہ مجھے کیوں نظر آئے
دنیا سے گیا سوئے جناں رشک قمر ہائے
تن چُور ہے ملبوسِ بدن خون سے رنگیں
کس شان سے آیا ہے مرا لختِ جگر ہائے
رونے کے لئے مادرِ غم دیدہ کو چھوڑا
فرقت میں تری ہوں گے یہ دن کیسے بسر ہائے
پیغامِ قضا ہوتا ہے اولاد کا ماتم
یہ داغ سہے کوئی نہ عالم میں بشر ہائے
جب گیسوئے رُخ تیرے مجھے یاد پڑیں گے
کاٹوں گی میں کس طرح سے یہ شام وسحر ہائے
جاتے تو ہو مادر سے مگر یہ تو بتاؤ
پاؤں گی میں کس طرح سے اب خیر وخبر ہائے
سجّاد بیاں کرتی تھی یہ مادرِ قاسمؑ
مارا گیا میداں میں مرا نورِ نظر ہائے

نوحہ

سجّاد زیدپوری

دل ٹکڑے ہے صدمے سے شہنشاہ زمن کا
مارا گیا میدان میں دل بند حسنؑ کا

ٹکڑے تن صد پاش کے لائے ہیں عبا میں
پامال جفا لاشہ ہوا غنچہ دہن کا
ماں کہتی ہے رو رو کے مجھے موت نہ آئی
دنیا سے ہوا کوچ میرے رشک چمن کا
ویران مرا گھر ہوا بسادشت بلا ہائے
اس مادر غمگین پہ گرا کوہ محن کا
اب یاد مجھے آرہی ہیں رات کی باتیں
وہ ولولۂ تیغ زنی شوق وہ رن کا
نیند آئی نہ شب بھر تجھے مرنے کی خوشی میں
دل لگتا نہ تھا خیمے میں یہ شوق تھا بن کا
زخم تیر و تیغ و سناں کھائے بدن پر
پانی سے ہوا حلق نہ تر تشنہ دہن کا
اک رات کی بیاہی کا بھی تم نے نہ رکھا دھیان
دیکھا نہیں جاتا ہے جو ہے حال دلھن کا
جائے گی مرے ساتھ وہ تا شام کھلے سر
تھا اس کے مقدر میں لکھا حلقہ رسن کا
موت آئی عجب وقت میں تجھ کو مرے مہرو
ہے غسل کی تدبیر نہ سامان کفن کا
محشر تھا بپا خیمۂ شبیرؑ میں سجادؔ
لاشہ تھا رکھا فرش پہ اس سروِ چمن کا

نوحہ

سجاؔد زید پوری

صد پاش ہے جو قاسمؑ گل پیرہن کی لاش
سرور عبا میں لائے ہیں ابنِ حسنؑ کی لاش

محشر بپا ہے خیمے میں روتے ہیں اہلِ بیت
غلطاں ہے خاک وخون میں اُس گلبدن کی لاش

مادر یہ رو کے کہتی ہے دیکھوں کن آنکھوں سے
سر تا قدم ہے چُور مرے صف شکن کی لاش

سوکھے ہوئے ہیں ہونٹ عطش سے ابھی تلک
مقتل سے آئی ہے مرے تشنہ دہن کی لاش

فصلِ بہار میں مرا گلزار لٹ گیا
ہے پارہ پارہ تیغوں سے سروِ چمن کی لاش

ظاہر خوشی ہے مرنے کی چہرے سے اب تلک
دیکھو ذرا سب آ کے مرے خستہ تن کی لاش

غسل وکفن کی فکر کروں کیا میں غم زدہ
ہوگی نہ دفن ہائے غریب الوطن کی لاش

برگشتہ ہائے یوں مری تقدیر ہوگئی
دکھلائی مجھ کو اس مرے شیریں سخن کی لاش

ماتم میں اتنی میّتوں پر کس طرح کروں
گویا الگ الگ ہے ہر اک عضوِ تن کی لاش

ماں زندہ رہ گئی تیرے لاشے پہ رونے کو
تو نے نہ کیوں اُٹھائی اسیرِ محن کی لاش

سجاؔد حشر خیمہ سرور میں تھا بپا
مسند پہ تھی رکھی ہوئی اُس تیغ زن کی لاش

نوحہ

مرغوؔب نقوی

شاہ سے جب اذنِ میداں مل گیا
تشنہ لب قاسمؑ لبِ ساحل گیا

شہد سے شیریں بنا کر موت کو
گلشنِ فردوس کی منزل گیا

دیکھتے تھے شاہ یوں قاسمؑ کی جنگ
جس طرف جھوما ادھر کو دل گیا

جب چلا ازرق پکار اُٹھی قضا ۔ پہلوانِ لشکرِ باطل گیا
حضرت قاسمؑ نے دوٹکڑے کیے ۔ دوزخی تھا نار کے قابل گیا
کوکھ اُجڑی ماں کی کبریٰؑ کا سہاگ ۔ شاہ کا ارمان بھی شامل گیا
ہائے وہ شہزادۂ محمل نشیں ۔ گر کے گھوڑوں کے سموں سے مل گیا
لال کو دیکھا حسنؑ کے ابنِ سعد ۔ جان دے دی یا سُوئے باطل گیا
کمسنوں تک نے نہ چھوڑا شہ کا ساتھ ۔ اقتدارِ سعیٔ لاحاصل گیا
سانس بھر کر رہ گئی نہرِ فرات ۔ حوصلہ مٹی میں دل کا مل گیا
یا علیؑ ہم نے کہا مرغوبؔ جب ۔ دل سے احساسِ ہر اک مشکل گیا

نوحہ

سیّد محمد حیدر ایڈوکیٹ حیدرؔ لکھنوی

کہا قاسمؑ نے کہ دیتے نہیں سرور رُخصت ۔ آپ عمو سے دلا دیجئے مادر رُخصت
گر کے قدموں پہ چچا کے یہ کہا قاسمؑ نے ۔ اب تو مل جائے مجھے بھی شہِ صفدر رُخصت
دیر مرنے میں بہت میرے ہوئی جاتی ہے ۔ ڈر ہے پا جائیں نہ بھائی علی اکبرؑ رُخصت
شہ نے فرمایا کہ ہے شاق جدائی بیٹا ۔ بھیج دوں مرنے کو کیسے تمھیں دیکر رُخصت
بعد ملنے کے رضا خیمہ میں آئے قاسمؑ ۔ جوڑ کے ہاتھوں کو کہنے لگے مادر رُخصت
بڑھ کے مادر نے بلائیں لیں، کہا رو رو کے ۔ چاند کو اپنے کروں بیبیو کیونکر رُخصت
آ کے میدان میں لڑا مثلِ علیؑ، ابنِ حسنؑ ۔ تیغ قاسمؑ سے ہوا، ازرقِ بے پر، رُخصت
گر کے گھوڑے سے زمیں پر یہ کہا قاسمؑ نے ۔ لیجئے جلد خبر ہوتا ہوں سرور رُخصت
دیکھا شبیرؑ نے سب جسم ہے ٹکڑے ٹکڑے ۔ لاش سے بولے لپٹ کر مہِ انور رُخصت
لے چلے لاش کو خیمہ میں جو حیدرؔ شبیرؑ ۔ رو کے فرماتے تھے اے جانِ برادر رُخصت

نوحہ

سیّد محمد حیدر ایڈوکیٹ حیدرؔ لکھنوی

جب نہ دی رن کی اجازت حضرت شبیرؑ نے
ماں کا منہ حسرت سے دیکھا قاسمؑ دلگیر نے

بیٹھ کر گوشہ میں پھر رونے لگے ابن حسنؑ
کھولا پھر تعویذ بازو بیکس و دلگیر نے

لے کے اُس تعویذ کو پہنچے شہِ عالم کے پاس
پڑھ کے تحریرِ حسنؑ گریہ کیا شبیرؑ نے

گر پڑے قدموں پہ شہؑ کے قاسمؑ گل پیرہن
دیدی آخر اجازت ابنِ خیبر گیر نے

جب چلے خیمہ سے رن کو لے کے مرنے کی رضا
خوب لپٹایا گلے سے مادر دلگیر نے

مثلِ حیدر جب چلے میدان کو لے کر تیغ تیز
لے لیں حسرت سے بلائیں، مادرِ دلگیر نے

اس قدر زخمی تھے حیدرؔ قاسمؑ تشنہ دہن
لاش مشکل سے اُٹھائی حضرت شبیرؑ نے

نوحہ

سیّد محمد حیدر ایڈوکیٹ حیدرؔ لکھنوی

کرتے تھے عرض قاسمؑ سرور سے یہ خوشی سے
عزت کی موت بہتر ذلت کی زندگی سے

قدموں پہ گر کے قاسمؑ کہنے لگے یہ شہؑ سے
دل پھٹ گیا ہے میرا عموّ کی بیکسی سے

اللہ اب تو ہم کو میدان کی دیجئے رُخصت
کیوں موت آئے مجھ کو خیمہ میں بیکسی سے

آیا مقابلہ میں ازرق تو بولے قاسمؑ
ہم ہیں علیؑ کے پوتے ڈرتے نہیں کسی سے

رد کر کے وارِ ازرق، کہتے تھے ہنس کے قاسمؑ
آتی ہنسی ہے ہم کو تیری بہادری سے

قاسمؑ نے بڑھ کے سر پر تلوار جب لگائی
روکا نہ وار، پہنچا دوزخ میں بزدلی سے

ازرق کو قتل کر کے عموّ کو یہ صدا دی
مل جائے تھوڑا پانی مرتا ہوں تشنگی سے

قاسمؑ کی لاش حیدرؔ پامال ہو رہی ہے
ماں سر پٹک رہی ہے خیمہ میں بے بسی سے

نوحہ

ضیاؔ جام نگری

قاسمؑ کو مجتبیٰ کی نیابت پہ ناز ہے　　شبیرؑ کو بھتیجے کی نصرت پہ ناز ہے
تیرہ برس کے سن میں وہ تھا چودھویں کا چاند　　ابنِ حسنؑ کو حسنؑ کی شہرت پہ ناز ہے
شیریں تر اپنی موت کو کہتا تھا شہد سے　　قاسمؑ کو اپنے جد کی وراثت پہ ناز ہے
بیٹوں کے فدیہ ہونے کا سامان کر گئے　　شبیرؑ کو حسنؑ کی محبت پہ ناز ہے
اصغرؑ شہید ہوں گے یہ سن کر تڑپ اُٹھے　　شبیرؑ کو بھتیجے کی غیرت پہ ناز ہے
ہمت بڑھائی لال کی قربان ہونے میں　　قاسمؑ کی ماں کو دین کی نصرت پہ ناز ہے
چادر میں جس کو لائے تھے رن سے شہؑ ہدا　　ماں کو اُس اپنے بیٹے کی میّت پہ ناز ہے
ازرق کے چار بیٹوں کو فِنّار کر دیا　　قاسمؑ کو اپنے گھر کی شجاعت پہ ناز ہے

زینبؑ سے نور مل گیا روشن ہوا کلام
ہم کو ضیاؔ اِس اُن کی عنایت پہ ناز ہے

نوحہ

مکرّمؔ لکھنوی

شاہ دیں کو یہ رنج تھا قاسمؑ　　تم کو پانی نہیں ملا قاسمؑ
باغ زہراؑ اُجڑ گیا قاسمؑ　　راس آئی نہ کربلا قاسمؑ
دے کے رخصت حسینؑ کہتے تھے　　دل کی حالت بتائیں کیا قاسمؑ
تم بھی اپنے چچا کو چھوڑ چلے　　کوئی اپنا نہیں رہا قاسمؑ
ظالموں سے تمھیں بچائے خدا　　سنگدل ہیں یہ اشقیا قاسمؑ

کیوں سوا ہو نہ پیاس کی ایذا گرم ہے دشت کی ہَوا قاسمؑ
بھوک اور تشنگی کی شدّت میں خوب کی جنگ مرحبا قاسمؑ
رخش پر کس طرح سے سنبھلیں گے چور زخموں سے ہیں سوا قاسمؑ
ٹکڑے ٹکڑے کیا ترا لاشہ ظلم کی ہے یہ انتہا قاسمؑ
کیوں نہ روحِ حسنؑ کو چین آئے کہ چچا پر ہوئے فدا قاسمؑ
تم سوئے خلد جب سدھار گئے گھر میں محشر بپا ہوا قاسمؑ
کہہ کے روتی تھیں مادرِ ناشاد اے مرے کشتہ جفا قاسمؑ
سب ہیں خونِ حسینؑ کے پیاسے کیا زمانہ بدل گیا قاسمؑ
تیرے لاشے کو کر دیا پامال فوجِ اعدا نے کی جفا قاسمؑ
اے مکرّم کہو بہ آہ وفغاں
ہوگئے شاہ پر فدا قاسمؑ

نوحہ
مکرّم لکھنوی

کہتے تھے شاہِ اُمم قاسمؑ گل پیرہن کشتہ جور و ستم قاسمؑ گل پیرہن
اشکوں سے دامن ہے نم قاسمؑ گل پیرہن روتے ہیں شیعہ بہم قاسمؑ گل پیرہن
وقت شہادت بھی آہ تم کو نہ پانی ملا ابنِ حسنؑ جانِ عَم قاسمؑ گل پیرہن
پیاس میں لگتے رہے نیزہ و تیر دِسناں سہہ گئے کیا کیا ستم قاسمؑ گل پیرہن
کہہ کے یہ رخصت کیا زینبؑ ناشاد نے روئیں گے سب گھر کو ہم قاسمؑ گل پیرہن
قتل ہو تیرا چچا اہلِ حرم ہوں اسیر اب ہیں وہ ساماں بہم قاسمؑ گل پیرہن
گئی ماں سُوگوار کس سے کہے دل فگار تم گئے سوئے ارم قاسمؑ گل پیرہن

تین شب و روز سے تشنہ دہن آپ ہیں اور نہیں پانی بہم قاسمؑ گل پیرہن
تم نے اُٹھائی نہ تھی کوئی مصیبت کبھی اب ہوا سیر الم قاسمؑ گل پیرہن
آہ شہ دیں ہیں دور آپ ہیں زخموں سے چور گرد ہیں اہلِ ستم قاسمؑ گل پیرہن
حق پہ فدا ہوگئے تشنہ لب و تشنہ کام
دلبرِ ابرِ کرم قاسمؑ گل پیرہن

نوحہ
مکرّم لکھنوی

قاسمؑ تو گئے سوئے جناں بیوۂ شبرؑ ہاں کیوں نہ ہو تو نوحہ کناں بیوۂ شبرؑ
تیرا پسر چشمۂ کوثر پہ ملے گا اے قاسمؑ ناشاد کی ماں بیوۂ شبرؑ
اعدا نے کیا اُس کے پسر کو بھی تہہِ تیغ یہ ظلم کہاں اور کہاں بیوۂ شبرؑ
اشکوں کے تسلسل میں ہے قاسمؑ کا تصور گریاں ہے بصد قلبِ تپاں بیوۂ شبرؑ
لاکھ آنسوؤں کے روکنے میں دل کو سنبھالا بیٹھی ہیں جہاں روئیں وہاں بیوۂ شبرؑ
چھپ چھپ کے بہاتی ہیں لہو قلب و جگر کا محزون دل و پابندِ فغاں بیوۂ شبرؑ
بیتاب ہے مغموم ہے دل یادِ پسر میں ڈھونڈے تو اُسے پائے کہاں بیوۂ شبرؑ
جو نورِ نظر دشت میں پامال ہوا ہے
بیتاب ہے اُس کے لیے ہاں بیوۂ شبرؑ

نوحہ
مکرّم لکھنوی

نہ کیوں اندھیر ہو دنیا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
شہ دیں رن میں ہیں تنہا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں

علمدارِؑ دلاور بھی ہوئے رخصت شہِ دیں سے
ہے کون اب پوچھنے والا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
مصائب عصر تک ابنِ علیؑ پر سیکڑوں ہوں گے
دِلاسا کون اب دے گا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
گئے عباسؑ کے لاشے پہ جب رن میں شہِ والا
بہت اس غم سے دل تڑپا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
کبھی بیٹے کو روتے ہیں کبھی اپنے بھتیجے کو
سوا شہ کو یہ ہے صدمہ نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
بڑی رونق تھی اِن کے دم سے بزمِ سرورؑ دیں میں
ہوا ختم ایک افسانہ نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
ہر ایک اہلِ وفا نے ساتھ چھوڑا دشتِ غربت میں
ہیں رنجیدہ شہِ والا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
بھرے گھر پر تباہی آگئی تھی چند ساعت میں
بحسرت شاہ نے دیکھا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
یہی آرامِ دل اِس وقت میں تھے شاہِ والا کے
یہ کیسا انقلاب آیا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
اُداسی خیمۂ سبطِ نبیؐ پر کیوں نہ چھا جائے
نہ ہوں کیوں گھر میں ویرانہ نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں
حسینؑ ابنِ علیؑ بھی جان دینے پر ہیں آمادہ
ہو کیوں منظور اب جینا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں

مکرّم کس طرح اب دل سنبھالیں دلبرِ زہراؑ
کریں اب کیا مرے آقا نہ اکبرؑ ہیں نہ قاسمؑ ہیں

نوحہ
شوکتؔ بلگرامی

ابنِ حسنؑ کو نیا بیاہ کا خلعت ملا
شہؑ نے کفن کیا دیا بیاہ کا خلعت ملا
تختۂ تابوت پر رات کٹی تخت کی
خوں میں ڈوبا ہوا بیاہ کا خلعت ملا
حُسنِ جوانی کہاں شانِ شہانی کہاں
دامن خاکِ شفا بیاہ کا خلعت ملا
دیکھ کے قاسمؑ کو ماں کہتی ہے باصد فغاں
کس کو یہ تیرے سوا بیاہ کا خلعت ملا
حجلۂ شادی بنا ابنِ حسنؑ کا مزار
رانڈ کو کالی ردا بیاہ کا خلعت ملا
قاسمؑ گلگوں قبا آپ پہ شوکتؔ فدا
آپ کو سب سے جدا بیاہ کا خلعت ملا

نوحہ
شوکتؔ بلگرامی

بین کرتی تھی یہ کبرٰاؑ مرے نوشاہ اُٹھو

دھوپ میں سوتے ہو تنہا مرے نوشاہ اُٹھو

لاش پہ آپ کے آئی ہے دلھن دیکھو تو
اُٹھ کے دیکھو مرا چہرا مرے نوشاہ اُٹھو

کیسی شادی ہوئی یہ راس نہ آئی تم کو
کیا ہوا ہاتھ کا کنگنا مرے نوشاہ اُٹھو

کب سے روتی ہوں میں لاش پہ تمہارے نوشاہ
ہوں میں ایک رات کی بیوہ مرے نوشاہ اٹھو

پھول سہرے کے ابھی سوکھنے پائے بھی نہ تھے
یوں ہی قسمت میں لکھا تھا مرے نوشاہ اُٹھو

حشر اِک خیمہ میں ہو جاتا تھا شوکتؔ برپا
کہتی تھی رو کے جو کبرٰا مرے نوشاہ اُٹھو

نوحہ

شوکتؔ بلگرامی

کہا رو کے کبرٰا نے دے داد دولھا میرے کم سخن مرے ناشاد دولھا
دلھن ہو گئی تری برباد دولھا میرے کم سخن مرے ناشاد دولھا

بندھا شب کو سہرا کھلا صبح کو سر بھری مانگ مٹی سے صندل چھڑا کر
سُنی ہے کہیں ایسی روداد دولھا مرے کم سخن میرے ناشاد دولھا

جہاں میں ٹھکانا نہیں خستہ تن کا تری پائنتی ہو سرہانا دلھن کا
یہاں میری مٹی ہے برباد دولھا مرے کم سخن مرے ناشاد دولھا

مزہ زندگی کا نہ مطلق اٹھایا پیام اجل عقد ہوتے ہی آیا
کیا ہم کو شادی نے برباد دولھا مرے کم سخن مرے ناشاد دولھا
رُلانے کو شادی کے چرچے کئے تھے میں قربان مرنے کو دولھا بنے تھے
سہاگ اپنا مجھ کو نہیں یاد دولھا مرے کم سخن مرے ناشاد دولھا
مری نتھ بڑھانے کو آتی ہیں اماں رنڈاپے کا پیغام لاتی ہیں اماں
بنی رانڈ بنتی ہے فریاد دولھا مرے کم سخن مرے ناشاد دولھا
رنڈاپے میں کچھ منھ سے بولوں نہ بولوں گندھے بال ماتم میں کھولوں نہ کھولوں
کرو کچھ مرے حق میں ارشاد دولھا مرے کم سخن مرے ناشاد دولھا
کرے کس طرح بین اک شب کی بیاہی چھٹے کس طرح ہائے ہاتھوں کی مہندی
عروسی نے کی مجھ پہ بیداد دولھا مرے کم سخن مرے ناشاد دولھا
نہیں تاب تحریر شوکتؔ لکھوں کیا بیاں کرتی تھی لاش قاسمؑ پہ کبرؑا
سُنے کون بیوہ کی فریاد دولھا مرے قاسمؑ مرے ناشاد دولھا

نوحہ

شوکتؔ بلگرامی

قاسمؑ کی ماں پکاری روتے ہوئے نہ جاؤ — دولھا بنے میں واری روتے ہوئے نہ جاؤ
جاں اپنی کھو رہی ہے رونے پہ رو رہی ہے — دیکھو دلھن کی زاری روتے ہوئے نہ جاؤ
حق پر جہاد کرنا ، ہے زندگی یہ مرنا — منگواؤ اب سواری روتے ہوئے نہ جاؤ
یہ جوش ہے بُکا کا سب تر بہ تر ہے سہرا — نوشاہ بن کے واری روتے ہوئے نہ جاؤ
جانا کہیں سے نالاں اچھا نہیں مری جاں — تا کے یہ اشکباری روتے ہوئے نہ جاؤ

دولھا تری فغاں سے دل ہو رہا ہے ٹکڑے   ارماں بھرے ہو واری روتے ہوئے نہ جاؤ
ہنستے ہوئے پھر آؤ پھر اپنا گھر بساؤ   مانو ذرا ہماری روتے ہوئے نہ جاؤ
شوکتؔ کھڑا ہے دولھا سر پر لپیٹے سہرا
کہتی ہیں رانڈیں ساری روتے ہوئے نہ جاؤ

نوحہ
نجمؔ آفندی

رونق دشتِ نینوا قاسمؑ   جانِ زہراؑ کے دلربا قاسمؑ
اے شہیدِ رہِ وفا قاسمؑ   یہ نیا ظلم ہوگیا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ
کیا اسی وقت موت آنی تھی   اَدھ کِھلا پھول زندگانی تھی
کچھ لڑکپن تھا کچھ جوانی تھی   اے جواں مرگ خوش ادا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ
حُسنِ صورت پہ دو جہاں صدقے   تیکھی چتون پہ بجلیاں صدقے
موت پر عمرِ جاوداں صدقے   جس نے دولھا بنا دیا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ
جان دینے وطن سے آئے تھے   فکرِ رخصت میں سر جھکائے تھے
کیا سفارش پدر کی لائے تھے   اِذن کس طرح مِل گیا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ
شہِ مسموم کے دُلارے ہو   مادرِ غم زدہ کے پیارے ہو

بیوگی کے تمہیں سہارے ہو ماں سے کیونکر ملی رضا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ

جادۂ شش جہات کانپ گیا کاروانِ حیات کانپ گیا
عرصۂ حیات کانپ گیا پھول سا جسم یہ جفا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ

یوں صداقت پہ جان کھوتے ہیں آج تک حق پرست روتے ہیں
سچ ہے شیروں کے شیر ہوتے ہیں یہ سن و سال یہ وغا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ

سرفروشی کی شان کیا کہنا ہاشمی آن بان کیا کہنا
اے حسینؑی جوان کیا کہنا راحت جان مجتبیٰ قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ

طفلِ گلگوں قبا سلام علیک مرد جنگ آزما سلام علیک
وارثِ لافتا سلام علیک نجم اس شان پر فدا قاسمؑ
ہائے پامالِ کربلا قاسمؑ

نوحہ

نجم آفندی

علیؑ کے لاڈلے سرور ریاض مصطفےؐ قاسمؑ سکون دل حسنؑ کے فاطمہؑ کے دلربا قاسمؑ
حسینِ آلِ ہاشم سیّد گلگوں قبا قاسمؑ
شباب کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

فقط کرتا پہن کے جنگ کے میدان میں آجانا   عطش میں آب تیغ و تیر سے تسکین پا جانا
یہ تیری ہمتیں یہ حوصلے یہ ولولہ قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

یہ کیسی خوں کی دھاریں ہیں جنھیں سہرا سمجھتی ہے   یہ کیسے زخم ہیں دنیا تجھے دولھا سمجھتی ہے
سجی ہے کیا تیرے تن پر شہادت کی قبا قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

یہ کیسا دن تری شادی کا کیسی رات ٹھہری تھی   عروسِ مرگ سے کب مرنیوالے بات ٹھہری تھی
ترا عہدِ جوانی تھا، ترا عہدِ وفا قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

دہم کی شب کو جب لاشہ پہ تیری چاندنی پھیلی   اسیرانِ بلا میں اور بھی افسردگی پھیلی
خبر ہے کس کا کس کا دل تڑپ کر رہ گیا قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

سُنا ہے لشکرِ اعدا کی بد حالی کا افسانہ   قیامت خیز ہے پر تیری پامالی کا افسانہ
نہ جانے تو نے کی تھی کس قیامت کی وغا قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

ترا دل جلوہ گاہِ ناز ارمانِ شہادت کا   ترا اِک اِک نفس دمساز ارمانِ شہادت کا
ترا خونبار پیکر نقشِ تسلیم و رضا قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

نشاط و عیش تھی گھر بھر کی خوشبو تیرے گیسو کی   سکوں ہوتی دلِ مادر کا خوشبو تیرے گیسو کی
گئی ہوگی نہ زنداں تک یہ مقتل کی ہوا قاسمؑ
شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

نگاہوں میں تری وہ منظر بیداد کیا ہوگا کلیجہ باپ کا ٹکڑے ہوا تھا یاد کیا ہوگا

فلک نے آج ماں کا دل بھی ٹکڑے کر دیا قاسمؑ

شبابِ کربلا جانِ شہیدِ کربلا قاسمؑ

مسلمانان عالم کو محرّم بھر رلاتی ہے ترے شاعر کو تیرے نجمؔ کو اکثر رلاتی ہے

یہ تیری کم سِنی یہ جان دینے کی ادا قاسمؑ

شبابِ کربلا جان شہید کربلا قاسمؑ

نوحہ

نجم آفندی

پریم نگر کا پنتھی قاسمؑ موت سے بیاہ رچائے گیا

ہنسی خوشی کا جانا ٹھہرا دولھا بنکر آئے گیا

رتھ نار لہو کی دھاریں تھیں اس گورے گورے مکھڑے پر

اس دھج پہ کسی کی لاگی نجر یہی سہرا بدھی کھائے گیا

اِک باغ کھلا تھا کربل بن میں یثرب والے مالی کا

کچھ سوکھ گیا بِن پانی کے کچھ گھام پڑی مرجھائے گیا

شبیرؑ کے تن کی بستی میں شبیرؑ کا من کیا ہیرا تھا

اس دیپ کی لو بڑھتی ہی رہی آنکھوں میں اندھیرا چھائے گیا

اب جا کے ہمالہ پربت سے لے ماتم کی ٹکراتی ہے

اس دیش کی نجمی دور بلا جس دیش پہ یہ غم چھائے گیا

نوحہ

فضلؔ نقوی لکھنوی

شوقِ نصرت میں یہ پوشاک شہانی قاسمؑ غرق ہے خون میں آغازِ جوانی قاسمؑ
جنگ میں خشک زباں کہتی تھی پانی قاسمؑ اللہ اللہ اثرِ تشنہ دہانی قاسمؑ
کتنا گہرا حسنؑ سبز قبا کا ہے اثر پھول سہرے کے نظر آتے ہیں دھانی قاسمؑ
حسرتیں جنگ کی میداں میں مکمل ہوتیں کاش مل جاتا تمہیں پیاس میں پانی قاسمؑ
ماں کے ارمان لہو بن کے بہے اشکوں میں مل گئے خاک میں اندازِ جوانی قاسمؑ
سر پہ تلوار لگی ہو گیا ٹکڑے لاشہ خون لکھتا گیا عبرت کی کہانی قاسمؑ
ڈھونڈھ لیں حشر میں دولھا کو دلھن کی نظریں آستیں دے گئے کبریٰؑ کو نشانی قاسمؑ
مرتے مرتے نہ تصور سے ہٹے حُسن و جمال ماں کی نظروں میں رہی تیری جوانی قاسمؑ
آخری دم بھی کہیں سے نہ ملا قطرۂ آب ہائے ہر سانس میں کہتے رہے پانی قاسمؑ
جلتی ریتی پہ وہ فوجوں میں تڑپنا تیرا زخم سے سر کے لہو کی وہ روانی قاسمؑ
غم میں کتنا ہے اثر فضلؔ ہو اس غم پہ نثار ہوگئی ساتویں تاریخ نشانی قاسمؑ

نوحہ

رزمؔ ردولوی

مصیبت کو کیا تو نے سمجھا ہے قاسمؑ لڑائی میں کیا لال مکھڑا ہے قاسمؑ
یہ زخموں میں بھی حُسن نکھرا ہے قاسمؑ لہو کی ہیں دھاریں کہ سہرا ہے قاسمؑ

عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

جو صورت ہے پیاری تو سیرت بھی پیاری نبیؐ و علیؑ کی وہی وضعداری

حسنؑ کی جگہ جان سرورؑ پہ واری — ہوا لب پہ دردِ محبت کے جاری
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

غضب سادگی کی ہے روداد رنگین — یہ طفلی یہ بانع نگاہی کا آئین
کہ ہو مودت اور شہد سے بڑھ کے شیریں — شہیدوں میں بانکا اک ایسا نہیں
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

ہے دل دُوز و جانسوز و پُرغم فسانا — وہ تعویذ کے بل پہ رخصت کا پانا
چچا سے گلے مِل کے رونا رُلانا — وہ شبیرؑ کا خود فرس پر چڑھانا
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

یہ ہمدردیِ دوست دشمن کے عادی — کہیں چھپتی بھی ہے تقدس نہادی
بناتے ہیں رنگین یہ غم کی وادی — انھیں حق پہ ہے سر کٹانے کی شادی
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

یہ دن سِن یہ ہنگامۂ قتل و غارت — یہ بچپن بھی ہے اک شبابِ شجاعت
خوشی ہے کہ مرنے کی پائی اجازت — بنا ڈالا مقتل کو صد رشک جنت
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

نہ بھولے گا یہ بانکپن خاندانی — یہ چہرہ شگفتہ یہ تشنہ دہانی
ہوئی کمسنی پہ تصدق جوانی — یہ پوشاک خون جگر سے شہانی
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

وہ جاری ترے جسم سے خون شبرؑ — دم نزع بھی وہ یداللٰہی تیور
وہ انگڑائیاں جلتی تپتی زمین پر — یہ تپتی زمیں ہے کہ پھولوں کا بستر
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

وہ چتون کڑی شکل وہ بھولی بھالی — ملی خاک میں ہائے کیا خوش جمالی

رلائے گی خون حشر تک خستہ حالی کھلاتی ہے زخموں کے گل پائمالی
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ
وہ رہ رہ کے تیرا چچا کو بلانا وہ لڑ بھڑ کے لاشہ پہ حضرت کا آنا
وہ بالیں پہ صابر کا آنسو بہانا وہ دم توڑنا اور ترا مسکرانا
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ
نہ یوں غمزدہ ماں کا توڑو سہارا ذرا چل کے صورت دکھا دو خدارا
یہ کیا خاک و خون نے سنوارا نکھارا یہ سج دھج یہ پروان چڑھنا گوارا
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ
ترے سر ہے ایماں کی نصرت کا سہرا ترے شایاں گلہائے رحمت کا سہرا
کِھلا تجھ پہ کیسا شفاعت کا سہرا میں لایا ہوں اشکِ مودّت کا سہرا
عروسِ شہادت کا دولھا ہے قاسمؑ

نوحہ

آثر سرسوی

سب سے کہتی تھی ماں دلھن کی آج کبریٰ کی شادی رچی ہے
گھر میں ماتم کے ہے کیسی شادی آج کبریٰ کی شادی رچی ہے
ہوتے ساماں جو مہندی کا دیکھا
سوچ کر دل میں انجام اس کا
کہہ کے یہ شاہ دیں نے بکا کی آج کبرا کی شادی رچی ہے
بولی زینبؑ سکینہؑ سے آؤ
مہندی قاسمؑ بنے کے لگاؤ

ہوتی صغراؑ تو خوش کیسی ہوتی آج کبراؑ کی شادی رچی ہے
آج شب کو دلھن جو بنی ہے
کل وہ ہے اور سینہ زنی ہے
ہائے چالے ہوئے اور نہ چوتھی آج کبراؑ کی شادی رچی ہے
بولی بانوؑ یہ قسمت کا لکھا آج کنگنا بندھا جن میں دیکھا
کل وہ ہوگی رسن میں کلائی آج کبراؑ کی شادی رچی ہے

نوحہ

قیصر لکھنوی

قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے ماں غم نصیب نے صفِ ماتم بچھائی ہے
پُر اضطراب فاطمہ زہراؑ کی جائی ہے سرورؑ نے لاش اپنے گلے سے لگائی ہے
عباسؑ نے بھتیجے کی میّت اُٹھائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے
قاسمؑ کون حضرت شبرؑ کا لال ہے بے مثل و بے عدیل خجستہ خصال ہے
جس میں نبیؐ کا نور علیؑ کا جمال ہے پوتا جناب فاطمہؑ کا نونہال ہے
تصویر نور قدرتِ حق نے بنائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے
شہزادے کا ہے صرف ابھی تیرہ برس کا سن گلزارِ زندگی میں پھپھکنے کے ہیں یہ دن
وہ بھولی بھولی شکل کہ قربان انس و جن اس بچپنے میں بھی ہے مگر قلبِ مطمئن
آغوشِ شہؑ میں صبر کی تعلیم پائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

عاشور کی یہ شب کا ہے احوالِ درد و غم سرورؑ نے جب بیاں کیا افسانۂ الم
قاسمؑ چچا سے کہتے ہیں کیوں شاہِؑ ذی حشم میرا بھی نام فردِ شہیداں میں ہے رقم؟
اس نامراد کو بھی جناں میں رسائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

سُن کر سوال بچّے کا سرورؑ نے یہ کہا کیوں میرے لال موت ہے تیری نظر میں کیا
بولا یہ مُسکرا کے دل و جانِ مجتبیٰؑ شیریں ہے شہد سے بھی زیادہ مجھے قضا
آجائے جلد ایسی مرے دل کو بھائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

شہؑ نے گلے بھتیجے کو اپنے لگا لیا فرمایا تیری ہمّت و جرأت کے میں فدا
اس پیاری پیاری شکل پہ قربان ہو چچا تم بھی شہید ظلم و جفا ہو گے مہ لقا
تقدیر میں ہماری ، تمہاری جدائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

جو کچھ کہا وہی مرے شہزادے نے کیا عاشور کو حسینؑ پہ قربان ہو گیا
گرنے لگا جو گھوڑے سے مہ پاراں میں مہ لقا آواز دی مدد کے لئے آیئے چچا
مُشکل کا وقت ہے دمِ مشکل کشائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

تھامے کلیجہ سبطِ نبیؐ دشتِ کیں میں آئے ڈرتھا کہ لاش گھوڑوں سے پامال ہو نہ جائے
دیکھا کہ چُور چُور ہے تن خوں میں ہیں نہائے اعدائے دیں نے ٹاپوں سے روندا ہے ہائے ہائے
تقدیر کب حسینؑ کو میت پہ لائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

ماں نے کلیجہ تھام کے پوچھا کہ کیا ہوا تھا دشمنوں میں دیر سے بچہ مرا گھرا

شور و بکا یہ کیسا ہے، کیا ماجرا ہوا کیا دشمنوں میں جا کے شہیدِ جفا ہوا
فضّہ نے آ کے کس کی سُنائی سنائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

ناشاد نامراد کی حسرت نکل تو جائے کمسن سے شاہزادے کو دولھا کوئی بنائے
ہاتھوں میں میرے لال کے مہندی کوئی لگائے گلگوں قبا کو مسندِ شاہانہ پر بٹھائے
ارماں بھرے کی موت وطن بن کے آئی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

جوڑا شہانا سُرخیِ خوں میں رنگا ہوا گلہائے زخم سے مرا نوشہ سجا ہوا
سہرا لہو کی دھاروں کا رُخ پر بندھا ہوا آیا ہے میرا لاڈلا دولھا بنا ہوا
شادی کی یہ گھڑی مجھے حق نے دکھائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

زینبؑ پکاریں بہر خدا رنج ٹالئے بھابھی حسنؑ کا واسطہ دل کو سنبھالئے
دیدارِ آخری کی تو حسرت نکالئے بھائی کھڑے ہیں پاس ردا سر پہ ڈالئے
قیصرؔ یہ سُن کے بی بی نے گردن جھکائی ہے
قاسمؑ کو موت عالمِ غربت میں آئی ہے

نوحہ
ذاکرہ لکھنوی

نوشاہ کے لاشے کو شہؑ ہاتھوں پہ لائے ہیں قاسمؑ بنے میدان سے اس شان سے آئے ہیں
سب جسم ہوا ٹکڑے تیغوں سے جو سرتاسر عباسؑ بھتیجے کو سینے سے لگائے ہیں
ماں کہتی تھی میّت پر کیا تم کو ہوا ہے ہے مادر سے بیاں کردو جو ظلم اُٹھائے ہیں

ماں صدقے ہواے بیٹا بولا نہیں جاتا
اس چاند سے سینے پر جو زخم اُٹھائے ہیں

اے لال تری شادی کیسی یہ ہوئی ہے ہے
مہماں تھے جو شادی کے وہ پُرسے کو آئے ہیں

تم سوتے ہواے بیٹا مہماں ہیں جمع گھر میں
ہے وقت یہ خاطر کا سب کنبے کے آئے ہیں

داماد کے لاشے پہ بانوؑ نے کہا رو کر
دولھا تری میّت پہ ہم بیٹی کو لائے ہیں

میں رسم کروں کس کی اے بیبیوں چوتھی کی
دولھا بنے چوتھی کے دن خوں میں نہائے ہیں

یہ بالی سکینہؑ نے کُبرا سے کہا رو کر
تر خون میں سرتاپا ابنِ حسنؑ آئے ہیں

کہتی تھی دلھن رو کر کچھ بات کرو صاحب
ہم آپ کے قدموں پر سر اپنا جھکائے ہیں

جاتے ہو کہاں تنہا ہمراہ مجھے بھی لو
رخصت کیا ماں نے گھر آپ کے آئے ہیں

کی میں نے خطا کیا ہے جو بات نہیں کرتے
ہم پوچھنے کو صاحب حال آپ کا آئے ہیں

چوتھی میں ملا صاحب رنڈ سالہ کا جوڑا ہے
افشاں کے عوض منہ پر ہم خاک لگائے ہیں

کیا سوتے ہو تم غافل یہ حال مرا دیکھو
پہنے ہوئے رنڈ سالہ ہم لاش پہ آئے ہیں

دنیا میں کوئی شادی ایسی نہ ہوئی ہو گی
دن چوتھی کے اے صاحب ہم بیوہ کہلائے ہیں

لوٹیں جو لعیں آ کر اُس دم میں کہاں جاؤں
یہ پوچھنے ہم صاحب پاس آپ کے آئے ہیں

روضہ پہ شہ دیںؑ کے اے ذاکرہ جانے کی
مدت ہوئی ہم جب سے لَو دل سے لگائے ہیں

نوحہ

مولانا عادلؔ رضوی

اک نونہالِ باغِ نبیؐ پائمال ہے
نازک بدن کے خون سے کُرتہ بھی لال ہے

شیرانہ چتونوں سے شجاعت ہے آشکار
تصویر ہے علیؑ کی پیمبرؐ جمال ہے

پاسِ ادب سے چہرے پہ پڑتی نہیں نظر
نو دس برس کا سن ہے یہ جاہ و جلال ہے

معلوم ہو رہا ہے کہ دولھا ہے خواب میں
کیا حُسن دلفریب ہے کیسا جمال ہے

مہندی لگی ہوئی ہے کہ ہاتھوں کا خون ہے
تلوار ہاتھ میں ہے ہتھیلی بھی لال ہے
انداز آشکار یتیمی کا رُخ سے ہے
پھولوں کی طرح چہرۂ پُرخوں بھی لال ہے
دشمن سے جنگ کیلئے آیا ہے کس طرح
نیزہ نہ ہاتھ میں ہے نہ کاندھے پہ ڈھال ہے
کس نے کیا تھا گھوڑے پہ معصوم کو سوار
اتنا تو اس صغیر کا سن ہے نہ سال ہے

نوحہ

مولانا عادلؔ رضوی

کیونکر ہوا جنگل میں زہراؑ کا چمن رنگیں
ہے خون سے سب لاشِ فرزندِ حسنؑ رنگیں
دوڑے جو ہیں لاشے پر گھوڑے تو یہ حالت ہے
ہے خون کی چھینٹوں سے قاسمؑ کا بدن رنگیں
معلوم یہ ہوتا ہے میّت ہے یہ دولھا کی
نوشاہ نہیں پھر بھی ہے جامۂ تن رنگیں
کیا ہے جو شہادت پر پوشاک شہانی ہے
ہوتا نہیں دنیا میں مُردے کا کفن رنگیں
بیکس کا لہو کیسا پھیلا ہے زمانے میں
ہے خون کی سُرخی سے یہ چرخِ کہن رنگیں
قاسمؑ کو لگایا ہے سینے سے شہ دیںؑ نے
ہے خون سے پوشاکِ سلطانِ زمن رنگیں

نوحہ

صدر اجتہادی

رَن میں مادر کی تھی فغاں قاسمؑ
تم کو ڈھونڈوں کہاں کہاں قاسمؑ
پارۂ دل پکار لو مجھ کو!
پھر رہی ہوں رَواں دوَاں قاسمؑ
سُرخ پھولوں کی جس طرح لڑیاں
یوں لہو کی ہیں دھاریاں قاسمؑ
اب تو دل سے لبوں تک آپہنچے
نالہ ہائے شرر فشاں قاسمؑ
وہ عزیزانِ با وفا نہ رہے
لُٹ گیا رن میں کارواں قاسمؑ

زلزلے آئے ، آندھیاں اُٹھیں　کروٹوں میں ہے یہ جہاں قاسمؑ
کیا مجھے یاد کر رہے ہو کہیں　آ رہی ہیں جو ہچکیاں قاسمؑ
رُخ پہ سہرا ہے خوں کی دھاروں کا　یا فلک پر ہے کہکشاں قاسمؑ
میں کہوں اپنا حال بربادی　تم کہو اپنی داستاں قاسمؑ
تم ابھی میرے پاس تھے بیٹا　ہائے یہ مرگِ ناگہاں قاسمؑ
ڈھونڈتی پھر رہی ہوں میں تم کو　صورت نبضِ ناتواں قاسمؑ
موت نے باغِ کم سِنی لوٹا!　گِر پڑیں دل پہ بجلیاں قاسمؑ
ہائے تصویر بے کسی ہے دلھن!　تن میں باقی نہیں ہے جاں قاسمؑ
اب تو ہو کر اسیر مقتل سے
قید میں جا رہی ہے ماں قاسمؑ

نوحہ

شاؔد زیدپوری

آئے یتیمِ حسنؑ خوں میں نہائے ہوئے　لاش کو سینے سے ہیں شاہ لگائے ہوئے
کھنچتے ہوئے جاتے ہیں خاک پہ قاسمؑ کے پاؤں　چل نہیں سکتے حسینؑ لاش اٹھائے ہوئے
رکھتے ہیں تھم کر قدم ہے ابھی بچے میں دم　خیمے کے در پر ہے ماں آس لگائے ہوئے
مادرِ قاسمؑ سے شاہ سامنا کیونکر کریں　در پہ کھڑے ہیں حسینؑ سر کو جھکائے ہوئے
زندہ تھا بیوہ کا لال ہو گیا تن پائمال　دوڑ رہے تھے سوار باگیں اٹھائے ہوئے
خیمہ میں آئی جو لاش آنکھوں میں اٹکا تھا دم　تکتے تھے ماں کی طرف آنکھ اٹھائے ہوئے
مادرِ قاسمؑ کے بین سن نہیں سکتے حسینؑ　خونِ دل آنکھوں سے ہیں شاہ بہائے ہوئے
اے میرے گل پیرہن چُور ہے سارا بدن　آئے ہو دولھا بنے خوں میں نہائے ہوئے

نعل کے گہرے نشاں رخ پہ ہیں اے مری جاں   چاند سے چہرے کو یوں ماں سے چھپائے ہوئے
ٹاپوں سے سر ہے دو نیم اے میرے دُرِ یتیم   خون میں گیسو بھرے ماں کے بنائے ہوئے
گردنِ نازک ہے خم نکلا ہے مشکل سے دم   گیسوئے مشکیں تیرے بل ہیں جو کھائے ہوئے
باپ نہ پہچانیں گے شکل تری دیکھ کر   ماں سے چلے بے خبر آنکھ پھرائے ہوئے
باپ سے بہرِ خدا کچھ نہ شکوہ مرا   پیاس کے مارے ہوئے غم کے ستائے ہوئے
شآد کرو یہ دعا نزد شہِ کربلا   خلد میں ہاشم رہیں چھاؤنی چھائے ہوئے

نوحہ

شآد زید پوری

بیوہ کا لٹ رہا ہے چمن وا مصیبتا   مٹتی ہے یادگارِ حسنؑ وا مصیبتا
قاسمؑ نے رکھ دیا ہے قدم پر چچا کے سر   چپکے کھڑے ہیں شاہِ زمن وا مصیبتا
جاتا ہے نامراد پسر رو رہی ہے، ماں   پھرتی ہے گرد روحِ حسنؑ وا مصیبتا
کیا جانے کیوں پہنایا ہے قاسمؑ کو شاہ نے   سارا لباس شکلِ کفن وا مصیبتا
بچہ سمجھ کے ٹوٹ پڑی فوج ہائے ہائے   سورج کو لگ گیا ہے گہن وا مصیبتا
اس سمت کے سوار ادھر جا رہے، ہیں آہ   قاسمؑ کا پھول سا ہے بدن وا مصیبتا
ٹاپوں سے چُور چُور ہوئیں نرم پسلیاں   کچھ کر سکے نہ شاہِ زمن وا مصیبتا
لاشے پہ آ کے خواہرِ قاسمؑ کے تھے یہ بین   ہے پائمال چاند سا تن وا مصیبتا
چہرے پہ ہائے کیسے ہیں یہ نعل کے نشاں   اس شکل پر فدا ہو بہن وا مصیبتا
اے شآد ساتویں ہے چلو سوئے کربلا   پیاسی ہے فوجِ شاہ زمن وا مصیبتا

خیمہ سے العطش کی صدائیں بلند ہیں
سب خشک ہے چمن کا چمن وا مصیبتا

نوحہ

شیریںؔ بیگم لکھنوی

ماں کہتی تھیں قاسمؑ کی یہ دے دیکے دُہائی دولھا نے قضا کی
کوئی نہ تمنا مری افسوس برآئی دولھا نے قضا کی

شادی کے بدل ہو گیا غم کیا کروں لوگو بتلاؤ تو مجھ کو
اندھیرا ہے آنکھوں سے نہیں دیتا دکھائی دولھا نے قضا کی

دنیا سے مرا لال پُرارمان سدھارا رن میں گیا مارا
افسوس کہ سسرال سے مہندی بھی نہ آئی دولھا نے قضا کی

دنیا میں کسی پر بھی نہ گذرے یہ الٰہی کیسی ہے تباہی
مسند کو اُٹھا کر صفِ ماتم ہے بچھائی دولھا نے قضا کی

وہ بھوک میں اور پیاس میں مارا گیا جانی پیمبرؐ کی نشانی
مصری کے بدل تیغِ ستم رن میں ہے کھائی دولھا نے قضا کی

اب جوڑے شہانے کے بدل خون میں نہایا ہے ہے مرا جایا
کنگنے کے عوض ہو گئی مجروح کلائی دولھا نے قضا کی

اے بیکسو ماتم کرو میں ہوگئی ناشاد گھر ہو گیا برباد
لاشہ لئے آئے ہیں شہ کرب و بلائی دولھا نے قضا کی

امید تھی لاؤں گی دلھن ابنِ حسنؑ کی اس غنچہ دہن کی
اب کوکھ مری لٹ گئی اللہ دوہائی دولھا نے قضا کی

اب منھ کو دکھانے کی نہیں مجھ کو رہی جا ہے ہے میں کروں کیا
شرمندہ ہوئی بانُوئے شبیرؑ سے بھائی دولھا نے قضا کی

برباد کیا صاحبو تقدیر نے مجھ کو پُرسا تو ذرا دو
میں جیتی رہی ہائے مجھے موت نہ آئی دولھا نے قضا کی

گل ہو گیا وہ گھر کا چراغ ہمارا ہر سُو ہے اندھیرا
ہے ہے یہ خبر کس لئے لوگو ہے چھپائی دولھا نے قضا کی

دل مادری الفت سے ہے بیتاب ہمارا اے صاحبو لِلّٰہ
چھاتی سے لگاؤ مری کیوں دیر لگائی دولھا نے قضا کی

بے جرم وخطا مارا گیا ہائے وہ پیارا یہ بیوہ کرے کیا
سب خاک میں ارمان ملے فریاد الٰہی دولھا نے قضا کی

شیرؔیں یہی کرتی تھی بیاں زوجۂ شبرؑ برباد ہوا گھر
میں آکے یہاں لٹ گئی خالق کی دوہائی دولھا نے قضا کی

نوحہ

گوہرؔ لکھنوی

ماں قاسمؑ ناشاد کی میّت پہ پکاری، ماں ہو ترے واری
میدان سے نوشاہ کی آئی ہے سواری، ماں ہو ترے واری

دولھا تمھیں مادر نے بنایا تھا میری جاں، نکلا میرا ارماں
پوشاک بھی پہنا کے تمھیں دیکھ لی بھاری، ماں ہو ترے واری

مادر کو دیا داغ دلھن کو کیا برباد، اے قاسمؑ ناشاد
بیوہ ہوئی صد حیف کہ شبیرؑ کی پیاری، ماں ہو ترے واری

پردیس میں تقدیر نے کیا ہم کو دکھایا، وا حسرت و دردا
افسوس کوئی نکلی تمنّا نہ ہماری، ماں ہو ترے واری

اک شب کیلئے دولھا بنے اے میرے پیارے خلد آج سدھارے
برباد دلھن ہوگئی افسوس تمہاری، ماں ہو ترے واری
بس روک قلم کر نہ بیاں حالتِ مادر اے گوہؔر مضطر!
غش آگیا سر پیٹ کے جس دم یہ پکاری، ماں ہو ترے واری

نوحہ

گوہر بیگم گوہؔر

دشت بلا میں کس کی لوٹی گئی کمائی
کس ماں کی روشنی یہ بیدینوں نے بجھائی
یہ غل ہے رن میں برپا جنگل میں کون اُجڑا
جلدی خبر لو جا کے یہ کس کو موت آئی
اکبرؑ ہیں کیوں پریشاں عباسؑ بھی ہیں گریاں
فوج حسینؑ میں کیوں برپا ہے ایک دہائی
ایک شور ہو رہا ہے خیمہ کے در پہ برپا
پامال ہو کے رن سے قاسمؑ کی لاش آئی
سنتے ہی اس خبر سے رانڈوں میں ہے تلاطم
سیدانیوں نے مل کے دولھا کی صف بچھائی
پھاڑے ہوئے گریباں ہیں ساتھ شاہ ذیشاں
پامال لاش لا کے خیمہ میں ہے لٹائی
ایک تہلکہ پڑا ہے مادر کی یہ صدا ہے
قاسمؑ کہاں ہے لوگو دیتا نہیں دکھائی
میت کے پاس آ کے لے کر کہا بلائیں
پردیس کی یہ شادی تم کو نہ راس آئی
نوشاہ بن کے آئے دشت وغا سے بیٹا
کیسی بہار تم نے مادر کو یہ دکھائی
سہرا کہاں ہے واری میں بھی تو لوں بلائیں
لڑیاں کھلیں ہیں رخ پر مہندی کہاں لگائی
تم کو گلے لگالوں تم پر نثار ہو لوں
واری سمجھ گئی میں تا حشر ہے جدائی
پالا تھا کن دکھوں سے نازوں سے حسرتوں سے
محنت غریب ماں کی مٹی میں کیوں ملائی
جنگل میں بے سہارا مادر کو تم نے چھوڑا
بیٹا میری ریاضت کیوں دل سے ہے بھلائی
اے میرے شاہزادے گوہؔر ہو تم پہ صدقے
نام و نشاں حسنؑ کے شبیرؑ کے فدائی

نوحہ

گوہر بیگم گوہرؔ (شاگرد خبیرؔ لکھنوی)

جب گُل ہوا چراغِ حسنؑ قتل گاہ میں — دنیا سیاہ تھی شہؑ دیں کی نگاہ میں
جاتے ہیں رن میں اکبرؑ و عباسؑ اور حسینؑ — لغزش قدم قدم پہ ہے سرور کو راہ میں
مقتل میں ڈھونڈھی جارہی ہے لاش ہر طرف — ہر سمت کو غل ہے یزیدی سپاہ میں
پامال رن میں ہو گیا ہے دلبر حسنؑ — سُن کے حسینؑ غش ہوئے ہیں قتل گاہ میں
ٹکڑے ملے ہیں جسم کے کہرام رن میں ہے — اکبرؑ اُٹھا کے لا رہے ہیں خیمہ گاہ میں
میت کے ساتھ مضطر و گریاں حسینؑ ہیں — بھائی کے بازو تھامے ہیں عباسؑ راہ میں
قاسمؑ کی لاش آ گئی خیمہ میں شور ہے — چھایا ہوا اندھیرا ہے ماں کی نگاہ میں
سیدانیوں میں ایک تلاطم ہے حشر ہے — کہرام برپا ہو گیا ہے خیمہ گاہ میں
پامال لاش دیکھ کے مادر کے بین ہیں — ارمان پورے ہو گئے سب تیرے بیاہ میں
بچے نے میرے خون کی مہندی لگائی ہے — سہرا بڑھا کے آئے ہو کیا قتل گاہ میں
دیکھو حسینؑ اکبرؑ و عباسؑ روتے ہیں — ماتم بپا ہے تیرا حسینی سپاہ میں
گوہرؔ نہ حال مادرِ مضطر بیان کر — تاثیر کیا بتاؤں جو تھی ماں کی آہ میں

نوحہ

یوسف آرا بیگم ماہرہؔ لکھنوی

(بنتِ چھنگا صاحب حسینؔ لکھنوی)

یہ ماں کہتی تھی رو رو کر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ
بپا ہے خیمہ میں محشر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ
کھڑی روتی ہوں میں کب سے خبر تم کو نہیں بیٹا

ترس کھاؤ بس اب مجھ پر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

عوض سہرے کی لڑیوں کے لہو جاری ہے چہرے سے
ہزاروں زخم ہیں تن پر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

کوئی مونس ہے اب شہ کا نہ یاور ہے نہ ہمدم ہے
چلے ہیں رن کو اب سرور اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

جسے تم بیاہ لائے ہو اسے اتنا تو بتلا دو
کہ بہلائے وہ دل کیونکر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

دلھن جو ہے جھکائے سر بہت ہے اس کا دل مضطر
ترس کھاؤ بس اُس پر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

ذرا کچھ منہ سے تو بولو ذرا تم آنکھ تو کھولو
برائے خالقِ اکبر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

حرم سر پیٹتے تھے اور بھی اے ماہرہ اُس دم
یہ ماں جب کہتی تھی رو کر اُٹھو قاسمؑ اُٹھو قاسمؑ

نوحہ

یوسف آرا بیگم ماہرہؔ لکھنوی

(بنتِ چھنگا صاحب حسینؔ لکھنوی)

مقتل میں آج روحِ حسنؑ آئی لاش پر
دولھا کو رونے جبکہ دلھن بھی آئی لاش پر

قاسمؑ کی ماں یہ کہتی تھی سر پیٹ پیٹ کر
بیٹا اُٹھو تمہاری دلھن آئی لاش پر

اِس طرح منہ کو موڑنا الفت سے ہے بعید
دیکھو تو کون اسیر محن آئی لاش پر

قاسمؑ دلھن کے حق میں جو کہنا ہے وہ کہو
رنڈسالہ پہنے مثل کفن آئی لاش پر

بیٹا یہ نیند کیسی ہے سو چکے اُٹھو — ناشاد نامراد دلھن آئی لاش پر
کیسا یہ انقلاب ہے دیکھو تو اک ذرا — سر کھولے ایک شب کی دلھن آئی لاش پر
پوتے علیؑ کے ہو اُسے غم سے رہا کرو — مجروح تن اسیرِ محن آئی لاش پر
میں رانڈ ہو گئی میرا وارث ہوا شہید — یہ بین کرتی ہائے دلھن آئی لاش پر
دل کی طرح زمیں بھی ہلی رن کی ماہرہ
جب دختر امام زمن آئی لاش پر

پنجابی نوحہ

تنویر کڑی باوا

نہ دے فروہؑ تو صداواں قاسمؑ آونڑاں
نہ دیکھیاں کرہن راہواں قاسمؑ نئیں آونڑاں
فروہؑ دیاں روندیاں انکھیاں ہائے چلن ہواواں تتیاں
قاسمؑ دے ہونڑیں ٹکڑے کیویں وکھریاں پھل دیاں پتیاں
اینج پتر نہ دے کھن ماواں قاسمؑ نئیں آونڑاں
فرمایا پاک حسینؑ اے کرو بیبیوں رج کے ویں اے
سرمایا ویر حسن دا فروہؑ دے دل دا چین اے
گیا ماریا وچ صحراواں قاسمؑ نئیں آونڑاں
سہرے دے پھل مرجھائے خیمے میں رنگ بدلائے
قاسمؑ دی لاش دے ٹکڑے جدوں خیمے دے وچ آئے
کیتیاں ماتم پھپیاں ماواں قاسمؑ نئیں آونڑاں
کدی والاں نوں میں کھولاں کدی پتر دی یاد وچ رونڑاں

میرے لال دے ہتھ نئیں لب دے کیویں لیئں میں مہندی گھولاں

اُودے کیویں شگن مناواں قاسمؑ نئیں آونڑاں

نوحہ

سیّدہ بیگم شکارپوری

ہیں لاشۂ قاسمؑ کو شہ جن و بشر لائے خیمے میں شہادت کی عباسؑ خبر لائے

تھا بیبیوں میں محشر غش کھا کے گری ترخوں میں شہ والا شبّرؑ کا پسر لائے

دولھا بنے آئے ہو مقتل سے میرے بیٹا کیا نیگ میں بہنوں کو اے نورِ نظر لائے

آیا نہ دھیان تم کو بچّے ہیں بہت پیاسے دریا سے نہ پانی تم اے رشکِ قمر لائے

خالی ہوا جاتا ہے گھر فاطمہ زہرؑا کا فدیہ کے لئے مولاؑ اپنا بھرا گھر لائے

عباسؑ بھی اکبرؑ بھی تیار ہیں مرنے کو مٹی میں ملانے کو یہ لعل و گہر لائے

کیا دل پہ بنی ہوگی اے سیّدہ مادر کے جب لاشۂ قاسمؑ کو شہ خون میں تر لائے

نوحہ

ذکیہ لکھنوی

لاشِ قاسمؑ پہ مادر پکاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

نیند کیسی یہ آج آئی واری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

جمع شادی کے مہمان ہیں سارے نیگ لینے کھڑے ہیں گے پیارے

ہے جو بالی سکینہؑ تمہاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

سب کے دل پر تو اندوہِ غم ہے کیسا شادی میں رنج والم ہے

دیکھو پھوپھیاں بھی کرتی ہیں زاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

سارا کنگنا لہو میں بھرا ہے سینہ نیزہ سے سارا چھدا ہے
کیا کرے ماں دکھ درد ماری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

ہائے کبرا نے رنڈسالہ پہنا خاک کا ہے لگا منہ پہ چھاپا
کہہ رہی ہے گی بانو کی پیاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

بدلے شربت پیا آبِ خنجر کس طرح خاک اُڑائے نہ مادر
بھوک میں کھایا نیزہ ہے کاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

نیند کیسی یہ آج آئی بیٹا بے خبر ہو نہیں ہوش اصلا
کروٹیں بھی نہیں لیتے واری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

بات تو کچھ کرو آکے مجھ سے ماں کا دل ہوتا ہے ٹکڑے ٹکڑے
دل پہ چلتی ہے غم کی کٹاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

اب نہیں تاب آگے ذکیہ جب کہ کہتی تھی رو رو، وہ دکھیا
ماں کرے کس طرح سے نہ زاری سو چکے بس اُٹھو مرے دلبر

نوحہ

حکیم مرزا محمد جعفر محمد لکھنوی

اے گل رخ اے رشکِ چمن اے قاسمِؑ گل پیرہن
محبوبِ خاصِ پنجتن اے قاسمِؑ گل پیرہن

تم پر درودِ مصطفےٰؐ تم پر سلامِ مرتضیٰ
تسلیم اے ضیغم فگن اے قاسمِؑ گل پیرہن

لختِ دل پاک نبیؐ اے راحت روح علیؑ
جانِ بتول ابنِ حسنؑ اے قاسمِ گل پیرہن

اے روحِ قلبِ مجتبیٰ دل بند شاہِ کربلا
منظور آفات و محن اے قاسمِ گل پیرہن

اے لعلِ زہرا ذی شرف اے خوش گہر دُرِ نجف
اے غیرت دُرِ عدن اے قاسمِ گل پیرہن

کم سن تھے اور تشنہ دہاں کب ہونے پائے تھے جواں
قربان اے زیبِ زمن قاسمِ گل پیرہن

جب جانب مقتل چلے پھاڑا گریبان شاہ نے
کُرتا ہوا شکل کفن اے قاسمِ گل پیرہن

تلوار جب تم سے چلی یاد آگئے ہونگے علیؑ
قربان میں اے تیغ زن اے قاسمِ گل پیرہن

تھی کثرتِ اہلِ جفا سیراب و سیر اہلِ دغا
تم بھوکے اور تشنہ دہن اے قاسمِ گل پیرہن

اس پر بھی کیا ہی جنگ کی ازرق کی کیا چورنگ کی
احسنت اے ابنِ حسنؑ اے قاسمِ گل پیرہن

آخر تنِ تنہا ہو جو لاکھوں پہ ور کیوں کر وہ ہو
ٹکڑے ہوا نازک بدن اے قاسمِ گل پیرہن

طاقت نہ لڑنے کی رہی ملکِ بقا کی راہ لی
پیش آیا جنت کا چمن اے قاسمِ گل پیرہن

تم نے پکارا شہؑ کو جب تھا قلب پر ازحد الم
روتے چلے شاہ زمن اے قاسمِ گل پیرہن
تھی فوج بھی چھائی ہوئی بدلی تھی اک آئی ہوئی
مملو تھا اہلِ کیں سے رن اے قاسمؑ گل پیرہن
بھاگے جو سب ہیں زشت خو دیکھا تمہارے جسم کو
زخموں سے تھا رشکِ چمن اے قاسمِ گل پیرہن
خیمے میں آئی لاش جب کہرام برپا تھا عجب
تڑپیں بہت ماں اور دلھن اے قاسمِ گل پیرہن
تھے نزع کی حالت میں تم ہوش و حواس شہ تھے گم
سر پر گرا کوہ محن اے قاسمؑ گل پیرہن
بہرِ محمدؐ اب دعا فرماؤ اے بحرِ عطا
لطف اس پہ ہو سِرّ و علن اے قاسمِ گل پیرہن

نوحہ

میر سیّد علی شائقؔ دہلوی

کہتی تھی قاسمؑ کی ماں، اب نہیں جینے کی میں
مر گیا بیٹا جواں، اب نہیں جینے کی میں
نازوں کا پالا میرا، گیسوؤں والا میرا
گُم ہوا کھا کر سناں، اب نہیں جینے کی میں
کس پہ ہمیں چھوڑ کر، چل دیئے منہ موڑ کر
ماں تمھیں ڈھونڈے کہاں، اب نہیں جینے کی میں
اے مرے غنچہ دہن، راحتِ جانِ حسنؑ
قتل ہو تشنہ دہاں، اب نہیں جینے کی میں
تجھ سے ہی روشن تھا گھر، تجھ سے ہی گلشن تھا گھر
اب ہے خزاں بوستاں، اب نہیں جینے کی میں

تو ہوا بسمل اُدھر، دل ہوا ٹکڑے اِدھر — آ گئی ہونٹوں پہ جاں، اب نہیں جینے کی میں
روتے ہیں سبطِ نبیؐ، پھوڑتی ہے سر پھپھی — حشر ہے گھر میں عیاں، اب نہیں جینے کی میں
غم میں تیرے خوش سیر، روتی ہوں شام وسحر — کر دیئے دریا رَواں، اب نہیں جینے کی میں
سینہ و سر پیٹ کر، بولی دُلھن نوحہ گر — چھپ گئے دولھا کہاں، اب نہیں جینے کی میں
کیسی یہ شادی رچی، غم ہے بجائے خوشی — زندگی ہے رائیگاں، اب نہیں جینے کی میں
پھول یہ سہرے کے بھی، رنگ نہ بدلے ابھی — تم گئے سوئے جناں، اب نہیں جینے کی میں
مہندی نہ اب تک چھٹی، جان پہ جو آ بنی — خوں میں نہائے یہاں، اب نہیں جینے کی میں
حیف کہ شب کی دُلھن، اُس پہ یہ رنج و محن — غم کا گرے آسماں، اب نہیں جینے کی میں
مر کے نہ پایا کفن، ٹکڑے ہوا گُل سا تن — کیا کروں میں بے زباں اب نہیں جینے کی میں

پھٹتا تھا شائقؔ جگر، آہ دُلھن نوحہ گر
کرتی تھی جب یوں بیاں، اب نہیں جینے کی میں

نوحہ

اکملؔ شہیدی لکھنوی

قاسمؑ کو تصور میں ماں دولھا بناتی ہے — مہندی بھی لگاتی ہے پوشاک پنہاتی ہے
چین آیا نہیں جس دم فرقت میں کسی پہلو — پھول اشکوں کے چُن چُن کے پھر سہرا بناتی ہے
اِک شب کا جو دولھا تھا وہ قتل ہوا ہے ہے — رو رو کے یہی نوحہ ماں سب کو سناتی ہے
فرقت میں تڑپتا ہے دل ماں کا جو قاسمؑ کی — گھبرا کے وہ کبریٰ کو سینے سے لگاتی ہے
بیٹے کی شہادت کا یاد آتا ہے منظر جب — ماں اشکِ غمِ حسرت آنکھوں سے بہاتی ہے
جب رات کی تاریکی چھاتی ہے زمانے پر — یادِ غمِ قاسمؑ کی ماں شمع جلاتی ہے

یاد آتی ہے قاسمؑ کی پامالیٔ میّت جب
ماں خونِ جگر اکملؔ آنکھوں سے بہاتی ہے

نوحہ

فرحت کاظمی (زوجۂ مولانا طاہر جرولی)

رو کے کہتی تھی ماں ہائے قاسمؑ مرے
تم کو ڈھونڈوں کہاں ہائے قاسمؑ مرے

دردِ فرقت سے تیرے مرے ماہ رو
میرا دل ہے تپاں ہائے قاسمؑ مرے

پیاس میں تین دن کی لڑے خوب تم
میرے تشنہ دہاں ہائے قاسمؑ مرے

زخم اتنے ہیں گہرے لگے جسم پر
خوں ہے اب تک رواں ہائے قاسمؑ مرے

آنکھ تو کھول کر دیکھو ماں کی طرف
اے مرے نیم جاں ہائے قاسمؑ مرے

رو رہے ہیں تمھارے سرہانے کھڑے
بادشاہ جہاں ہائے قاسمؑ مرے

درد ہے کس جگہ اے مرے مہ لقا
کچھ کرو تو بیاں ہائے قاسمؑ مرے

جسم نازک پہ ہے ہے لگے کس قدر
زخم تیر و سناں ہائے قاسمؑ مرے

موت آئے گی تم کو مرے سامنے
یہ نہیں تھا گماں ہائے قاسمؑ مرے

تم تو بیٹا گئے سوئے خُلدِ بریں
اور زندہ ہے ماں ہائے قاسمؑ مرے

اپنی ماں کو بھی دلبر بلا لو وہیں
تم گئے ہو جہاں ہائے قاسمؑ مرے

لاش بھی آہ پامال رن میں ہوئی
تم پہ قربان ماں ہائے قاسمؑ مرے

دل کو بھی ہوسکوں رنج و غم سے چھٹوں
جو نکل جائے جاں ہائے قاسمؑ مرے

دے نہیں سکتی غسل و کفن بھی تمھیں
ہے یہ نادار ماں ہائے قاسمؑ مرے

اُٹھو امداد کو شام جاتی ہے اب
قید ہوکر یہ ماں ہائے قاسمؑ مرے

خیمہ میں حشر ہوتا تھا فرحتؔ بپا
جب یہ کہتی تھی ماں ہائے قاسمؑ مرے

نوحہ

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

پکاری یہ قاسمؑ کی میّت پہ ماں   تجھے رونے کو لال جاؤں کہاں
زمیں سخت ہے دور ہے آسماں   جلے خیموں سے اُٹھ رہا ہے دھواں
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

جناں کو گئے تم تو اے نونہال   نہ سوچا کہ کیا ہوگا ماں کو ملال
بہت سو چکے اب اُٹھو میرے لال   ذرا دیکھ لو اُٹھ کے ماں کا بھی حال
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

مرے کم سخن تجھ پہ ماں ہو نثار   ہوا موت سے تجھ کو بچپن میں پیار
تھے کس درجہ سبطِ نبیؐ بے قرار   تو یادِ پدر میں تھا جب اشک بار
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

صدا رن سے دی تو نے جب شاہؑ کو   فلک نے سُنا شاہؑ کی آہ کو
بہت رنج تھا شاہِ ذی جاہ کو   اُٹھا لائے رن سے مرے ماہ کو
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

گئے شاہِؑ دیں جب تری لاش پر   ترا خوں بھرا سہرا آیا نظر
تھا ٹاپوں سے تن، چُور سب سربسر   تڑپنے لگے لاش کو دیکھ کر
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

مرے لال ماں ہے اسیرِ محن   ہے مجبور دے تجھ کو کیونکر کفن
ہے بے گور ابتک تو جانِ حسنؑ   یہ تپتی زمیں اور یہ نازک بدن
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

جیئے گی ترے ہجر میں کیسے ماں　　سوئے شام جاتا ہے اب کارواں
ترے غم میں آنکھیں ہوئیں خوں فشاں　　تھی اخترؔ یہ قاسمؑ کی ماں کی فغاں
مرے صف شکن اے میرے بے وطن

نوحہ

انیسؔ پہرسری

قاسمؑ کی ماں پکاری، جاؤ سدھارو قاسمؑ　　تیار ہے سواری ، جاؤ سدھارو قاسمؑ
کبرا جو رو رہی ہے، جاں اپنی کھو رہی ہے　　اس کی سنو نہ زاری، جاؤ سدھارو قاسمؑ
اک رات کی دلھن کو کم ہے جو کچھ محن ہو　　کرنے دو اشکباری، جاؤ سدھارو قاسمؑ
جاؤ جہاد کرنے ، راہِ خدا میں مرنے　　مادر ہو تم پہ واری ، جاؤ سدھارو قاسمؑ
کر کے جہاد آؤ ، اور اپنا گھر بساؤ　　یہ ہے دعا ہماری ، جاؤ سدھارو قاسمؑ
ماں بھائی اور دلہن کا ، کھاؤ نہ غم زمن کا　　سوچو نہ کچھ ہماری ، جاؤ سدھارو قاسمؑ
خوش ہوں گی جب میں دلبر، تا حشر مثلِ خیبر　　یہ رن ہو یادگاری، جاؤ سدھارو قاسمؑ
یادِ حسنؑ میں دلبر، ہے قلب کتنا مضطر　　پوچھو نہ بیقراری ، جاؤ سدھارو قاسمؑ
ہوتی ہے دیر تم کو، سب بیبیوں میں ہم کو　　ہوتی ہے شرمساری، جاؤ سدھارو قاسمؑ
نصرت کو جاؤ، دلبر تم ہو انیسِؔ سرور　　دکھلاؤ جاں نثاری ، جاؤ سدھارو قاسمؑ

غیورؔ حیدرآبادی

اے غنچہ دہن بیکس دولھا اے سیم بدن بیکس دولھا
مجرے کے لیے آئی ہے اُٹھو ناشاد دلھن بیکس دولھا

دنیا سے نئی یہ شادی ہے دونوں کے لیے بربادی ہے
شبیرؑ کی بیٹی رانڈ دلھن اور ابنِ حسنؑ بیکس دولھا

جاؤ شہ دیں کے پاس اُٹھو آتے ہیں مجھے وسواس اُٹھو
سب روتے ہیں تم کو کہہ کہہ کر بے گور و کفن بیکس دولھا

ہے خوف مجھے ناراض نہ ہو مرضی ہے تمہاری کیا بولو
میں ہاتھ میں اب کنگنا رکھوں یا رکھوں رسن بیکس دولھا

سب کہتے ہیں اب مجھ کو بیوہ بتلاؤ مجھے یہ بات ہے کیا
یہ لوگ مجھ ہی کو کہتے تھے کل شب کی دلھن بیکس دولھا

ہمنام ہوں میں بھی دادی کی ہے تم کو قسم اس شادی کی
بنوا دو مجھے بھی رونے کو اک بیت حزن بیکس دولھا

تھا مجھ کو تمہارے گھر چلنا لازم تھا تمہیں مل کر چلنا
رستے ہی میں مجھ کو چھوڑ گئے ہے دور وطن بیکس دولھا

یہ بے خبری مجھ سے قاسمؑ چھلتے ہیں میرے پہنچے قاسمؑ
کھولو کہ الجھی جاتی ہے کنگنے میں رسن بیکس دولھا

دنیا میں غیورؔ ایسا اصلا انسان نہیں ماتم دیکھا
لاشے پہ بنے کے کہتی تھی رو رو کے دولھن بے کس دولھا

میر مانوسؔ لکھنوی (میر انیسؔ کے نواسے)

آ کے خیمے میں فضہ پکاری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور
جلدی مسند بچھاؤ میں واری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

خون میں تر جامہ و پیرہن ہے چُور ٹاپوں سے سارا بدن ہے
جسم نازک پہ ہیں زخم کاری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

ساتھ چھوڑا شہ بے وطن کا، مِٹ گیا نام ہے ہے حسنؑ کا
بیبیو اب کرو آہ و زاری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

چھپنے والے جو ہیں کرلیں پردہ، کوئی دن میں اب آتا ہے دولھا
ہے قریں اب بنے کی سواری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

ایسے جینے سے مرنا تھا اچھا، ہائے کیوں میں نے یہ حال دیکھا
خاک ہے زندگی پر ہماری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

حق نہ دشمن کو یہ غم دکھائے، کوئی نوشاہ یوں گھر نہ آئے
سر کو پیٹے گی ماں غم کی ماری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

کس گھڑی سے یہ شادی رچائی، پھول کھلتے ہی موت اُن کو آئی
ٹکڑے ٹکڑے ہے سہرا بہاری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

ماتمی صف پہ لاکر بٹھاؤ، بال بکھرا دو افشاں چھڑاؤ
لاؤ جلدی دلھن کو میں واری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

حال مانوسؔ اب کیا سنائے، جب تلک شاہ میّت نہ لائے
غل رہا یہ بصد آہ و زاری، لاش قاسمؑ کی لاتے ہیں سرور

ارتضٰی جونپوری

سہرا لکھنا تھا پہ لکھا تیرا نوحہ قاسمؑ
رو کے مقتل میں پکارے شہ والا قاسمؑ

کر کے رخصت بڑی حسرت سے یہ مادر نے کہا
جاؤ اللہ نگہبان تمھارا قاسمؑ

تھام کے اپنی کمر بولے یہ سرورؑ رن میں
ڈھونڈتا ہوں ترا بکھرا ہوا لاشہ قاسمؑ

مر نہ جائے کہیں اک شب کی بیاہی دلھن
دیکھ کے خون میں ڈوبا تیرا کنگنا قاسمؑ

خیمۂ شاہ میں کہرام اُٹھے گا اُس دم
نیگ مہندی کا جو مانگے گی سکینہؑ قاسمؑ

چوڑیاں توڑ کے لاشے پہ یہ کبریٰ نے کہا
کاش مرجاتی تیرے ساتھ یہ دُکھیا قاسمؑ

چُوم کر لاشۂ قاسمؑ یہ کہا مادر نے
سرخ رُو کر دیا تم نے مجھے بیٹا قاسمؑ

اشک آنکھوں سے نہیں غم میں ترے خوں ہے رواں
ہر کلی سہرے کی پڑھتی ہے یہ نوحہ قاسمؑ

ہائے کس دل سے کہوں ارتضیٰ پھٹتا ہے جگر
بس یہی ہے تیرا نوحہ تیرا سہرا قاسمؑ

باب ۹

مہندی درحالِ حضرتِ قاسمؑ

شیخ قلندر بخش جرأت دہلوی

ہائے تقدیر نے یہ کیسی دِکھائی مہندی
لوہو سے ابنِ حسنؑ نے جو رچائی مہندی
مرگ نے کرکے سلام اُس کو لگائی مہندی
ساتھ لوہو سے براتی بھرے لائے مہندی
بنّے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

پیٹی ہیں سینہ و سر سمدھنیں کھڑیاں ہے ہے
ہے کہاں عطر کہاں پھولوں کی چھڑیاں ہے ہے
جو براتی موے لاشیں نہیں گڑیاں ہے ہے
بوندیں سب لوہو کی کپڑوں پہ رہیں پڑیاں ہے ہے
بنّے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

شمعیں روشن ہیں وہاں دل جو ہیں سب کے سوزاں
اور شہنائی کی حالت پہ ہے فریاد و فغاں

زخم ہر ایک کے تن پر عوضِ گُل ہے عیاں
سب مَلک کہتے فلک پر ہیں یہ افسوس کناں
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

لاتے ہیں کھاٹ کھٹولوں پہ جو لاشوں کو دھرے
وا دریغا سو وہی تخت ہیں آرائش کے
جب بنی کہتی کہ کیا تجھ پہ بنی ہائے بنے
لال لوہو سے رنگا جوڑا ہے دولھا کے گلے
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

نُقل و شربت کو ہو پھر کیونکہ نہ واں حیرانی
تین دن ہیں کہ جہاں بند ہوا دانہ پانی
اشک خونی کی ہر اک چشم سے ہے طغیانی
ہر براتی کی لہو سے ہے بھری پیشانی
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

چاہ دولھا کو جو تھا رہ گیا من میں من کا
اور سر زانوئے غم سے نہ اُٹھا دلھن کا
پیاس سے خشک دہن ہوئے تو ہر سمدھن کا
چشم پُرخون ہے بنے شیون کا
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

آہ سینے سے ہر اک کھینچے ہے یُوں آتش بار
چھوٹتے خانۂ شادی میں ہوں جیسے کہ انار ۔

لوگ جو آئے ہیں ہمراہ سو ہیں ماتم دار
زخمیوں کی چلی آتی ہے پس و پیش قطار
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی
نیگ لینے کو جو بیٹھی ہے سکینہؑ نادان
دیکھے ہے رو رو کے شکل اس بچی کی اماں جان
سر پہ دھر اپنے قضا موت کے لائی ہے خوان
اور پڑتی ہے نظر جس پہ سو ہے لوہو لہان
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی
ابھی جوڑا نہیں دلھن کو پنھایا ہے ہے
کہ رنڈاپے کا پیام اُس کو بس آیا ہے ہے
یہ قضا نے جو اُسے رنگ دِکھایا ہے ہے
بانوؑ سر پیٹ کے کہتی ہے خدایا ہے ہے
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی
گھر میں شادی ہے کہ ماتم نہیں معلوم اے وائے
پیاس سے چاٹتے ہیں ہونٹوں کو معصوم اے وائے
چار سُو خیمے کے خونریزی ہے اور معصوم اے وائے
خاک اُڑا کر کہے ہیں زینبؑ و کلثوم اے وائے
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی
آگے جرأت مجھے کہنے کی نہیں تاب و تواں
کیا حنا بندئ قاسمؑ کا کروں اور بیاں

صورت رنگ ہوا خون کا دریا تھا رواں
ہاتھ مَل مَل کے سبھی کہتے ہیں یہ خُرد و کلاں
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

عرض یہ قاسمؑ نوشہ کی ہے خدمت میں ندام
نورِ چشمِ حسنؑ اب پائے بصارت یہ غلام
اور کونین میں مقبول مرا ہوے کلام
روئے اس مصرعۂ جاں سوز کو سُن خلق مُدام
بنے قاسمؑ کی عجب رنگ سے آئی مہندی

احسان علی احسانؔ لکھنوی

رن میں بیوہ حسنؑ کی پکاری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
آج کے دن کے میں جاؤں واری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
یہ سنا کر وہ آلِ عبًا کو لگی تسلیم کرنے خدا کو
پھر کہا یوں ہر اک اقربا سے میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
سوتے کیوں ہو براتی جگاؤ شادیانے شتابی بجاؤ
پردے خیمے کے جلدی اُٹھاؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
اک منڈھا صحن میں جا لگاؤ چوکی پھر نیچے اس کے بچھاؤ
گھر میں صندل کے چھاپے لگاؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
فرش بچھوا کے مہندی سنوارو میرے نوشہ اوپر پھول وارو
سمدھنیں آ کے بیڑے اُتارو میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

میں پیمبرؐ کے پیالے بھروں گی شمعیں مشکل کشا کی دھروں گی
بی بی زہراؑ کی صحنک کروں گی میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

میرے پیارے کی مہندی کو دیکھو کم سخن ہے گا یہ اور کم گو
آج کیا نیگ لینے کھڑی ہو میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

میں نے گودی تھا اِس کو کھلایا میں نے تھا دودھ اس کو پلایا
آج قسمت نے یہ دن دکھایا میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

اس کی غربت پہ سب صدقے جاؤ میرے پیارے کے کنگنا بندھاؤ
آج مہمان سب میرے آؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

بیبیو کیا ہے شادی تمہاری پہنچی آ سمدھنوں کی سواری
جلدی شربت کی کرلو تیاری میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

سُن کے ہر بی بی بے حال و مضطر بولی رو رو کے قاسمؑ کی مادر
شاد پھرتی ہو کیا تم یہ گھر گھر میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

بیاہ یہ اُس بنی کا رچا ہے بیٹھا یثرب میں جس کا چچا ہے
تم نے گھر میں سبھوں سے کہا ہے میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

پیاس دولھا کی پہلے بجھاؤ بیبیو تھوڑا شربت پلاؤ
تم ابھی یہ نہ سب کو سناؤ میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

تم تو شادی کی باتیں کرو گی نیگ مہندی لگانے کا دو گی
بات یہ دم بدم تم کہو گی میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

نیگ مانگے گی جو اس کی سالی کیا کہو گی کہ ہے بھولی بھالی
کہتی ہو تم کہ ہوں ہاتھ خالی میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

بین کرتا تھا یہ کنبہ سارا مرنے اتنے میں قاسمؑ سدھارا
پھر یہ اُس جا کسی نے پکارا میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی
آگے احسانؔ کیا میں سناؤں رونا ان بیبیوں کا بتاؤں
کہتی تھی ماں یہ کیونکر سناؤں میرے قاسمؑ کی آتی ہے مہندی

مرزا پناہ علی افسردہؔ

کرکے تسلیم سکینہؑ جوں ہی لائی مہندی
بولی قاسمؑ سے لگا یہ مرے بھائی مہندی
بھائی شادی یہ مبارک ہو تمہیں دنیا میں
مجھ کو خالق نے تمہاری یہ دکھائی مہندی
ایک دن ہوگا کہ اکبرؑ کی بھی مہندی آوے
دیکھ لے اس کی بہن گود کھلائی مہندی
ہاتھ اب لاؤ ادھر مہندی لگاؤں تم کو
تب کہوں نیگ دو میں نے ہے لگائی مہندی
سر جھکاؤ میں ذرا پھولوں کا سہرا باندھوں
دست و پا تک جو کہیں پاوے رِضائی مہندی
نام اس دولھا نے جب سہرا و شادی کا سنا
پوچھا اے بہنا یہ کس کی ہے لگائی مہندی
کون دولھا ہے بنا کون دلھن آج بنی
بیاہ کس کا ہے یہ اب کس کی ہے آئی مہندی

خون کی بو مجھے اِس میں سے چلی آتی ہے
کل جو کچھ ہوگی وہ دیکھے گی خدائی مہندی

باندھنا پھولوں کا سہرا یہ میری تربت پر
واسطے میرے قضا نے یہ منگائی مہندی

اے بہن آئیو کل لاش پہ میری بن میں
میں دکھاؤں گا یہ ہاتھوں میں رچائی مہندی

بیبیاں کہنے لگیں کہتا ہے کیا بات بنے
کر لو منظور بہن چاہ سے لائی مہندی

ہاتھ پھیلا کے ادھر تب وہ بنا رونے لگا
سب نے پھر گوند کے اشکوں سے رچائی مہندی

تب تو مہندی نے اسے رنگِ شہادت بخشا
صبح کو کر گئی ہاتھوں کی صفائی مہندی

سر کٹی لاش تھی اور ٹکڑے پڑا تھا سہرا
دست و پا ایسے ہی مارے کہ چھڑائی مہندی

ہاتھ مل مل کے جو اپنے پہ بنے کی وہ بنی
روتی تھی ہائے مجھے راس نہ آئی مہندی

بولی قاسمؑ کی اماں اے مرے نوشہ فرزند
تو نے فردوس میں دادی کو دکھائی مہندی

کس کو طاقت ہے جو افسردہ کرے اُس کا بیاں
کر گئی دولھا دلھن میں وہ جدائی مہندی

ناظمؔ لکھنوی

جس گھڑی قاسمؑ نوشاہ کی آئی مہندی
کر سلام اُس کو سکینہؑ نے لگائی مہندی

بی بیاں بولیں مبارک ہو تمہیں اے قاسمؑ
ہے لگاتی تمہیں شبیرؑ کی جائی مہندی

ماں بہن پھوپیاں یہی کہتی تھیں خوش ہو کے سبھی
حق نے قاسمؑ بنے کی ہم کو دکھائی مہندی

بولی زینبؑ کہ اے قاسمؑ بنے تم کیوں ہو اُداس
ہے لگانے تمہیں یہ سالی ہے آئی مہندی

اور سکینہؑ یہی کہتی تھی لگا لو بھائی
آبِ کوثر سے یہ تھی میں نے گُندھائی مہندی

آج بِن نیگ لیے تم سے میں رہنے کی نہیں
اپنے ہاتھوں سے یہ ہے میں نے بنائی مہندی

بولا قاسمؑ کہ یہ مہندی نہ لگاؤں گا میں
لاوے گی میری تمہاری جدائی مہندی

یہ حنا مجکو لگاؤ نہ تم اے میری بہن
کل مع ہاتھوں کٹاوے گی کلائی مہندی

الغرض مہندی تھی اس دھوم سے آئی اس جا
آئی وہاں دیکھنے کو ساری خدائی مہندی

فخر جان اپنا سمجھ اور سعادت اپنی
اپنے سر پر تھی فرشتوں نے اُٹھائی مہندی

ہائے کیا نحس کس گھڑی مہندی لگی تھی اُس کو
جو وہ قاسمؑ بنے کو راس نہ آئی مہندی

ہے غضب آن کے اُس دم یہ قضا کہنے لگی
مجکو قاسمؑ بنے کے ہاتھوں کی بھائی مہندی

تیغ کیں سے کٹیں گے کل تو یہ قاسمؑ کے ہاتھ
آج کیوں ہاتھوں میں قاسمؑ نے لگائی مہندی

ہے غضب مہندی کی شب دم میں قضا نے یارو
اس کے ہاتھوں کی وہ سب خوں میں ڈُبائی مہندی

چھوڑ کر اپنی بنی بنڑے نے ہے ہے افسوس
رن میں تیغوں سے ہاتھوں کی چھڑائی مہندی

ساتھ مہندی کے جو تھے تخت وہ آرائش کے
سو قضا نے مع گلزار لُٹائی مہندی

جوڑا اور سہرا ہُوا دولھا کا ٹکڑے ٹکڑے
خاک میں ہاتھوں کی سب اُس کی مِلائی مہندی

بہتا تھا قتل کے میداں میں جو دریا خوں کا
آن کر اس میں وہ قاسمؑ نے سرائی مہندی

دست و پا مہندی کے بدلے لہو سے بھر بھر کے جا کے فردوس میں بابا کو دکھائی مہندی
روتی تھی مادرِ قاسمؑ یہ بیاں کر کر کے کر گئی ہائے مرے گھر میں صفائی مہندی
اور دُلھن کہتی تھی سر پیٹ کے کیا ظلم ہوا ہوئے مبارک نہ مجھے حق کی دُہائی مہندی
ایسی مہندی تو اے ناظمؔ نہ کسی کے بھی لگی
جیسی قاسمؑ نے تھی ہاتھوں میں لگائی مہندی

دلگیرؔ لکھنوی

اُس کو مجرا جو کہتی تھی رو کر مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
یعنی کہتی تھی دولھا کی مادر مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
مہندی لاتی ہے دولھا کی سالی ہے وہ حضرت کے ہاتھوں کی پالی
ایک خیمہ کرو جلدی خالی مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
صحن میں جا کے مسند بچھاؤ اور مسند پہ چوکی لگاؤ
میرے بیٹے کو رن سے بلاؤ مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
ماں کو باقرؑ کی کوئی بلا لو کہہ دو ارمان آ کر نکالو
سر پہ بھائی کے آنچل تو ڈالو مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
گھر میں پانی نہیں اِک ذرا ہے لوگو شربت کی تدبیر کیا ہے
مجھ کو اندیشہ اب یہ بڑا ہے مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
کیا میں اُن سب کے آگے دھروں گی کیا ضیافت میں اُن کی کروں گی
میں تو غیرت کے مارے مروں گی مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
کوئی کہنے لگی روتی ہو کیا تم نکالو کچھ ارمان دل کا
حق نے ہے دن یہ تم کو دکھایا مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی

غش سے اتنے میں عابدؑ جو چونکا پوچھا اُن سب سے غل ہے یہ کیسا
ماں یہ دولھا کی بولی بیٹا مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی
ہائے دلگیر کیا وہ گھڑی تھی کوئی بیٹھی تھی کوئی کھڑی تھی
دھوم خیمہ میں شہ کے پڑی تھی مہندی آتی ہے قاسمؑ بنے کی

میر انیسؔ

خیمۂ ابن حسنؑ میں ہے جو آئی مہندی
پیاری دختر شہِ بیکس کی ہے لائی مہندی
رو دیئے ابنِ حسنؑ سوچ کے کچھ اپنا حال
جس گھڑی قاسمؑ نوشہ کے لگائی مہندی
ہنس کے یہ مادرِ قاسمؑ نے کہا زینبؑ سے
لال کی مجھ کو خدا نے ہے دکھائی مہندی
سہرا باندھے ہوئے میدان میں وہ قتل ہوا
بیاہ کی ہائے اُسے راس نہ آئی مہندی
درِ خیمہ پہ کھڑی کہتی تھی فضّہ سب سے
دیکھ لو قاسمؑ نوشاہ کی ہے آئی مہندی
بدلے شربت کے پیا دُولھا نے آبِ خنجر
خوں میں قاسمؑ نوشہ کے نہائی مہندی
سبز تھی سُرخ ہوئی ہاتھ میں قاسمؑ کے انیسؔ
خوش ہوئی ایسی کہ پھولی نہ سمائی مہندی

مرزا محمد رضا برقؔ لکھنوی (شاگردِ ناسخؔ)

دیکھو نیرنگی چرخ کہن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی
شادی ہوتی ہے اک بے وطن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

جس کا جد شاہ کون و مکاں ہو آج سوکھی اسی کی زباں ہو
دیکھو حالت تو تشنہ دہن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

آگ سے شہ کا خیمہ جلے گا اُم فروہ سے قاسمؑ چھٹے گا
ہوگی محتاج میت کفن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

آ کے مسند پہ بیٹھا ہے دولھا عقد پڑھتے ہیں خود شاہ والا
کہتی ہے ماں یہ اس گلبدن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

غش پہ غش آ رہا ہے بہن کو شاہِ دیں رو رہے ہیں حسنؑ کو
باقی قوت نہیں ہے سخن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

کہہ رہی ہے یہ ماں آؤ لوگو میرا قاسمؑ بنا دولھا دیکھو
آخری ہے بہار اس چمن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

برقؔ کیونکر کریں ہم نہ زاری کیوں نہ ابتر ہو حالت ہماری
آئی گردش میں قسمت دلھن کی مہندی آتی ہے ابنِ حسنؑ کی

سیّد علی حسین آزادؔ لکھنوی (شاگرد ناسخؔ)

اجل نے تھامی ہے جس کی کلائی اس کی مہندی ہے
جس کو شادی نہ اپنی راس آئی اس کی مہندی ہے

حسن کا لختِ دل ہے اور روحِ جانِ حیدرؑ ہے
اجل جس کو وطن سے کھینچ لائی اس کی مہندی ہے

براتی جتنے ہیں وہ قتل ہو جائیں گے سب پیاسے
کہ جس کے گھر کی کل ہوگی صفائی اُس کی مہندی ہے

بنی شب کو بنے گی صبح کو رنڈسالہ پہنے گی
بندھے گی جس کی رسی میں کلائی اس کی مہندی ہے

حسن کا لعل ہے چودہ برس کی عمر جس کی ہے
جوانی جس کی پوری بھی نہ آئی اس کی مہندی ہے

پلاتا کون شربت دولھا تھا دو روز سے پیاسا
ہو جس نے بوند پانی بھی نہ پائی اس کی مہندی ہے

وطن سے ساتھ سر اپنا کٹانے ساتھ آیا ہے
دل و جان سے جو ہے شہ کا فدائی اس کی مہندی ہے

چچا پر صدقے ہونے ساتھ جو آیا مدینہ سے
یہ بستی جس نے جنگل میں بسائی اس کی مہندی ہے

جو کوئی دوست پوچھے گا تو اے آزاد کہہ دوں گا
نہ جس کی مقدر نے بُھلائی اس کی مہندی ہے

میر نفیس

عزیزوں آج کی شب قاسمؑ بے سر کی مہندی ہے
ہوا جو قتل دولھا رن میں، اُس مضطر کی مہندی ہے

ملا شربت کے بدلے، جس کو اک قطرہ نہ پانی کا
یہ اُس پیاسے کی مہندی ہے، یہ اُس بے پَر کی مہندی ہے

ہوئی پامال جس کی لاش ، صبح عقد گھوڑوں سے
محرّم میں یہ اُس لختِ دلِ شبرؑ کی مہندی ہے

ہوئی بچپن میں کبرٰاؑ رانڈ ، عاشورِ محرم کو
اُڑاؤ خاک دامادِ شہؑ بے سر کی مہندی ہے

صدا قبرِ حسنؑ سے آرہی ہے ، ہائے قاسمؑ کی
جہاں میں سیّدِ مسمومؑ کے دلبر کی مہندی ہے

نہ شادی کی ملی لذّت ، جسے دنیا میں اک دن بھی
یہ اُس مقتول کی ، اُس بے کس و مضطر کی مہندی ہے

کٹایا جس نے سر راہِ خدا میں ، صبح شادی کے
یہ اُس غازی کی مہندی ہے، یہ اُس صفدر کی مہندی ہے

حرم میں لاش جس کی دشت سے سہرا بندھی آئی
یہ آج ایک ایک گھر میں ، اس مہِ انور کی مہندی ہے

نفیسؔ آنکھوں سے خون دل بہا، دولھا کے ماتم میں
شہیدِ ظلم ، ابنِ حضرتِ شبرؑ کی مہندی ہے

علی میاں کاملؔ

آج مہندی ہے جگر بندِ حسنؑ کی مومنو
آئیں گی دولھا کے گھر بہنیں دلھن کی مومنو

دشمنانِ دیں کا نرغہ ہے دلھن کے باپ پر
کس زمانے میں ہے شادی بے وطن کی مومنو

قطعہ دولھا کے لیے ہوتا ہے جوڑا بیاہ کا
شکل پھرتی ہے نگاہوں میں کفن کی مومنو

آئے گا خلعت کہاں سے جائے گی کیونکر برات
ماں ہے غمگیں قاسمؑ گل پیرہن کی مومنو

عقد تاریخ دہم کی شب کو پایا ہے قرار
دھوم ہے دامادیِ ابنِ حسنؑ کی مومنو

زینبؑ دلگیر لڑکی کو بنائیں گی عروس
ماں بھریں گی مانگ صندل سے دلھن کی مومنو

آہ اُن آفت نصیبوں کو نہ تھی اس کی خبر
شمع گل ہوجائے گی اِس انجمن کی مومنو

آہ عاشورے کو کمھلا جائیں گے زہراؑ کے پھول
یہ ہوا بدلے گی دنیا کے چمن کی مومنو

رات کو باندھیں گے سہرا جن کے سر پر بیاہ کا
صبح کو لاش آئے گی اُس سیمتن کی مومنو

چوڑیاں توڑے گی لاشے پر بنے کے بدنصیب
آہ یوں تقدیر پلٹے گی دولھن کی مومنو

رات بھر رہ کر سہاگن صبح کو بیوہ بنی
یہ بھی قسمت دخترِ شاہِ زمن کی مومنو

بس کہ ہے اس نظم میں دولھا کے سہرے کا بیان
لفظ نوحے کی ہیں کلیاں یاسمیں کی مومنو

میر رضا علی قابلؔ لکھنوی

(شاگردِ مرزا مہدی قبولؔ لکھنوی)

یہ خوشخبری مادرِ قاسمؑ نے سنائی مہندی کی شب آئی
لو بی بیوں خوش ہو میری امید بر آئی مہندی کی شب آئی

دولھا بھی بنا دیکھوں گی قاسمؑ کو میں نالاں مدت سے تھا ارماں
سو وہ گھڑی خالق نے مجھے آج دکھائی مہندی کی شب آئی

صحنک کروں اللہ کی کب رات جگاؤں حیران یہی ہوں
یہ رسمیں ہوئیں کس گھڑی کب شادی رچائی مہندی کی شب آئی

بے دانہ و پانی کروں کیا شادی کا ساماں کیونکر نہ ہوں حیراں
اور شہ پہ جدا فوج عدو کی ہے چڑھائی مہندی کی شب آئی

اے لوگو بتاؤ تو میرا حال برا ہے یہ ماجرا کیا ہے
جس نے یہ کہا اشکوں سے چشم اُس کی بھر آئی مہندی کی شب آئی

کہتی تھی یہی مادرِ قاسمؑ کہ میری جاں ماں تم پہ ہو قرباں
کیوں مہندی لگاتے نہیں کیا جی میں سمائی مہندی کی شب آئی

ارمان تھا تم باندھے ہوئے سر پہ ہو سہرا گھونگھٹ میں ہو کبرا
مدت پہ یہ امید میری آج بر آئی مہندی کی شب آئی

شربت پیو اور آرسی مصحف بھی دیکھو کیا مرنے چلے ہو
تم نے تو حنا تک نہیں ہاتوں میں لگائی مہندی کی شب آئی

کہتی تھی قضا مہندی کا سامان ہے اس دم اور دونوں ہیں باہم
کل صبح دلھن دولھا سے ہوے کی جدائی مہندی کی شب آئی

سر پیٹنے کی جا ہے یہ قابل میں کہوں کیا مرنے گیا دولھا
اور صبح کی ہوتی ہے دلھن رانڈ کہاں کی مہندی کی شب آئی

خوبؔ چند ذکاؔ دہلوی (وفات ۱۸۴۲ء)

شاگرد شاہ نصیرؔ دہلوی

دھوم سے رات کو قاسمؑ کی جو آئی مہندی
سالیوں نے بڑی چاہوں سے لگائی مہندی

بیاہ کی شب کے گزرتے ہی ہوا صبح کو قتل
موت کو بھی بنے قاسمؑ کے نہ بھائی مہندی

عرش پر دی تھی فرشتوں نے مبارک بادی
گھر میں سسرال سے قاسمؑ کے جو آئی مہندی

گوندھی جس ظرف میں مہندی بنے قاسمؑ کے لیے
چلی وہ مہندی تو حوروں نے اُٹھائی مہندی

کٹ گئے ہاتھ وہ جن ہاتھوں میں مہندی تھی رچی
خون دولھا کا ہوا رنگ یہ لائی مہندی

حیف اے چرخ کہن ابنِ حسنؑ کی تو نے
ہائے پانی کے عوض خون سے گُندھائی مہندی

ہاتھ خون سے ہوئے رنگین عوض مہندی کے
اے ذکاؔ دشت میں قاسمؑ نے یہ پائی مہندی

امراؤ مرزا انورؔ دہلوی (شاگرد ذوقؔ دہلوی)

مومنو روؤ کہ ہے ابن حسنؑ کی مہندی
کشتۂ تیغِ جفا تشنہ دہن کی مہندی

ایسی شادی بھی نہ دنیا میں ہوئی ہوگی کبھی
دیکھ کر روتے ہیں سب ابنِ حسنؑ کی مہندی

بدلے نوبت کے ہر اِک سینہ زنی کرتا ہے
نہ ہوئی ایسی کبھی رنج و محن کی مہندی

صبح کو خون میں نوشاہ کا سہرا ڈوبا
رنگ لائی تھی عجب غنچہ دہن کی مہندی

کہا زینبؑ نے ارے لوگو ہے کیسی شادی
آنسوؤں سے بہی جاتی ہے دلھن کی مہندی

کیسی شادی ہے کہ خود دولہ دلھن روتے ہیں
کیا یوں ہی ہوتی ہے آوارہ وطن کی مہندی

شادی اِس طرح کی کس طرح مبارک ہو بھلا
گوندھیں جب اشکوں سے سب دولھا دلھن کی مہندی

کہتی تھی سب سے سکینہؑ نہ کرو بد شگنی
آج ہے لوگو مری پیاری بہن کی مہندی

رات کو عقد ہوا صبح شہادت پائی
کیسی ساعت میں ہوئی دولھا دلھن کی مہندی

لاش نوشاہ کی پامال ہوئی گھوڑوں سے
خاک میں مل گئی سب غنچہ دہن کی مہندی
کربلا میں مجھے انورؔ ہو محرّم ہر سال
واں پڑھوں مجلسوں میں ابنِ حسنؑ کی مہندی

سیّد حسن لطافتؔ لکھنوی (فرزند امانتؔ لکھنوی)

رو کے کہتے تھے حرم خوب رچائی مہندی
خون کے ہاتھوں میں قاسمؑ نے لگائی مہندی
سرورؑ و اکبرؑ و عباسؑ ہیں روتے آتے
بنے قاسمؑ کی عجب دھوم سے آئی مہندی
رو کے سر پیٹ کے کہتی تھی یہ قاسمؑ کی ماں
راس ہے ہے مرے بچے کو نہ آئی مہندی
ہاتھ نوشاہ کے ہیہات لہو میں ڈوبے
رنگ نیرنگ زمانہ سے یہ لائی مہندی
ہائے پامال ہوئی لاش اُسی کے دن کو
شب کو تھی جس کے سکینہؑ نے لگائی مہندی
اے لطافتؔ کفِ افسوس قضا ملتی تھی
جبکہ تھی قاسمؑ نوشہ نے لگائی مہندی

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثُریّا قدر بہادر

ثُرّیا لکھنوی

مہندی قاسمؑ کی نیا رنگ ہے لائی ہے ہے
کیسی فرقت کی گھڑی آکے دکھائی ہے ہے

شب کو دولھا بنے اور صبح کو مقتول ہوئے
پھول کھلتے ہی خزانِ اجل آئی ہے ہے

پیچ عمامہ کے کٹ کٹ کے بنے ہیں سہرا
اور پامال ہوئے دستِ حنائی ہے ہے

سُم اسپاں سے ہوا جوڑا شہانا ٹکڑے
ساتھ کنگنے کے ہوئی چور کلائی ہے ہے

شادیانے کے عوض سینہ زنی ہونے لگی
جبکہ شبرؑ کی لٹی رن میں کمائی ہے ہے

تم تو لے کر نہ گئے چوتھی دلھن کے گھر پر
اُلٹی وہ پیٹنے لاشہ پہ ہے آئی ہے ہے

زخم آڑے ہیں پڑے پھولوں کی بدھی کے عوض
باغیوں نے یہ مگر شکل بنائی ہے ہے

کھانا تھوڑا تو کجا گور و کفن تک نہ ملا
اور میت ہے تری خوں سے نہائی ہے ہے

چور تیغوں سے ہوئے بنتے ہی دولھا افسوس
تم کو شادی کی گھڑی راس نہ آئی ہے ہے

آبِ خنجر عوضِ شیر پیا نوشہ نے
بوند پانی کی دم مرگ نہ پائی ہے ہے

ہے ثریا کو زیارت کی نہایت حسرت
پر نہیں روضہ تلک اُس کی رسائی ہے ہے

واعظ لکھنوی

اے مومنو یہ حضرت قاسمؑ کی ہے مہندی سر پیٹ کے روؤ
ایسی تو نہ دیکھی نہ سنی ہے کہیں شادی سر پیٹ کے روؤ

ملبوس حسنؑ پہنے ہوئے بیٹھا ہے بچہ چہرہ ہے چمکتا
شبیرؑ کی بیٹی سے ہے اس چاند کی شادی سر پیٹ کے روؤ

کھانا ہے نہ پینا نہ، براتی ہیں میسر سب چل بسے مر کر
دولھا کو بھی جاں دینے کی ہے دشت میں جلدی سر پیٹ کے روؤ

پوری شہ والا نے کی شبرؑ کی وصیت اللہ محبت
رانڈ ہونے کو بیٹی بھی جو مظلوم کو دیدی سر پیٹ کے روؤ

نوشاہ کو بھی اہل شقاوت نے نہ چھوڑا تلواروں سے مارا
شادی نے مصیبت میں مصیبت ہے بڑھادی سر پیٹ کے روؤ

سہرے کے عوض خون ہوا فرق سے جاری تلوار جو ماری
ہوتی ہے یونہی کیا کسی مظلوم کی شادی سر پیٹ کے روؤ

رن میں جو گیا نصرتِ شاہ دوسرا کو اے مومنو روؤ
نوشاہ کے ہاتھوں میں لگی خون کی مہندی سر پیٹ کے روؤ

چند لمحوں کا بیاہ تھا شہؑ دیں کا بھتیجا، تھی رحم کی یہ جا
افسوس ستم گار نے تلوار لگادی، سر پیٹ کے روؤ

اب میری خبر لیجئے اے میرے چچا جان میں ہوگیا قربان
نوشاہ نے شبیرؑ کو مقتل سے صدا دی، سر پیٹ کے روؤ

رانڈ ہوگئی کبریٰ نہ رہا کوئی سہارا وارث گیا مارا
راس آئی نہ بچے کو گھڑی بھر کی یہ شادی سر پیٹ کے روؤ

واعظؔ تری تحقیق میں انصاف تبھی ہے شک اس میں نہیں ہے
ممکن ہے کہ شبیرؑ نے کردی ہو یہ شادی، سر پیٹ کے روؤ

سیّد ابن حسن زائرؔ لکھنوی

مہندی آتی ہے جناب قاسمؑ نوشاہ کی
تھی تمنا مادر مضطر کو اِن کے بیاہ کی

قاسمؑ نوشاہ کے حملہ سے ہل چل پڑگئی
خوف سے حالت ہوئی یہ لشکر گمراہ کی

زرد رُو ہو کر چھپایا شامیوں نے اپنا منہ
رن میں جب پھیلی ضیا ہر سو حسنؑ کے ماہ کی

بس گیا دشت وغا پھولوں کی خوشبو سے تمام
آئی جب رن میں سواری قاسمؑ نوشاہ کی

جب سُنا قاسمؑ کو اعدا نے کیا رن میں شہید
حیف کبریٰ نے دلِ پُر درد سے اک آہ کی

میں بڑھاؤں لاش پر کے نتھ اور چوڑیاں
بولیں کبریٰ تھی یہی مرضی مرے اللہ کی

آرہے ہیں غش پہ غش جب سے ہوئے قاسمؑ شہید
غیر حالت ہے بہت غم سے شہ ذیجاہ کی

ہیں بہت حیران مقتل میں شہ دلگیر آہ
لاش صد پارہ اُٹھائیں کس طرح نوشاہ کی

ہوگیا کہرام برپا عترت اطہار میں
لائے شہ خیمہ میں رن سے لاش جب نوشاہ کی

مثل بوذر ہوں غنی میں دولت ایمان سے
ہے ہوس منصب کی اے زائرؔ نہ مجھ کو جاہ کی

شوکت بلگرامی

گیا دنیا سے جو اک شب کا بیاہا اُس کی مہندی ہے
مزا شادی کا جس نے کچھ نہ پایا اُس کی مہندی ہے

ہوئی تیغوں کے پھل سے جس کی چوتھی اس کا غم ہے یہ
ہوا جنت میں جس بیکس کا چالا اس کی مہندی ہے

سدھارا بن کے دولھا رن میں جو دسویں محرم کو
زمانے میں جو پُرارماں سدھارا اُس کی مہندی ہے

رہی بے دفن جس کی لاش اُس بیکس کا ماتم ہے
کٹا تیغوں سے جس دولھا کا سہرا اُس کی مہندی ہے

لہو سے ہوگئے جس کے حنائی دست و پا رنگیں
جو تھا ماں باپ کے نازوں کا پالا اُس کی مہندی ہے
ملا شربت نہ جس کو بیاہ کا یہ اس کی شادی ہے
گیا دنیا سے جو دو دن کا پیاسا اس کی مہندی ہے
بنی جس کی بنی شب کی بیوہ سوگ ہے اُس کا
جنازہ جس کا صبحِ عقد اُٹھا اس کی مہندی ہے
کفن جس کا بنا جوڑا شہانا اُس کا ماتم ہے
بنا تھا چادرِ گل جس کا سہرا اُس کی مہندی ہے
براتی جس کے پیاسے مرگئے آج اُس کی شادی ہے
جسے کہتے ہیں سب ناشاد دولھا اُس کی مہندی ہے
زمانے میں سدا شادی و غم تو اَم ہیں اے شوکتؔ
ہوا عقد اور ماتم ساتھ جس کا اُس کی مہندی ہے

شوکتؔ بلگرامی

بولی قاسمؑ کی ماں لو وہ آئی کربلا والے دولھا کی مہندی
میرے خالق نے مجھ کو دکھائی کربلا والے دولھا کی مہندی
صدقے میں لطفِ شاہ زمن کے آج ارمان نکلے حسنؑ کے
لے کے آتے ہیں بھائی دُلھن کے کربلا والے دولھا کی مہندی
چھپنے والے چلے جائیں اندر ساتھ آئے ہیں عباسؑ و اکبرؑ
لے کے ٹھہرے ہیں خیمہ کے در پر کربلا والے دولھا کی مہندی

فرش پر سمدھنوں کو بٹھاؤ چھاپے صندل کے سب کو لگاؤ
جا کے باہر سے سب لے کے آؤ کربلا والے دولھا کی مہندی

لوگو اکبرؑ کو کیوں شرم آئی کیا اکیلے دلھن کے ہیں بھائی
کر کے لے آئیں وہ پیشوائی کربلا والے دولھا کی مہندی

نیند کی تاب آخر نہ لائے سو رہے دونوں مسلمؑ کے جائے
بھائی مسلمؑ نہ کیوں لے کے آئے کربلا والے دولھا کی مہندی

دی نہ زینبؑ کے بچوں کو دعوت اب کریں گے وہ شہ سے شکایت
کر کے لے آئے سب لوگ عجلت کربلا والے دولھا کی مہندی

کوئی پانی کہیں سے منگائے گھول کر سب کو شربت پلائے
کہہ دو بالی سکینہؑ سے لائے کربلا والے دولھا کی مہندی

بات آپس کی بستی پرائی دوں کہاں سے میں مہندی لگائی
ہائے کس وقت مقتل سے آئی کربلا والے دولھا کی مہندی

واہ کیا خوب لائی حنا رنگ خون کی طرح کیسا چڑھا رنگ
دیکھیں دکھلائے ہم سب کو کیا رنگ کربلا والے دولھا کی مہندی

خوب شادی انھیں راس آئی خون سے تر ہے کنگنا کلائی
دھوم سے موت خیمہ میں لائی کربلا والے دولھا کی مہندی

ہاتوں پر شاہ میّت ہیں ڈالے اور ہیں عباسؑ واکبرؑ سنبھالے
لا رہے ہیں سب ارمان والے کربلا والے دولھا کی مہندی

حال کیا آگے شوکتؔ سنائے حق کسی کو نہ یہ دن دکھائے
جس طرح شاہ خیمے میں لائے کربلا والے دولھا کی مہندی

مرزا محمد خفیؔ لکھنوی

(شاگرد ناسخ)

اے عزادارو صرفِ بکا ہو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی
آؤ پُرسا دو شاہِ زمن کو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

وہ جو ناشاد بنتے ہی دولھا مر گیا اُس کا ماتم ہے برپا
خاک رُخ پہ ملو بال کھولو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

پھاڑ کر اپنے اپنے گریباں کر کے زلفوں کو اپنی پریشاں
آ کے تابوتِ قاسمؑ اُٹھاؤ آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

مر گیا رن میں آقا کا داماد ہر قدم پر کرو داد و فریاد
رانڈ کبریٰ ہوئی سر کو پیٹو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

روتے ہیں بزمِ غم میں پیمبرؐ ہیں شریک عزا شاہ صفدرؑ
فاطمہؑ پیٹتی ہیں عزیزو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

غم سے تاریک ہے سارا عالم حور و جن و ملک میں ہے ماتم
تذکرہ کرتے ہیں سب یہ رو رو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

غم جہاں میں ہے قاسمؑ کا تازہ آہ و افغاں و زاری ہے ہر جا
ہے محرم کی ہفتم محبّو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

ختم کر نوحہ مقطع کو پڑھ کر خوب کر ماتمِ جانِ شبرؑ
اگلے سال ہو خفیؔ یا نہ تو ہو آج مہندی ہے ابنِ حسنؑ کی

میر وارث علی سیفؔی لکھنوی

(شاگرد ناسخؔ)

ہے خیمہ شہؑ میں غل یہ بپا آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی
پھوپھیاں ہیں کدھر باندھیں کنگنا آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

بہنوں نے بنے سے یہ پوچھا کیا دو گے نیگ میں بھیا
ہے آج تمہارا بیاہ رچا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

میوے کے طبق شمعیں جوڑے سب حور و ملک ہیں سر پہ رکھے
ڈیوڑھی پہ کھڑے کہتے ہیں چچا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

بیوہ حسنؑ کی کہتی تھیں عباسؑ کہا ہیں سبط نبیؐ
پہنائیں وہ شادی کا جوڑا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

زینبؑ سے بنے کی ماں نے کہا اے بی بی آؤ، ادھر تو ذرا
قاسمؑ کو بناؤ دولھا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

پانی کا نہیں ہے اک قطرہ پیاسے ہیں دلھن دولھا والے
کل خون سے تر ہوگا سہرا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

تھی خیمے میں بیاہ کی دھوم مچی حضرت کو مگر تھی چپ سی لگی
شہ جانتے تھے کل کیا ہوگا آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

شربت کے عوض تشنہ لب مسند کی جگہ جلتی ریتی
پردیس میں ہے ہے بیاہ رچا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

کیا ۔ولا، کیسی چوتھی یاں، دولھا کی ہوگی قربانی
۔ہ ہو جائے گی کل کبریٰ، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

مظلوم بنا مظلوم بنیؑ، دلھن دولھا والوں کی
کل ہوگی صفِ ماتم برپا، آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

سرکار سخی کی ہے سیفیؔ دامن پھیلا کے یہاں تم بھی
جو مانگو وہ مل جائے گا آج آتی ہے مہندی قاسمؑ کی

مولوی مظہر عابدی مچھلی شہری

آتی ہے صدا عرش بریں سے یہ برابر قاسمؑ کی ہے مہندی
سر کھولے ہوئے سارے حرم روتے ہیں در پر، قاسمؑ کی ہے مہندی

ناشاد پُرارمان کو دولھا جو بنایا، یہ راس نہ آیا
مہندی کے عوض ہاتھ بھرے خوں میں سراسر قاسمؑ کی ہے مہندی

اللہ رے نوشاہ کی یہ شان سہانی ! معصوم جوانی
روتی ہے اجل آپ کھڑی اپنے کیے پر، قاسمؑ کی ہے مہندی

کمہلایا ہوا چہرہ ہے بکھری ہوئی زلفیں مغموم ہیں آنکھیں
سہرے کی جگہ خون کی دھاریں ہیں جبیں پر قاسمؑ کی ہے مہندی

اے کرب و بلا دیکھ لے نوشاہ کی صورت، یہ چاند سی مورت
ڈوبا ہوا خورشید لہو میں ہے زمیں پر، قاسمؑ کی ہے مہندی

ماں کوکھ جلی روتی ہے وہ خیمہ کے در پر، بے چین ہے خواہر
رومال بھگوتے ہیں کھڑے لاش پہ سرورؑ قاسمؑ کی ہے مہندی

ناشاد کی اُٹھتی ہوئی مظہرؔ وہ جوانی ہے، غم کی کہانی ہے
کرتا ہوں تصور تو قلق ہوتا ہے دل پر، قاسمؑ کی ہے مہندی

حکیم مظفر حسین طبیبؔ لکھنوی

کربلا میں بنے قاسمؑ کی جو آئی مہندی
کیسا خوش ہو کے سکینہؑ نے لگائی مہندی

بولیں کلثومؑ چلو دولھا کے آنچل ڈالو
اے رقیہ اوٹھو بھائی کی ہے آئی مہندی

پانی نایاب جو تھا روئی سکینہؑ پیاری
آنسوؤں سے بنے قاسمؑ نے لگائی مہندی

نیگ بھائی سے میں لوں گی یہ سکینہؑ نے کہا
دن خدا نے وہ دکھایا ہے کہ آئی مہندی

لاش پامال ہوئی دولھا کی آخر کو طبیبؔ
خون میں لال ہوئی رنگ یہ لائی مہندی

مرزا عسکری نادرؔ لکھنوی

فضّہ بولیں یہ خیمہ میں جا کر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی
کس طرف کو دلھن کی ہے مادر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

کل بنا رن میں پیاسا مرے گا سر کو صدقے چچا پر کرے گا
سہرا ہوئے گا اب خون میں تر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

لاؤ حجرے سے باہر دلھن کو دیکھ لے وہ بھی ابنِ حسنؑ کو
پھر ملاقات ہوئے گی کیونکر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

لا کے جوڑا شہانا پہناؤ مانگ میں اس کے صندل لگاؤ
پھر تو رنڈسالہ ہوگا میسّر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

صبح کو نوشاہ جائے گا رن میں بازو اس کے بندھیں گے رسن میں
کل پھرے گی یہ بلوے میں دردر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

قید زندہ میں کبرا رہے گی رنج و دوریٔ قاسمؑ سہے گی
کوئی وارث بھی ہوگا نہ سر پر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

نالہ کرتے ہیں مقتل میں حیدر سر کو ٹکرا رہے ہیں پیغمبر
لینے آتے ہیں جنت سے شبرؑ لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

اب کہاں عش و عشرت کا ساماں بزم شادی یہ ہوگئی ویراں
تیغ مرحب چلے گی گلے پر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

ناؔدر اب کیا لکھوں حال ماتم، تیرِ غم دل پہ لگتا ہے ہردم
تھا بپا شور خیمہ کے اندر لوگو آتی ہے قاسمؑ کی مہندی

عاجزؔ لکھنوی (شاگرد رشکؔ لکھنوی)

ماں تھی قاسمؑ کی دیتی دوہائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
خون میں تر ہے یہ رنگین کلائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

گھر یہ ماتم سرا ہے گا سارا آج کوثر پہ نوشہ سدھارا
لاش آئی ہے خوں میں نہائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

راس دولھا کو کنگنا نہ آیا بھاری خلعت یہ کیوں تھا پہنایا
سہرا باندھے ہوئے جان گنوائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

کہا فضّہ نے آتے ہیں سرورؑ لاش نوشہ کی لاتے ہیں در پر
رن سے میت ہے شہ نے اُٹھائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

ایسے دولھا نہ ہوں گے جہاں میں بیاہ ہوتے ہی سدھارے جہاں میں
گھر میں دلھن بھی آنے نہ پائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

کبرا کہتی تھی با آہ و زاری جان نکل جائے تن سے ہماری
کیا مقدر نے کی یہ برائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

کیسی ساعت سے دلھن بنی تھی کیا یہ تقدیر مری بُری تھی
طعنہ زن ہوگی ساری خدائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

لاش نوشہ سے لپٹی تھی مادر صدقے ہوتی تھی ہر دم پسر پر
کہتی تھی وہ فلک کی ستائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

جسم گھوڑوں سے پامال ہوا ہے اعضا اعضا ہر ایک جا پڑا ہے
کیا اجل نے یہ صورت مٹائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

یاد آتا ہے نقشہ تمہارا ماں کو بے موت تم نے ہے مارا
تا بہ محشر رہی اب جدائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

کیا وہ بے رحم تھا جس نے مارا خوں میں تر ہے گا جوڑا یہ سارا
رن میں لوٹی حسنؑ کی کمائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

خاک اُڑا سر پہ کہتی تھی مادر لاش لائے ہیں میداں سے سرور
ٹکڑے ٹکڑے ہے چادر میں آئی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

خاک و خوں میں بھری ہے یہ صورت ہائے لٹ گئی مری دولت
اب نہ دے گی یہ صورت دکھائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

دیکھ بیوہ دلھن کو تمہاری دل پہ نشتر لگے گا کاری
رنج و غم سے نہ ہوگی رہائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
سال دسواں تھا آغاز تم کو تھی خوشی اس کی دن رات ہم کو
یہ گرہ سال کی کیسے آئی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
کہتی تھی رن سے آتا ہے دولھا شاد تھا اس سے مرا کلیجہ
خوش ہو خیمے میں مسند بچھائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
آئے میداں سے بے جاں بیٹا کیا غضب مجھ پہ ایک بار ٹوٹا
دیکھنے دولھا تم کو نہ پائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
ماں یہ قاسمؑ کی کہتی تھی ہر دم لاش نوشہ پہ عاجزؔ یہ روکر
لٹ گئی رن میں مری کمائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

عاجزؔ لکھنویؔ (شاگرد رشکؔ لکھنوی)

لاشِ نوشہ پہ ماں کہتی آئی کیسی قاسم نے مہندی لگائی
ٹکڑے ٹکڑے ہے رنگیں کلائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
جان دی تم نے میداں میں جا کر مر گئے کیا کیا صدمے اُٹھا کر
کس غضب کی یہ تلوار کھائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
روتے ہیں گے براتی تمہارے جاں بلب ہیں گے غم کے مارے
کہتے ہیں سب وہ دیکر دہائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی
کچھ خبر تم کو ہے گی بنی کی کھوتی ہے آج رورو کے وہ جی
رانڈ ہوتی ہے بانو کی جائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

پیچ سہرے کے کٹ کر گرے جا بجا ریت پر وہ پڑے ہیں
کیا قضا نے یہ لوٹی کمائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

ماں کو برباد کر کے سدھارے مٹ گئے مرے ارمان سارے
ایک دن تم نے راحت نہ پائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

راس شادی نہ تم کو یہ آئی مری دولت قضا نے لٹائی
سیر جنت کی کیا تم کو بھائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

ہوش اس وقت گم ہیں ہمارے پیاسے جنت کو بیٹا سدھارے
غل ہے دیتا نہیں کچھ سنائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

سال تھا کیسا یہ تم کو آیا، کیوں تمہیں میں نے دولھا بنایا
کربلا میں یہ دولت لٹائی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

جاں کھوتی تھی دلھن کی مادر تھی وہ عاجزؔ پریشان و مضطر
کہتی تھی موت مجھ کو نہ آئی کیسی قاسمؑ نے مہندی لگائی

انیسؔ پہرسری

کہاں ماں نے بنے قاسمؑ تمہاری آتی ہیں بہنیں
بڑے ارمان سے مہندی سجا کر لاتی ہیں بہنیں

خیامِ آلِ احمدؐ میں نہیں ہے بوند پانی کی
جو گوندھی آنسوؤں سے وہ لگانے آتی ہیں بہنیں

بیاں کرتی ہیں یہ فروہؑ چھپے ہو تم تو شرما کر
مگر فرقت میں دیکھو تو پچھاڑیں کھاتی ہیں بہنیں

سکینہؑ ہے بضد میں نیگ لوں گی دولھا بھائی سے
بہلتی ہی نہیں کتنا اسے بہلاتی ہیں بہنیں

خوشی کے وقت کیا جانے ملی ایسی خبر اُن کو
بکا کرتی ہیں خود کنبے کو بھی رُلواتی ہیں بہنیں

کھڑی ہیں در پہ مہندی لے کے اپنے بال بکھرائے
نہ جانے کیوں نہیں خیمے میں تیرے جاتی ہیں، بہنیں

اگر کچھ حال پوچھا کیا بتاؤ گے اسے جاکر
دلھن کے سامنے جاتے ہوئے شرماتی ہیں بہنیں

خجالت کتنی ہوگی اس طرح دلھن کے گھر جاکر
نہ بھائی ہیں نہ دولھا ہے اکیلی جاتی ہیں بہنیں

انیسؔ آجاتی ہے کرب و بلا کی یاد وہ شادی
کہیں مہندی چڑھانے جب کسی کی جاتی ہیں بہنیں

انیسؔ پہرسری

لوگوں جا کر کرو پیشوائی، دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی
میرے دل کی تمنا برآئی، دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

لاؤ بالی سکینہؑ کو جاکر سب کو صندل لگائے وہ آکر
اشکوں سے گھول کر میں ہوں لائی دیکھو دیکھو آئی قاسمؑ کی مہندی

سونے والوں کو جاکر جگاؤ مجھ کو اتنا تو کوئی بتادو
رو رہے ہیں یہ کیوں سب براتی دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

خاک پر ایک مسند بچھادو، اس پہ دلھن کو لا کر بٹھادوٗ
سب نچھاور کرو باری باری دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

جیسے آیا ہے خوں میں نہا کے، ایسی ضو پھوٹتی ہے حنا سے
سرخ ہے کتنا کنگنا کلائی، دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

بھائی کو یاد کیا بھائی آیا، یا کوئی اور صدمہ اُٹھایا
روتے ہیں کیوں حسنؑ کے یہ بھائی، دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

خوشبو گل کی مہکتی ہے بن میں پتیاں ایسی بکھری ہیں رن میں
چنتے ہیں کیوں شہ کربلائی، دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

روک لو در پہ آ کر سکینہؑ، نیگ لینے کا ہے یہ قرینہ
دوشِ سرور پہ معراج پائی، دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

شاہ قاسمؑ کا جب لائے لاشہ، انیسؔ ہو گیا حشر برپا
ماں قریب آ کے لب پر یہ لائی دیکھو آئی وہ قاسمؑ کی مہندی

مہندی (پنجابی)

مہندی تیری نے رنگا لایا سہرا تیرا عرشوں آیا
گئی مہندی رنگ بدلا وے قاسماںؑ اُٹھ کے مہندی لا

مہندی تری پھٹیاں دے پھٹیاں موت عروج اگوں ٹیں لیٹاں
میرا منوں دی نہ لتھڑا چاوے قاسماںؑ اُٹھ کے مہندی لا

مہندی تیری رنگ دی گوڑی آس امڑی دی ہوئی آج پوری
جوڑا سگناں والا پاوے قاسماں اُٹھ کے مہندی لا

مہندی تیری گھولن آئیاں لاون تینوں پھپھیاں تائیاں
اُٹھ بچڑا لاگ دواوے قاسماںؑ اُٹھ کے مہندی لا

مہندی تیری رنگ وچ گھولی ظالماں پائی خودی ہولی
دتے لاش تے گھوڑے دُڑواوے قاسماں اُٹھ کے مہندی لا

باب ۱۰

سہرے درحال حضرتِ قاسمؑ

سجّاد لکھنوی (شاگرد مہر علی اُنس)

ماں یہ قاسمؑ کی کہتی تھی رو رو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو
ہائے کیسا یہ ہے بیاہ لوگو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

عقد کا گر ارادہ ہے لا کے کپڑے پہنا دو اس کو شہانے
کیسا دولہ بنایا ہے اس کو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

ماں نے کبرا کی گر دیکھ پایا ہوگا وسواس اُس کو بہت سا
ہو ندامت نہ سدھن سے مجھ کو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

باپ بھی اس کا زندہ نہیں ہے سر پہ بنے کے سہرا جو باندھے
کوئی اس کے چچا سے یہ کہہ دو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

وہ سکینہؑ جو ہے اس کی سالی ہے وہ سہرے کی خاطر تڑپتی
اُس کا ننھا سا دل مت کڑھاؤ میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

ہوگا کبراؑ کو صدمہ نہایت یوں جو دیکھے گی دولہ کی صورت
جان دے گی وہ گھونگھٹ میں رو رو کر میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

گو نہیں کوئی شادی کا سامان سب کے دل ہیں ملول و پریشاں
اتنا غمگین و افسردہ مت ہو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو
دیر کیا ہے براتی سب آئیں میرے بچے کو دولہ بنائیں
شہ کو باہر سے جلدی بلا لو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو
آگے سجّاد ابؔ ہو بیاں کیا عقد کا کچھ بھی ساماں نہیں تھا
تھا یہی وِرد دولہ کی ماں کو میرے قاسمؑ کے سہرا تو باندھو

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثریّا قدر بہادر
ثُریّا لکھنوی

ہوا قاسمؑ کو نہ افسوس میسر سہرا
نظم رونے کے لیے ہے یہ سراسر سہرا
دل میں ارمان بھرا ہوگا یہ ہر بی بی کے
کہ جوان ہوے یہ گلرو بندھے سر پر سہرا
کوئی کہتی تھی نچھاور کو نہیں پاس مرے
اور یہاں آگیا اے بیبیو در پر سہرا
بولی نوشہ سے سکینہؑ بھی پکڑ کر دامن
پہلے دو نیگ تو پھر باندھو برادر سہرا
یہاں تو یہ دھوم تھی سب اہلِ حرم میں برپا
اتنے میں آہی گیا خیمہ کے اندر سہرا
بھینی بھینی وہ مہک اُس میں تھی اے صلِّ علیٰ
گلِ فردوس سے بھی تھا کہیں بڑھ کر سہرا

تار ہر ایک تھا مانندِ شعاعِ خورشید
چاند سے بڑھ کے سراپا تھا منّور سہرا

دیکھ کر مادرِ نوشہ کو تبسم گو تھا
سر قاسمؑ پہ مگر باندھا تو رو کر سہرا

مرنے جاتے ہیں دلھن سے یہ کہا قاسمؑ نے
اب تو چہرے کو دکھا دیجئے اُٹھا کر سہرا

خشک ہونٹوں پہ نہ قاسمؑ کے ترس کچھ کھایا
خونِ نوشاہ سے اعدا نے کیا تر سہرا

لاش قاسمؑ کی جو آئی تو یہ بولی مادر
پیچ عمامہ کے بنے تیغوں سے کٹ کر سہرا

بعد شبیرؑ کے غارت میں ستمگر آکر
لوٹ کر لے گئے سب شملہ و زیور سہرا

ہائے کیا حال ثریّا کرے آگے تحریر
روتی تھی دیکھتی جب زوجۂ شبرؑ سہرا

شہزادۂ اودھ مرزا محمد ثریّا قدر بہادر

ثُریّا لکھنوی

مجرئی باندھ کے قاسمؑ جو نہ آیا سہرا
ایسا عالم تھا کہوں کھل کے نہ پایا سہرا

خلد کے پھولوں سے حوروں نے بنایا سہرا
پئے قاسمؑ ملک الموت جو لایا سہرا

رخ پہ کٹ کٹ کے جو عمامہ کی لڑیاں لٹکیں
ماں نے وہ نزع کے ہنگام اُٹھایا سہرا

بدلی قسمت کی ہوا جب تو دلھن موت بنی
مثل بادل رُخ نوشہ پہ نہ چھایا سہرا

نیگ نادان سکینہؑ کو مقدر کے سبب
نقد داغ غم نوشاہ دلایا سہرا

گرز سر پر جو پڑا خون کی دھاریں چھوٹیں
سرخ پھولوں کا ہر اک کو نظر آیا سہرا

کٹ گیا تیغوں سے، نوشہ کے جو چہرہ پہ نہیں
پنجۂ غم نے دلھن کا بھی بڑھایا سہرا

روزِ عاشور تھی وہ دھوپ کہ خالق کی پناہ
رُخِ قاسمؑ پہ مگر کرتا تھا سایہ سہرا

لڑیاں اشکوں کی دُلھن کے رخِ انور پہ جو تھیں
موتیوں کا غمِ نوشاہ سے پایا سہرا

یہ ستارے کی نحوست تھی کہ ہے ٹکڑے لاش
تیرھویں سال میں کچھ راس نہ آیا سہرا

پاگئے ہیں جو بنی عطرِ عروسِ مرگ آہ
جامہ جسم کے ہمراہ بسایا سہرا

باندھا جائے سر قاسمؑ پہ یہ شہرت جو ہوئی
گلِ فردوس ہے بوباس میں پایا سہرا

نہی سرمہ ہے نہ مہندی ہے نہ میسر چوڑی
حُسن دیتا ہے انھیں سب پہ سوایا سہرا
اُس کے روضہ کی ثریا کو زیارت ہو نصیب
جس کا یہ سب سے الگ کہہ کے سنایا سہرا

سیّدابن حسن زائرؔ لکھنوی

باغ فردوس سے رضوان ہے لایا سہرا
واسطے قاسمؑ نوشاہ کے آیا سہرا
مادر حضرت قاسمؑ نے کہا خوش ہو کر
شکر صد شکر کہ خالق نے دکھایا سہرا
آہ کیا مادر مضطر کو خبر تھی اِس کی
لاش نوشاہ پہ جائے گا بڑھایا سہرا
جگر فاطمہ کبریٰ سے اُٹھی ہوک اُسدم
موت نے دولھا کا جب آکے بڑھایا سہرا
لاش قاسمؑ پہ تھا یہ مادر مضطر کا بیاں
اے مرے لال تجھے راس نہ آیا سہرا
دولھا مارا گیا اک شب کی دلھن رانڈ ہوئی
ہائے کیسا یہ مقدر نے دکھایا سہرا
غم قاسمؑ میں بندھیں اشکوں کی لڑیاں زائرؔ
مثل گل زخم کھلے دل کے !! بنایا سہرا

شوکت بلگرامی

جُھکا تسلیم کو ابنِ حسنؑ جب باندھ کر سہرا
پکاری ماں رہے دنیا میں یہ دائم تیرے سر سہرا

بچائے خالق کونین چشم زخم سے تجھ کو
کُھلا ہے کیا رُخ روشن پہ اے نورِ نظر سہرا

کبھی گلہائے عارض دیکھ کر یہ لوٹ جاتا ہے
کبھی لیتا ہے زلفوں کی بلائیں جھوم کر سہرا

کہا زینبؑ نے اُس دن ہو مجھے اس بیاہ کی شادی
پھلیں پھولیں سدا دولھا دلھن جب باندھ کر سہرا

اِدھر شادی رچی ہے اور اُدھر تقدیر کہتی ہے
چڑھاؤں گی میں اس نوشاہ کے تابوت پر سہرا

اجل پہنائیگی دم بھر میں اُن کو ہار زخموں کے
گھڑی بھر میں نظر آئے گا خون سے تر بہ تر سہرا

مدینہ کی طرف نوشاہ بن کر یہ نہ جائیں گے
یہیں ہو جائے گا تیغوں سے ٹکڑے سر بسر سہرا

بنے گی دو گھڑی میں مشکل یہ ایک شب کے دولھا کی
زمیں پر لاش ہوگی اور اِدھر کنگنا اُدھر سہرا

شہانے کے عوض رنڈسالہ پہنے گی نئی بیوہؑ
بڑھائے گی دلھن اک شب کی آکر لاش پر سہرا

رسن بندھوائے گی ہاتھوں میں کبرؔا کھول کر کنگنا
خدا کی راہ میں سر دے گا قاسمؑ باندھ کر سہرا
دلھن دُولھا براتی سب اسیرِ درد و غم ہوں گے
فلک در کربلا برباد خواہد کرد ہر سہرا
خجل ہوں گے گل فردوس گلہائے مضا میں سے
رہے گا باغِ جنت میں بھی شوکتؔ میرے سر سہرا

مولوی مظہر عابدی مچھلی شہری

رُخ پہ قاسمؑ کے گیا تھا جو سجایا سہرا
سرخرو خون سے ہو کر نظر آیا سہرا
لائے جب دولھا کو مقتل سے اُٹھا کر شبیرؑ
خیمے میں بی بیوں کو رو کے دکھایا سہرا
جانتا کون تھا یہ سہرا ہے پیغامِ اجل
ساج کر موت نے ہاتھوں سے بنایا سہرا
ماں یہ بولی کہ اجل نے اُسے کیوں لوٹ لیا
کیا اسی واسطے قاسمؑ نے بندھایا سہرا
یہ تمنا تھی کہ قاسمؑ میرا پروان چڑھے
ماں نے ارمانوں سے قاسمؑ کو پہنایا سہرا
آنکھ میں اشک امنڈ آئے بلائیں لے لیں
ماں کو نوشاہ کے چہرے پہ جو بھایا سہرا

لاشۂ قاسمؑ ناشاد پہ جب آئے حسینؑ
خاک اور خون میں غلطاں نظر آیا سہرا
رُخ پہ دولھا کے نظر آتی ہے اک چادرِ نور
گویا ہے رحمتِ اللہ کا سایا سہرا
یوں بکھر اٹھا تھا کلیاں تھیں کہیں پھول کہیں
ہاتھ میں شاہ کے اس حال سے آیا سہرا
جسم کے ٹکڑے جمع کر چکے جب مقتل میں
شاہ نے خون میں بھیگا ہوا پایا سہرا
کیا خبر تھی کہ یہ ڈوبے گا لہو میں مظہر
کتنے ارمانوں سے بہنوں نے بنایا سہرا

---

۲۱ ربیع الاوّل ۱۲۵۵ھ/۱۸۳۹ء کو اودھ (لکھنؤ) کے بادشاہ محمد علی شاہ نے حضرت قاسمؑ کی عروسی کا سامان خواب میں دیکھا اور حضرت زینبؑ کی زبان پر یہ مصرع تھا:۔

"اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی"

خواب دیکھ کر بادشاہ نے حمید الدولہ رضا قلی خاں کو نظم کرنے کی فرمائش کی اور انھوں نے دس بند خمسے کی صورت میں کہے۔ اُس عہد کے علما سے فتوے لیے گئے، اجازت ملنے پر چھوٹے امام باڑے حسین آباد لکھنؤ سے بادشاہ کی طرف سے مہندی کا جلوس اُٹھانے کا اہتمام کیا گیا۔ اِسی خواب کی بدولت یہ مہندی اب تک اُٹھتی ہے۔ راقم الحروف (ضمیر اختر نقوی) نے لکھنؤ میں اِس مہندی کے جلوس کی زیارت ہر سال کی ہے۔ رات کو ۱۲ بجے کے قریب یہ جلوس برآمد ہوتا ہے۔ گومتی ندی کے کنارے کنارے یہ جلوس آہستہ آہستہ بڑے امام باڑے آصف الدولہ کی طرف بڑھتا ہے۔

جلوس میں بہت گریہ ہوتا ہے۔

حمید الدولہ رضا قلی خاں بہادر

قاسمؑ نے جو گردن پئے تسلیم جھکائی لبیک کی تب روحِ پیمبرؐ نے صدا دی
اور قاسمِ نوشہ کے تصدّق ہوئی دادی اس وقت یہی زینبِؑ بیکس نے دعا دی
اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی

قائم رہے دنیا میں صدا نام حسنؑ کا یہ پھول شگفتہ رہے زہرؑا کے چمن کا
اور حشر تلک تجھ سے ہو دل شاد دلھن کا اس شادی سے مطلب ہے یہی شہ کی بہن کا
اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی

شادی کا سنا نام سکینہؑ نے جو ناگاہ کہنے لگی بھائی سے کہ اے قاسمِؑ نوشاہ
تم مہندی لگانے کی نہیں رسم سے آگاہ میں مہندی لگاؤں کہ مبارک کرے اللہ
اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی

زینبؑ نے بھتیجے کو جو نوشاہ بنایا سہرا بھی بندھا خلعت شادی بھی پنہایا
اور لا کے اسے مسند زرّیں پہ بٹھایا ہر ایک کی اس وقت زباں پر یہی آیا
اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی

کیا کیا حرمِ سبطِ پیمبر میں خوشی تھی پر یاس سے نوشاہ کو دلھن دیکھ رہی تھی
آنکھوں سے رواں سلکِ مسلسل کی لڑی تھی اور خیمہ میں ہر سمت یہی دھوم مچی تھی
اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی

کہتی تھی سدا مجھ کو یہ شادی نہیں بھاتی ہیں حسرت و اندوہ کے یاں جمع براتی
تقدیر ہے اس مہندی میں کیا رنگ دکھاتی ہے مژدۂ جاں بخش اجل سب کو سناتی
اے قاسمِ داماد مبارک ہو یہ شادی

کہتا تھا یہ قاسمؑ نہ مجھے دولھا بناؤ　　رخصت مجھے میدان کی عمّو سے دلاؤ
وہ مجھ کو خوشی سے کہیں میدان کو جاؤ　　تم بہرِ خدا لب پہ نہ اِس حرف کو لاؤ
اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

ہے آج مصمّم مجھے سر اپنا کٹانا　　ہے خون میں رنگنا مجھے خلعت یہ شہانا
زخمی بدن اپنا ہے پیمبرؐ کو دکھانا　　جب لاش مری آئے تو تم لب پہ یہ لانا
اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

القصہ کہ قاسمؑ ہوئے میدان کو رخصت　　اور بیٹھ گئے اپنی کمر تھام کے حضرت
نوشاہ نے میدان میں جب پائی شہادت　　قاسمؑ سے یہ کہتا تھا ہر اک ساکنِ جنّت
اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

عالم میں بپا قاسمؑ نوشہ کا ہے غم　　سلطانِ جہاں شاہِ زماں خسروِ عالم
شب عالم رویا میں نظر آیا بصد غم　　بیدار ہوئے جب تو یہی ورد تھا ہر دم
اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

آیا تھا نظر خواب میں کچھ شادی کا ساماں　　یعنی کہ بہم جمع ہیں انبوہِ غریباں
قاسمؑ بھی ہے اکبرؑ بھی ہے باشوکت و باشاں　　زینبؑ یہی فرماتی ہیں باحالِ پریشاں
اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

اکیسویں شب اور وہ مولودِ نبیؐ تھا　　سنہ بارہ سو پچیس میں نظر آیا یہ رویا
تھا قربِ سحر اور شبِ پرنور سہ شنبہ　　مشہور ہوا مصرعہ برجستہ یہ ہر جا
اے قاسمِؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

تعبیر یہ اِس کی ہے وہ شاداں رہیں ہردم　　اولاد کی شادی کریں شبیرؑ کا ماتم
اور زیرِ نگیں اُن کے ہمیشہ رہے عالم　　دل کو ہو خوشی اور زباں سے کہیں پیہم

اے قاسمؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

حامد ہے حمید اور غلامِ شہدا ہے　　اس خسروِ عادل پہ دل و جاں سے فدا ہے

قائم رہے سلطانِ زماں اُس کی دعا ہے　　اس کلمہ کو کہہ کہہ کے وہ مصروفِ بُکا ہے

اے قاسمؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

اے قاسمؑ داماد مبارک ہو یہ شادی

باب ۔۔۔۔۔۔ ۱۱

رباعیات در حال حضرت قاسمؑ

میر انیسؔ

جھک جھک کے تو مُنہ ابنِ حسنؑ نے دیکھا
لیکن نہ سکینہؑ کی بہن نے دیکھا
آنسو نکل آئے مگر آنکھیں نہ کھلیں
لاش آئی تو دولھا کو دلھن نے دیکھا

شمعوں کی طرح دلوں کو جلتے دیکھا
آہوں کا دھواں منھ سے نکلتے دیکھا
افسوس کہ میداں میں بنے قاسمؑ نے
دیکھا جسے اُس کو ہاتھ ملتے دیکھا

دشمن کو بھی دے خدا نہ اولاد کا داغ
جاتا نہیں ہرگز دلِ ناشاد کا داغ
فرماتے تھے رو کے لاشِ قاسمؑ پہ حسینؑ
اولاد سے کم نہیں ہے داماد کا داغ

قاسمؑ کو عدو نے خون میں جب لال کیا
شبیرؑ نے یہ کہہ کے عجب حال کیا
تابوت پہ جس کے باپ کے مارے تیر
گھوڑوں کے سُموں سے اس کو پامال کیا

مرزا دبیر

دولھا کا جو ماں نے رن میں لاشا دیکھا
افلاک کو بیکسی سے کیا کیا دیکھا
کہنے لگی ہائے اس پسر کا میں نے
چوتھی دیکھی نہ ہائے چالا دیکھا

جس وقت کہ قاسمؑ کا ہوا حال تغیرّ
یہ کہہ کے بہت روئے جناب شبیرؑ
کس طرح نہ ہوتی لاش قاسمؑ پامال
تابوتِ حسنؑ پر بھی لگے تھے سو تیر

آنکھوں میں عزیزو اشک بھر کے پیٹو
اور اپنے جگر پہ ہاتھ دھر کے پیٹو
دولھا جو کہیں تمھیں دکھائی دیوے
قاسمؑ کی جوانی یاد کر کے پیٹو

شادی تھی نہاں اور غمی پیدا تھی

نوشاہ تھا مردہ اور دلھن بیوا تھی
داغِ قاسمؑ تھا آفتاب محشر
کبرٰؑا کے لیے قیامت کبرا تھی

جو گوہر اشک نذر آکر دیں گے
طوبیٰ کے پھل اُن کو خود پیمبرؐ دیں گے
جو ہونگے غمِ شادیٔ قاسمؑ میں ملول
محشر میں خطِ برأت شبرؑ دیں گے

کبرٰؑا بولی کہ خوب ارماں نکلے
مرنے کے لیے قاسمؑ ذیشاں نکلے
دیکھے تھے جو کچھ بیاہ کے ساماں شب کو
وہ صبح کو سب خوابِ پریشاں نکلے

صمصام علی گوہر

حسینؑ ابنِ علیؑ نوشاہ کو خیمے سے لاتے ہیں
علمدارِ جری پشت فرس پر خود بٹھاتے ہیں
دعا زینبؑ کی، شہؑ کی آرزو، عباسؑ کے تیور
بڑے سامان سے قاسمؑ سوئے میدان جاتے ہیں

شجاعت خاندانی ہے یہ چہرہ خود بتاتا ہے
علیؑ کے گھر کا بچہ رن سے کب مایوس جاتا ہے
جِسے مرنا ہے مرحب کی طرح وہ سامنے آئے

حسنؑ کا لال حیدرؑ بن کے اب میداں میں آتا ہے

دنیا کے طریقوں سے ہٹ کر اس گھر کی ہدایت ہوتی ہے
جو ان کی تمنا ہوتی ہے خالق کی مشیت ہوتی ہے
قاسمؑ ہیں حسنؑ کے ہاتھوں پر یا رحل پہ قرآں رکھا ہے
آیاتِ محبت کی اکثر ایسے بھی تلاوت ہوتی ہے

علیؑ تیرہ برس کے تھے شریعت کا پیام آیا
نبوتؐ کی حفاظت کا بڑا نازک مقام آیا
علیؑ سے خاص نسبت ہوگئی قاسمؑ کو یوں حاصل
حسنؑ کا لال بھی تیرہ برس میں حق کے کام آیا

یوں ابنِ حسنؑ کے پیکر میں خود اپنا بچپن بھی دیکھ لیا
اک پھول کو اس رخ سے دیکھا بس سارا گلشن دیکھ لیا
قاسمؑ کو ملا جب اذن وغا خود پشت فرس پر بٹھلا کر
عباسؑ نے اپنی آنکھوں سے حیدرؑ کا لڑکپن دیکھ لیا

حُسن حسنؑ کو اور بھی احسن بنا دیا
میدانِ کارزار کو گلشن بنا دیا
تیرے کرم کی دھوم ہے نوشاہِ کربلا
اپنے لہو سے موت کو دلھن بنا دیا

سوئے مقتل وہ دینِ حق کی بن کر زندگی آئے

حسنؑ کے لختِ دل قاسمؑ جری ابنِ جری آئے
یہ اٹھارہ برس والے نبیؐ نے غور سے دیکھا
کہ اب میدان میں تیرہ برس والے علی آئے

میدانِ کربلا میں جو اک معرکہ ہوا
وہ بھی تو ہے حسنؑ کی تمنا کا سلسلہ
قاسمؑ جو رن میں آکے لہو میں نہا گئے
صلحِ حسنؑ کا رنگِ صداقت نکھر گیا

کیا بعدِ صلح ظلم کی فطرت بدل گئی
لڑنے کی آرزو تھی مگر بات ٹل گئی
ابنِ حسنؑ کے قدموں میں ازرق کی لاش ہے
کیوں اہلِ شام جنگ کی حسرت نکل گئی

ہوئی ہے کربلا میں اہلِ باطل کی صف آرائی
نئے انداز سے صلحِ حسنؑ پھر سامنے آئی
قلم شبرؑ کا قاسمؑ کے لیے تلوار تھا گوہرؔ
پدر کی آرزو بن کر پسر کی تیغ لہرائی

قمرؔ جلالوی

رہِ صبر و رضا کی ہیں وہی حد بندیاں اب تک
نہ گذرا کربلا کے بعد کوئی کارواں اب تک

کہیں ہوتی ہے جب شادی تو ایسے کان بجتے ہیں
کہ جیسے رو رہی ہیں حضرتِ قاسمؑ کی ماں اب تک

ناصر علی ناصرؔ جلالپوری

دل سے شہؑ پر نثار ہیں قاسمؑ دین کے تاجدار ہیں قاسمؑ
جس پہ صدقے ہے باپ کی سیرت ایسی ایک یادگار ہیں قاسمؑ

گلشنِ شہؑ کا پھول ہیں اکبرؑ روح و جانِ بتولؑ ہیں اکبرؑ
قدر کرتے تھے اِس لیے شبیرؑ کہ شبیہِ رسولؐ ہیں اکبرؑ

باب ۱۲

قصیدے درحال حضرت قاسمؑ

ساجد رضوی

قوتِ تسخیر

چہرہ ترا والفجر کی تفسیر ہے قاسمؑ
واللیل تری زُلفِ گرہ گیر ہے قاسمؑ

شبرؑ کی چمکتی ہوئی تقدیر ہے قاسمؑ
آئینہ مستقبلِ شبیرؑ ہے قاسمؑ

کرتی ہے جواب تک دلِ عالم پہ حکومت
شبیرؑ کی وہ قوتِ تسخیر ہے قاسمؑ

اے جانِ علیؑ ، جانِ حسنؑ ، جانِ محمدؐ
ہر سانس تری مقصدِ شبیرؑ ہے قاسمؑ

عظمت میں، جلالت میں، شرافت میں، شرف میں
تو پنجتنِ پاک کی تصویر ہے قاسمؑ

بچپن کی ادائیں بھی ہیں پابند مشیت
تو مثلِ پدر راضیٔ تقدیر ہے قاسمؑ

تو زینبؑ و کلثومؑ کی گودی میں پلا ہے
کس حدِ شرف پر تری توقیر ہے قاسمؑ

نیند آئی تجھے چادرِ زینبؑ کی ہوا سے
تو بھی بخدا وارثِ تطہیر ہے قاسمؑ

عباسؑ کی تصویر نظر آتی ہے جس میں
وہ آئینہ جراْتِ شبیرؑ ہے قاسمؑ

ظاہر ہوئی جو بعدِ حسنؑ کرب و بلا میں
معصوم کے اُس خواب کی تعبیر ہے قاسمؑ

قرآنِ محبت کے سوا کیا کہوں اس کو
تعویذ میں بازو کے جو تحریر ہے قاسمؑ

جب نام لیا دل سے تو مشکل ہوئی آساں　　جو ''نادِ علیؑ'' میں ہے وہ تاثیر ہے قاسمؑ
ہاتھوں کو ترے چوم کے کہتی ہے شہادت　　مہندی نہیں یہ خون کی تحریر ہے قاسمؑ
ساجدؔ کی زباں پر ہے ترا نام ہمیشہ
جذباتِ مودّت کی یہ تکبیر ہے قاسمؑ

شاہِ اودھ نصیر الدین حیدر بادشاہ

در بیان ولادت حضرت قاسمؑ

نامِ خدا پیدا ہوئے ہیں قاسمؑ ابنِ حسنؑ
ہیں شاد و خرم ہو رہے کیا ہی جنابِ پنجتنؑ
صلِّ علیٰ کیا سرو قد بس ہے گا وہ رشکِ قمر
وہ آفتابِ داد و دیں ہے اور ماہِ انجمن
ہوں جان و دل سے مدح خواں اس شاہ کا میں جاں نثار
صدقے سے ہو اس شاہ کے مقبول یہ میرا سخن
باغِ رسالت میں کِھلا آج گلِ یاسمن
گلبنِ باغِ وفا قاسمِؑ ابنِ حسنؑ
حضرتِ شبیرؑ کا ہے گا بھتیجا وہ شاہ
حیدرِ کرّار کے اس میں ہیں سارے چلن
دشمنوں اور کافروں کو کرے یکدم میں قتل
ہاتھ رکھے جس گھڑی قبضے پہ وہ صف شکن
حضرت حسنؑ کے تئیں حور و مَلک کہتے ہیں

ہووے مبارک سدا تم کو یہ شاہِ زمن
اس علیؑ حیدر کو آپ رکھیے سدا سرخرو
آپ کا مدّاح ہے یا شہِ ابنِ حسنؑ

حبیب حسن حبیبؔ

منقبتِ شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

منقبت بسلسلۂ ولادتِ حضرت قاسمؑ ۷ر شعبان ۲۰۰۷ء
کو یہ منقبت ''یومِ قاسمؑ'' میں پڑھی گئی

کعبۂ عشقِ بے خطا قاسمؑ قبلۂ حُسنِ پارسا قاسمؑ
حُسنِ کوثر کا آئینہ قاسمؑ رونقِ آلِ مجتبیٰؑ قاسمؑ
حُسن پر نازُکی ہی سجتی تھی کیا سجایا ہے حوصلہ قاسمؑ
آپ کے حُسن کی زیارت کو انبیاء آئے کربلا قاسمؑ
حُسن نے خود تراش لی صورت جب بھی ہونٹوں پہ آگیا قاسمؑ
نوجوانی رسولؐ کی اکبرؑ ابوطالبؑ کا بچپنا قاسمؑ
جیسے عباسؑ ہیں دعائے علیؑ تم ہو شبّرؑ کا مدعا قاسمؑ
شادیوں میں تمہارا نوحہ ہے ذکر خوشیوں میں ہے تیرا قاسمؑ
دستِ نازک میں ذوالفقار سی تیغ کیوں نہ ہو ابنِ لافتا قاسمؑ
یہ شجاعت کے داد دیں شبیرؑ کہیں عباسؑ مرحبا قاسمؑ
تیری ہیبت سے بیٹے ازرق کے کر رہے تھے خدا خدا قاسمؑ
رن میں سارا بھرم شجاعوں کا تم نے پامال کردیا قاسمؑ

خضرؑ کہتے ہیں کہ حسنؑ کے بعد اب ہمارے ہیں رہنما قاسمؑ
تین شعبان کو لکھی یہ ثنا خوش ہوئے آپؑ کے چچا قاسمؑ
تم کہیں مصر میں جو آجاتے کون یوسفؑ کو پوچھتا قاسمؑ
میں دعائے حسنؑ میں شامل ہوں لکھ رہا ہوں تیری ثنا قاسمؑ

ڈاکٹر سیّد ظلِ ثقلین زیدی

قاسمؑ نوشاہ

گلشنِ فاطمہؑ میں رشکِ چمن ہیں قاسمؑ نورِ احمدؐ کی ضیا بار، کرن ہیں قاسمؑ
بچپنے ہی میں جوانی کے حَسَنؑ ہیں قاسمؑ گل بدن ہوتے ہوئے قلعہ شکن ہیں قاسمؑ
مشکلیں ٹالتا ہے عقدہ کُشا کا پوتا
ایسا ہوتا ہے نُصیری کے خدا کا پوتا
قاف سے قامتِ تطہیر کا ہیں قد قاسمؑ اور الف نے کہا الحمد کی ابجد قاسمؑ
سین سے سورۂ النور کی سرحد قاسمؑ میم کہتا ہے کہ ہیں مثلِ محمدؐ قاسمؑ
ساتھ ہیں قاسمؑ و اکبرؑ یہ زبرجد دو ہیں
بیتِ شبیرؑ میں ہم شکلِ محمدؐ دو ہیں
حُسن، قاسمؑ بھی حَسنؑ جیسا حَسیں رکھتے تھے اُن کو خود سے جدا شبیرؑ نہیں رکھتے تھے
جس گھڑی پاؤں زمیں پر وہ کہیں رکھتے تھے اُن کی راہوں میں مَلک آ کے جبیں رکھتے تھے
پہنے رہتے تھے کلائی میں جو کنگنا قاسمؑ
بچپنے ہی سے نظر آتے تھے دولھا قاسمؑ
جس گھڑی خیر سے قاسمؑ پہ جوانی آئی منتظر جس کے تھے وہ شام سہانی آئی

اُمِّ فروہؑ کی دعاؤں میں روانی آئی　　پھُپھی زینبؑ لیئے پوشاک شہانی آئی
نوری دریاؤں کے ملنے کا عمل جاری ہے
شادیٔ قاسمِ نوشاہ کی تیاری ہے

بنتِ شبیرؑ دُلھن ، دولھا حسنؑ کا دلدار　　ایک زہراؑ کی ہے زین، ایک ہے حیدرؑ کا وقار
یہ بھی سردارِ جناں وہ بھی جناں کے سردار　　گھر میں پھر شبرؑ و شبیرؑ کے آئی ہے بہار
وہ خوشی پائی بیاں جس کا نہیں ہے بس میں
دونوں سردارِ جناں سمدھی بنے آپس میں

جانتے تھے یہ حسنؑ بیاہ کے جب آئیں گے دن　　ہونگی تب ساری رسومات اَدا میرے بِن
کردی اِک رسم تبھی جبکہ تھے قاسمؑ کم سِن　　باپ نے باندھا تھا بچپن میں امامِ ضامن
خیمہ قاسمؑ کا سَرِ کربِ و بلا سجنے لگا
صحنِ خانہ میں پھریرے کا منڈھا بندھنے لگا

یک بیک صَلِّ علیٰ ثانیِ زہراؑ نے کہا　　کیا مبارک ہے گھڑی بڑھ کے رُقیہؑ نے کہا
کوئی صغراؑ کو بلا لاؤ یہ لیلیٰؑ نے کہا　　بات مہندی کی جو آئی تو سکینہؑ نے کہا
رنگ سے مہندی کے باخطِّ جلی لکھوں گی
بھائی کے ہاتھ پہ میں نادِ علیؑ لکھوں گی

مل کے پھر بہنوں نے جنّت سے منگائی مہندی　　طشت میں شمع کے ہمراہ سجائی مہندی
فخر سے مریمؑ و حوّاؑ نے اُٹھائی مہندی　　دستِ قاسمؑ پہ سکینہؑ نے لگائی مہندی
سر پہ نوشاہ کے زینبؑ نے جو آنچل ڈالا
آنکھوں میں سورۂ واللیل نے کاجل ڈالا

اُمِّ فروہؑ کی دعا بن کے جو چمکی مہندی　　دستِ قاسمؑ پہ سجی اور بھی مہکی مہندی

ایسی لوگوں نے سُنی اور نہ دیکھی مہندی   عرش پر حور و ملائک نے ہے گوندھی مہندی
سبز توحید کی کھیتی ہے اِسی مہندی سے
سُرخرو دینِ الٰہی ہے اِسی مہندی سے
اِسی مہندی میں ہے اسلام کا تصویری رنگ   اِسی مہندی میں ہے قرآن کا تحریری رنگ
اِسی مہندی میں تو ہے آیۂ تطہیری رنگ   اور اِسی مہندی میں ہے شبر و شبیری رنگ
رنگِ حسنینؑ سے رنگین ہے ساری مہندی
اس لیئے لگتی ہے اللہ کو پیاری مہندی
نیگ مہندی کا جو قاسمؑ نے سکینہؑ کو دیا   بڑھ کے عباسؑ نے نوشاہ کو پہنائی عبا
اور پیشانی پہ سرورؑ نے عمامہ باندھا   دیکھ کر اصغرِ مہ رو کو یہ غازیؑ نے کہا
سِن میں چھوٹے ہیں مگر اعلیٰ علی اصغرؑ ہیں
دولھا قاسمؑ ہیں تو شہ بالا علی اصغرؑ ہیں
خِرمَن فاطمہ زہرؑا پہ عجب آئی گھڑی   لیلۃ القدر کی مانند ہے یہ رات بڑی
دل کو تھامے ہوئے ہے پیاسوں کی بارات کھڑی   اور دُلھن کی بھی تھمتی نہیں اشکوں کی جھڑی
بولے عباسؑ چلو جلدی کہ جاں دینی ہے
عقد پڑھ کر علی اکبرؑ کو اذاں دینی ہے
رسم جب آرسی مصحف کی ادا ہونے لگی   آئینہ ساتھ میں قرآن کے لایا کوئی
دیکھا دولھا نے جو دُلھن کو تو صلوات پڑھی   اور انگشت سے ماتھے پہ لکھی نادِ علیؑ
قدر نے سورۂ رحمٰن کا چہرہ دیکھا
گویا قرآن نے قرآن کا چہرہ دیکھا
حق نے رحمت سرِ بارات نچھاور کر دیں   بڑھ کے قرآن نے آیات نچھاور کر دیں

بخت نے اِن پہ فتوحات نچھاور کردیں　　پیاسوں نے اشکوں کی سوغات نچھاور کردیں
بن گئے دولھا تو قاسمؑ نے شہادت پائی
اور سلامی میں مُحبّوں کی شفاعت پائی
ساکنِ عرشِ الٰہی نے سجائی شادی　　قلبِ مادر کو تخیل نے دکھائی شادی
ظلِ ثقلین نے جب سب کو سنائی شادی　　مِل کے محفل میں محبّوں نے منائی شادی
جب تلک شیرِ الٰہی کا اَسد غیب میں ہے
شادیٔ حضرتِ قاسمؑ کی سند غیب میں ہے

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

اُردو غزل اور کربلا







......﴿ترتیب وتدوین﴾......

علاّمہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

ایران کی شہزادی

حضرت شہر بانو سلام اللہ علیہا

علّامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتب شائع ہوگئی ہیں

سوانح

شہزادۂ قاسمؑ ابنِ حسنؑ

عربی، فارسی، اردو تاریخ میں شہزادہ پر پہلی کتاب

جلد اوّل، دوم

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی کی معرکتہ الآرا کتاب شائع ہوگئی ہے

معصوموں کا ستارہ

شہزادہ علی اصغرؑ کی شہادت پر
فرانسیسی شاعر الیکزینڈر گِنل کا خراجِ عقیدت

French Poet

MONSIEUR ALEXANDRE GUINLE

علامہ ڈاکٹر سیّد ضمیر اختر نقوی